مُورت

مُستنصر حُسین تارڑ

Marfat.com

مُورت

(ڈرامے)

مُستنصر حسین تارڑ

Book Lover's
Library
Book No: 320
Incharge: Ahmad Raza Cell: 0341-4932140

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

891.4392 Mustansar Hussain Tarar
Moorat / Mustansar Hussain Tarar.
- Lahore : Sang - e - Meel Publications,
2000.
215p.
1. Urdu Adab 2. Drama
I. Title

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کاروائی کا حق محفوظ ہے

2000.
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔
قیمت = [redacted] پے

ISBN 969-35-0002-4

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

کمبائن پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

○ مُورت ۷

○ دشتِ تنہائی ۳۹

○ عبث بدنام کیا ۷۳

○ پانی کا قیدی ۱۱۳

○ مہک ۱۴۵

○ جنگل میں راستہ ۱۸۱

Marfat.com

اِنتساب

زبیر حُسین تارڑ کے لیے
جو میرے لیے اب بھی
چھوٹا بَبو ہے !

Marfat.com

مُورت

اگر آپ نے میرے یہ کھیل ٹیلی وژن پر نہیں دیکھے تو اِنھیں یہاں دیکھ لیجیے ـــــ اور اگر آپ نے میرے یہ کھیل ٹیلی وژن پر دیکھے ہیں تو پھر بھی اِنھیں یہاں دیکھ لیجیے تاکہ آپ جان جائیں کہ ڈرامہ نگار کیا لکھتا ہے اور جب یہ ڈرامہ پروڈیوسر اور اداکار کے ہاتھوں میں جاتا ہے تو اس کی شکل کیا بنتی ہے ..... کبھی تو یہ شکل ایسی حسین بنتی ہے کہ خود ڈرامہ نگار دنگ رہ جاتا ہے اور کبھی بلکہ اکثر اوقات یہ شکل ایسی ہوتی ہے کہ ڈرامہ نگار اِسے دیکھتا ہے اور اُسے رونا آتا ہے اور آتا چلا جاتا ہے ..... اب دیکھتے ہیں کہ آپ اِنھیں پڑھ کر دنگ رہتے ہیں یا روتے ہیں ..... یہ آپ کی اور میری قسمت ... !

مُستنصر حُسین تارڑ

Marfat.com

○ مُورت

حضرت فریدالدین عطارؔ کی بے مثل کتابِ تصوّف منطق الطیر میں بیان ہے کہ ایک مرتبہ کل جہان کے پکھیرو اپنے آقا، اپنے بادشاہ سیمرغ کی تلاش میں مائلِ پرواز ہوئے. سالہا سال بعد جب وہ تپتے صحراؤں، برفانی پہاڑوں اور موت کی سات وادیوں کو عبور کر کے بالآخر کاف کی پہاڑی کے قریب پہنچے تو لاکھوں پرندوں میں سے صرف گیارہ باقی رہ گئے تھے. باقی تمام سفر کی صعوبتوں میں مرگ سے ہمکنار ہوئے. یہ گیارہ پرندے مختلف دروازوں میں سے گزرے اور آخر کار ان کے سامنے ایک ایسا پردہ آیا جس کے پیچھے سیمرغ پوشیدہ تھا. ان کا بادشاہ، سب سے بڑا سچ۔ پردہ اٹھا تو انہوں نے دیکھا جیسے ان کے سامنے ایک آئینہ ہے. جس میں ان کا اپنا عکس دکھائی دے رہا ہے. انہوں نے دیکھا کہ ان کے سامنے انہی کی شکل کے گیارہ پرندے بیٹھے ہوئے ہیں. وہ خود ہی سچ تھے. وہ خود ہی سب سے بڑی سچائی تھے.

پہلا منظر

تیمور پہاڑی گھر کے گیٹ میں سے اندر داخل ہوتا ہے. ہاتھ میں سیاہ بیگ، قیمتی کاریں کھڑی ہیں، پورے گھر میں ایک نظر ڈالتے ہیں. یہ گھر پرانی وضع کا وکٹورین ٹائپ ہے. بام و در واضح نہیں نیم تاریکی ہے، کبھی کبھار بجلی کی چمک،

Marfat.com

صدر دروازے کی گھنٹی بجاتا ہے۔ ایک شخص بوٹائی اور لمبے کوٹ میں ملبوس دروازہ کھولتا ہے۔ بہت میکانکی انداز میں۔

تیمور :- دیکھئے یہ گھر۔ . . .

بٹلر :- جی اندر تشریف لایئے۔ آپ کا بیگ۔

لینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے

تیمور :- (انکار میں سر ہلا کر) شکریہ۔

بٹلر آگے بڑھ کر ایک دروازہ کھولتا ہے۔ ایک وسیع ہال نما کمرہ، پرانی تصاویر بڑی بڑی قیمتی صوفے۔ سامنے ایک صوفے پر مُورت خاں کالی ماتمی ساڑھی میں سر جھکائے بیٹھی ہے۔ دونوں طرف، سیدھی قطار میں صوفوں پر آٹھ دس شخص بہترین سُوٹوں میں ملبوس بیٹھے ہیں۔ جب دروازہ کھلتا ہے تو ایک شخص دائیں ہاتھ سے اُٹھ کر مُورت کے پاس جاتا ہے، جُھک کر چند الفاظ کہتا ہے۔ مُورت اس کی جانب دیکھے بغیر کچھ کہتی ہے۔ وہ شخص تیمور کے قریب سے گزر کر باہر چلا جاتا ہے۔ پھر بائیں ہاتھ سے ایک شخص اٹھتا ہے تیمور بھی ایک خالی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے۔

شخص ۱ :- مِس مُورت خاں مَیں تو بیان نہیں کر سکتا۔

مُورت :- جیلانی صاحب آپ تشریف لائے۔ آپ کی ہمدردی کے لیے شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔

شخص ۱ کمرے سے باہر جاتا ہے۔

شخص ۲ :- مِس مُورت خاں آپ کے والد کی ڈیتھ ایک عظیم المیہ ہے۔

مُورت :- اکبر صاحب آپ تشریف لائے آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔

شخص ۲ کمرے سے باہر جاتا ہے۔

Marfat.com

شخص ۳ :- مس مُورت خاں کیا عرض کروں. میرے لائق کوئی خدمت. خان صاحب

میرے عزیز دوست تھے.

جیب سے رومال نکال کر خشک آنکھیں پونچھتا ہے.

مُورت :- اظہر صاحب. آپ تشریف لائے آپ کی ہمدردی کا شکریہ. بہت

بہت شکریہ.

تیمور ایک جماہی لیتا ہے اور ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر لاتعلّق ہو جاتا ہے.

بیک گراؤنڈ میں شخص اُسی طرح اٹھ کر اظہارِ تعزیّت کر رہے ہیں، مگر آواز نہیں آ

رہی. بالآخر کمرہ خالی ہو جاتا ہے. تیمور بدستور گم سُم بیٹھا ہے. مُورت اسکی جانب

دیکھ کر ہلکا سا کھانستی ہے. تیمور چونک کر اٹھتا ہے اور پاس جا کر کھڑا ہو جاتا ہے.

تیمور :- مس مُورت خاں مجھے بے حد افسوس ہے.

مُورت :- . . . . جی ہیں. (اسے دیکھتی ہے تو چہرہ اجنبی ہے) آپ کا نام؟

تیمور :- مجھے تیمور کہتے ہیں.

مُورت :- تیمور صاحب آپ تشریف لائے. آپ کی ہمدردی کا شکریہ. بہت

بہت شکریہ.

خاموش ہو جاتی ہے سر اٹھا کر دیکھتی ہے تو خلافِ توقّع تیمور کھڑا ہے تیمور ایکدم

سر جھٹک کر واپس جاتا ہے اور اپنا بیگ اٹھا کر واپس آتا ہے.

تیمور :- (کاروباری انداز میں) جیسا کہ میں نے عرض کیا، میرا نام تیمور ہے اور

مس مُورت خاں میں اس وقت یہاں. انٹرنل لائف انشورنس کمپنی کے نمائندے

کی حیثیت سے حاضر ہوا ہوں. انٹرنل لائف انشورنس کمپنی جو ادائیگیوں کے

معاملے میں تمام کمپنیوں پر سبقت رکھتی ہے. آپ کے والد مرحوم نے

خوش قسمتی سے صرف چند روز پیشتر بیمہ کروا دیا. مگر اس کے باوجود ہماری

Marfat.com

کارکردگی ملاحظہ فرمائیے۔ اُدھر وہ فوت ہوئے اور اِدھر.... (بیگ میں سے ایک چیک نکال کر مُورت کے سامنے رکھتا ہے) ہم اس تین لاکھ روپے کے کلیم چیک کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر (داد طلب نگاہوں سے دیکھتا ہے مُورت خاموش رہتی ہے۔) آہم..... (بیگ میں سے ایک اور کاغذ نکال کر) یہاں پر دھولی کے لیے دستخط کر دیجئے۔ (مُورت دستخط کرتی ہے) مس مُورت خاں اس وقت آپ یقیناً بے پناہ مسرّت محسوس کر رہی ہوں گی۔

مُورت :۔ جی ہاں۔ اسی وقت میں مسرّت کے اظہار کے طور پر ہی تو سیاہ ساڑھی میں ملبوس بیٹھی ہوں۔

تیمور :۔ (اسی جوش میں) یقیناً (سنبھل کر) دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ.... وہ..... بہرحال آئندہ بھی خدمت کا موقع ضرور دیجئے گا۔ (کارڈ نکال کر میز پر رکھتا ہے۔ بیگ بند کر کے جانے لگتا ہے) مجھے اجازت دیجئے۔

مُورت :۔ (جب تیمور دروازے تک پہنچ جاتا ہے تو کہتی ہے) تیمور صاحب۔ (تیمور مڑتا ہے) رات ہے.... شاید بارش ہو... آپ کے پاس اپنی کنوینس ہے ؟

تیمور :۔ جی نہیں۔ کمپنی نے وعدہ کیا ہے کہ اس برس سکوٹر لے دیں گے۔ بہرحال صرف تین گھنٹے کا تو سفر ہے۔ یہاں سے نیچے شہر تک۔ ہر پانچ منٹ بعد ویگن چلتی ہے۔

مُورت :۔ اس وقت نہیں چلتی۔

تیمور :۔ (مایوسی سے) نہیں چلتی ؟

مُورت :۔ کریم.... (بٹلر آتا ہے) ملازم سے کہو۔ صاحب کے لیے دوسری منزل

Marfat.com

پر واقع بیڈ روم جھاڑ پونچھ کر تیار کر دے۔ (تیمور سے) آپ کو کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلّف کہیئے گا۔

تیمور :۔ جی ہیں رات کو پانی بہت پیتا ہوں۔

مُورت :۔ ایک جگ پانی سائیڈ ٹیبل پر۔

تیمور :۔ اور ایک گلاس۔

مُورت :۔ اور ایک گلاس۔

دوسرا منظر

تیمور سو رہا ہے۔ باہر بجلی چمک رہی ہے۔ ہاتھ بڑھا کر گلاس ٹٹولتا ہے اور آنکھیں بند کیے دو گھونٹ بھرتا ہے۔ اتنے میں لیمپ بجھ جاتا ہے۔ بجلی کی چمک اور گرج ہلکی ہلکی سوچ پر ہاتھ مارتا ہے۔ لیکن بجلی جا چکی ہے۔ لیٹ جاتا ہے، دروازے کے نیچے روشنی دکھائی دیتی ہے۔ خوفزدہ ہو کر لحاف اوڑھ لیتا ہے۔ پھر اُوپر سے دیکھتا ہے۔ اُٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازہ کھولتا ہے۔ باہر مُورت اس ساڑھی میں ہے۔ ہاتھ میں ایک بڑا شمعدان ہے۔ تیمور اس کی بے پناہ خوب صورتی سے اتنا متاثر ہوتا ہے کہ بول نہیں سکتا۔

مُورت :۔ میں مُورت ہوں۔

تیمور :۔ ہاں تم ہو۔ (قدرے توقّف کے بعد) میرا مطلب ہے مِس مُورت۔

مُورت :۔ آندھی سے چیڑ کا ایک تناور درخت بجلی کے تاروں پر گر گیا ہے، درخت کی اونچائی تو صرف اس وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ ہم درخت کاٹ کر بعد میں ماتم کرتے ہیں۔ اس کے گرنے سے اندھیرا چھا گیا ہے ہر طرف۔ آپ آرام سے ہیں نا۔

Marfat.com

چلی جاتی ہے۔

تیسرا منظر

اگلی صبح ناشتے کی میز پر۔ بٹلر کریم مودب کھڑا ہے۔

کریم :- جی مِس صاحبہ گرے ہوئے درخت کے ٹکڑے کرکے ہم نے لان کلیئر کر دیا ہے۔ تاروں کی مرمّت بھی کر دی گئی ہے۔ بجلی دوپہر تک آ جائے گی۔

مُورت :- کیا چائے گرم نہیں ؟

تیمور :- نہ اتنی گرم کہ لبوں کو جلا دے اور نہ اتنی یخ کہ حلق سے اُترتے ہوئے خبر تک نہ دے۔ مجھے اسی قسم کی چائے پسند ہے یعنی معتدل۔

مُورت :- کریم گرم چائے لے کر آؤ (کریم جاتا ہے) مجھے معتدل مزاجی سے نفرت ہے چاہے خوراک میں ہو یا جذبات میں —— رات آپ آرام سے سوئے ؟

تیمور :- ہاں —— اور آپ ؟

مُورت :- میں تو بہت دنوں سے نہیں سوئی۔ یہ گھر —— اس کے در و دیوار اب چُپ ہیں۔ مجھ سے باتیں نہیں کرتے۔ ہم کلام نہیں ہوتے۔ چند روز پیشتر یہ مجھے محبت سے دیکھتے تھے اور اب دیکھتے ہی نہیں۔ ڈیڈی چلے گئے تو یہ سب بھی خاموش ہو گئے۔ . . اندھے ہو گئے۔

تیمور :- آپ اب بالکل اکیلی ہیں ؟

مُورت :- نہیں۔ یہاں پر کریم ہے۔ باورچی اور ڈرائیور ہیں اور بیہر لان میں کچھ درخت بھی تو ہیں۔ میں اکیلی تو نہیں۔

تیمور :- (گھڑی دیکھ کر) میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے پہلی ویگن . . . .

مُورت :- ڈرائیور آپ کو سٹینڈ تک چھوڑ آئے گا۔

Marfat.com

تیمور :۔ بہت بہت شکریہ ۔

مُورت :۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکی، یہاں بہت خوب صورت سپاٹس ہیں ۔ درختوں سے گھرا ایک ایسا رستہ ہے جس کے آخر تک میں آج تک نہیں گئی ۔ ایک خزاں رسیدہ جنگل ہے جس کے پتّے پاؤں تلے آنے پر چیخنے لگتے ہیں ۔ ان دنوں خزاں کا موسم ہے نا ہر طرف ۔۔ کبھی آیئے گا ۔

تیمور جاتے ہوئے مُڑ کر دیکھتا ہے اور فلیش بیک میں "مَیں مورت ہوں" ہاں تم ہو ۔

چوتھا منظر

انشورنس کمپنی کا دفتر ۔ تین کمروں پر مشتمل پہلے کمرے میں تین سیلز ریپ، دوسرے میں دو سیلز آفیسر ۔ اور تیسرے میں ایک سیلز منیجر ۔ باقی لوگ کام کر رہے ہیں اور تیمور اخبار پڑھ رہا ہے ۔ دوسرے سیلز ریپ عمران اور زبیر ہیں ۔

زبیر :۔ اور پہلی ملاقات پر ہی پریمیم بھی لے آئے ۔

عمران :۔ تو اور کیا ۔ میں نے پہلی نظر میں ہی جانچ لیا کہ یہ شخص لباس کے بارے میں بڑا پرٹیکلر ہے ۔ میں نے جاتے ہی اس کی ٹائی کی تعریف کی ۔ سوٹ کی کٹنگ پر زبردست کمپلیمنٹ دیا اور اُس نے چُپکے سے بیمہ کروا لیا ۔ بھئی میں تو پارٹی کو کنونس نہیں کرتا ۔ ۔ ۔ ایمپریس کرتا ہوں بس ۔ اور تمہارے کیس کا کیا بنا ؟

زبیر :۔ عاصی صاحب والا ؟ اس کا میڈیکل کروا کر جمع کروا دیا ہے ۔ پروپوزل نمبر بھی لگ گیا ہے ۔ تیمور اس نایاب صاحب والے کیس کا کیا ہوا ؟

تیمور :۔ (بے دلی سے) اُن کا چیک ڈس آنر ہو گیا ہے ۔

Marfat.com

چپراسی :- تیمور صاحب آپ کو منیجر صاحب بلا رہے ہیں.

تیمور اٹھ کر جاتا ہے.

منیجر :- مس مورت خاں کا چیک دے آئے ؟

تیمور :- ... جی .(بیگ میں سے دستخط شدہ فارم نکال کر سامنے رکھتا ہے)

منیجر :- ٹھیک ہے . . . . (تیمور جانے لگتا ہے) تیمور صاحب آپ برا نہ مانیئے گا مگر اس ماہ بھی آپ ٹارگٹ پورا نہیں کر سکے .

تیمور :- مجھے شرمندگی ہے. کوشش تو بہت کرتا ہوں.

منیجر :- آپ کولڈ کنویسنگ کیوں نہیں کرتے ؟

تیمور :- جی ؟

منیجر :- کسی گلی محلّے یا بازار میں چلے جایئے اور ایک سرے سے شروع ہو جایئے. انشورنس میں قاعدہ ہے کہ اگر آپ تین جگہ جاتے ہیں تو ایک شخص بات چیت پر آمادہ ہو جاتا ہے. اور ان تین میں سے ایک آدمی آپ کو تفصیلی گفتگو کے لیئے بلا لیتا ہے . اور پھر ایسے تین لوگوں میں سے کم از کم ایک بیمہ کروالیتا ہے یعنی اگر آپ نو جگہ جاتے ہیں تو آپ کو کم از کم ایک پارٹی ضرور مل جاتا ہے .

تیمور :- میں آج ہی سے آپ کے مشورے پر عمل کرنا شروع کر دوں گا (جانے لگتا ہے)

منیجر :- اور تیمور صاحب اپنے لباس کی طرف بھی توجّہ دیجئے.

پانچواں منظر

تیمور ہاتھ میں بیگ لیے بازاروں میں گھوم رہا ہے. ایک دکان کے اندر جاتا ہے. دکان دار فون پر بات کر رہا ہے .

Marfat.com

دکاندار :- اِدھر ہیں نے مال کلیئر کروایا۔ اُدھر جاپان بادشاہ نے ریٹ بڑھادیے۔
(تیمور کو دیکھ کر فون بند کر دیتا ہے) جی فرمایئے۔

تیمور :- آپ فارغ ہو لیں۔

دکاندار :- اجی یہ گپ بازی تو ہوتی ہی رہتی ہے۔۔۔ کسٹمر پہلے۔ وہ کہتے ہیں ناکہ
گاہک اور موت کا کوئی پتہ نہیں کب آجائے۔

تیمور :- موت ؟

دکاندار :- جی

تیمور :- میں بھی اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔

دکاندار :- (بوکھلا کر) کیا مطلب ؟

تیمور جیب میں سے کارڈ نکال کر دیتا ہے۔ دکاندار پڑھتا ہے اور اسے میز پر پھینک کر کچھ کہے بغیر فون کرنے لگتا ہے۔

دکاندار :- ہاں تو میں کہہ رہا تھا اُدھر جاپان بادشاہ نے ریٹ بڑھادیے (تیمور
سے) پھر کسی وقت تشریف لایئے گا۔ میں مصروف ہوں۔

تیمور :- پھر کس وقت ؟

دکاندار معاف کرو کے انداز میں ماتھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔ تیمور باہر جانے لگتا ہے پھر واپس آکر کارڈ اٹھا کر جیب میں ڈالتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔

چھٹا منظر

ایک مکان کے لیٹر بکس پر سے نام پڑھ کر گھنٹی بجاتا ہے۔ اُوپر سے ایک شریر قسم کی بچی جھانکتی ہے۔

بچّی :- آپ کو کس سے ملنا ہے ؟

تیمور :- (لیٹر بکس سے پڑھتے ہوئے) جناب کمال الدّین ساقی صاحب کو۔

Marfat.com

بچّی :۔ (ہنس کر) وہ تو فوت ہو چکے ہیں. میرے دادا جان تھے.

تیمور :۔ تو پھر اپنے ڈیڈی کو بلا دیجئے.

بچّی :۔ آپ کو ان سے کیا کام ہے؟

تیمور :۔ میں انشورنس ایجنٹ ہوں.

بچّی :۔ (ہنستے ہوئے) ڈیڈی یتیم خانے والوں۔ انکم ٹیکس انسپکٹروں اور انشورنس ایجنٹوں کے لیے اس وقت گھر پر نہیں ہیں.

کھڑکی بند کر دیتی ہے.

ساتواں منظر

تیمور تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہوتا ہے. رہائش کے لیے واحد جگہ اس لیے کُرسیاں میز چارپائی کتابیں سب وہیں موجود ہیں. تیمور اندر داخل ہوتا ہے تو سامنے ایک چھوٹے سے آئینے میں اپنا عکس دیکھتا ہے. ٹھٹک کر آگے چلا جاتا ہے.

تیمور :۔ بابا۔ او بابا.

بابا دھوتی اور بنیان پہنے جلدی سے کمرے میں آتا ہے.

بابا :۔ جی مُور باؤجی

تیمور :۔ ادئے مُور کیا ہوتا ہے. کتنی مرتبہ کہا ہے کہ پورا نام پُکارا کرو. کہاں تھے؟ اس ماچھن کے ساتھ راز و نیاز ہو رہے ہوں گے؟

بابا :۔ آپ مذاق نہ کیا کریں باؤجی. میری عمر ہے.... میں تو بازار سے آپ کے لیے حلیم لینے گیا تھا.

تیمور :۔ آج پھر حلیم...

بابا :۔ ہانڈی روٹی کے لیے پیسے دے کر گئے تھے؟

تیمور :- ہاں ہاں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری تین ماہ کی تنخواہ ....

بابا :- میں نے کبھی شکایت کی مور باؤ .... آپ یہ پیسے کا کام چھوڑ کر کوئی اور کاروبار کیوں نہیں کر لیتے۔ لکھے پڑھے ہیں۔ جوان ہیں۔ بہت کچھ کرنے کو ہوگا اِس دُنیا میں ....

تیمور :- بہت کچھ تو کر بھی چکا ہوں بابا۔

بابا :- کوئی اور کاروبار نہیں کر سکتے تو شادی ہی کر لیجئے۔

تیمور :- ہاں شادی بھی تو کاروبار ہے۔ ہیں شادی ؟ اس ایک کمرے کے مکان میں ؟ ہونہہ۔ اور اس آمدنی میں....

بابا :- کوئی بھاگوں والی آ جائے تو خود بخود ہی برکت بھی ہوتی ہے۔

تیمور :- برکت نہیں ہوتی۔ بچّے ہوتے ہیں خود بخود ... تم حلیم لاؤ۔

آٹھواں منظر

ایک مونتاژ۔ تیمور مختلف لوگوں سے مل رہا ہے۔ مگر ناکام لوٹتا ہے۔ چند ہفتوں کا گیپ اس طرح دکھایا جائے۔ تیمور کا کمرہ۔

تیمور :- بابا۔ او بابا ... حلیم لاؤ۔

بابا کھانا لاتا ہے۔ تیمور چند لقمے نگل کر بستر پر لیٹ جاتا ہے۔

بابا :- مُور باؤ آج تھک گئے بہت ؟

تیمور :- بابا میں بہت عرصے سے تھکا ہُوا ہُوں۔ ایک ایسا پرندہ جو اڑتا چلا جاتا ہے۔ اڑتا چلا جاتا ہے اور اسے علم نہیں کہ اوس میں بھیگے ہوئے ہوئے وہ سرسبز میدان کہاں ہیں جن میں اُتر کر اس کے ٹوٹتے پروں کی تمام تر تھکاوٹ نُچڑ جائے گی ... تمہیں پتہ ہے بابا ایک ایسی جگہ ہے جس کے دونوں طرف اونچے اونچے درخت ہیں۔ اور درمیان میں ایک

راستہ سا بن گیا ہے۔ میں اُس راستے کے آخر تک جانا چاہتا ہوں، مگر اکیلا نہیں . . . . اور سنہری گھاس سے ڈھکے میدان ہیں۔ خزاں رسیدہ جنگل ہے۔

بابا :- (برتن اٹھاتے ہوئے) آپ آرام کریں مُورہ باؤجی۔

تیمور خیالوں میں گم ہے۔ مُورت کے خیالوں میں۔ پھر وہی فلیش بیک۔

"میں مُورت ہوں" "ہاں تم ہو"

تیمور :- (زیرِ لب) ہاں تم ہو۔

اُٹھ کر بیگ میں چند چیزیں ٹٹولتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔

نواں منظر

مُورت کا گھر۔ رات کا وقت۔ ملازم سامان اُٹھا کر باہر لے جانے میں مصروف ہیں۔ تیمور اندر آتا ہے۔ ہال کمرے میں صرف ایک صوفہ پڑا ہے۔ جس پر مُورت بیٹھی ہے۔ باقی کمرہ بالکل خالی ہے۔ کمرے میں اندھیرا ہے۔ تیمور صوفے کے ساتھ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو جلاتا ہے۔ مُورت روشنی ہونے پر اوپر دیکھتی ہے۔

تیمور :- ہیلو۔

مُورت جواب نہیں دیتی۔ حیرت اور خوشی سے دیکھتی رہتی ہے۔

ہیلو مس مُورت۔ میرا نام تیمور ہے . . . میں آپ کے والد کا کلیم چیک لے کر آیا تھا . . . رات بھی ٹھہرا تھا . . . . اور ایک چیڑ کا درخت . . . آپ نے ہی تو کہا تھا کہ کبھی آئیے گا۔

مُورت :- ہاں کہا تھا۔ لیکن کبھی کا مطلب اتنی دیر سے آنا تو نہیں ہوتا . . . اور پھر کیا اتنی دیر سے آنے والے یونہی کھڑے رہتے ہیں۔ بیٹھنے نہیں؟

Marfat.com

تیمور :- (اُسی صوفے پر بیٹھتے ہوئے) ہم شہر کے لوگ بیٹھنے کی عادت بھول جاتے ہیں. ہم زمین کی طرف دیکھتے ہی نہیں. صُبح ہوتی ہے تو شہر کے بام و در پر سکّوں سے لدا پھندا ایک درخت پھیلا ہوا نظر آتا ہے. ہر شخص اپنی قابلیّت یا مکّاری کے پتّھر اس درخت پر پھینکتا ہے. اس آس میں کہ ٹہنیوں سے لٹکے چند سکّے اس کی جھولی میں آ گریں گے. شام تک درخت خالی ہو جاتا ہے. کچھ جھولیاں بھر کے گھر جاتے ہیں اور بیشتر تہی دامن. ضروریاتِ زندگی ان سکّوں کو بھی نِگل لیتی ہیں. دوسری صبح آتی ہے تو پھر وہی درخت سکّوں سے لدا پھندا دکھائی دیتا ہے. وہی سِکّے. وہی پتھر... اور یوں ہم کبھی زمین کی طرف نہیں دیکھتے.

مُورت :- شہر اتنے بھیانک تو نہیں ہوتے تیمور صاحب؟

تیمور :- آپ کے لیے نہیں. کیونکہ آپ کی جھولی بھری ہوئی ہے. مگر میرے ایسے انسان کے لیے جو اپنی تمام تر قوّت سے قابلیّت کے پتّھر درخت پر پھینکتا ہے. مگر سِکّے ٹوٹ کر گرتے نہیں. صرف کھنکتے ہیں اور میں جھولی پھیلائے منہ کھولے کھڑا رہتا ہوں.

مُورت :- خیر اتنے قنوطی ہونے کی بھی کوئی بات نہیں... دراصل آپ طویل پہاڑی سفر کی وجہ سے تھک گئے ہیں. کچھ دیر آرام کر لیجئے

کریم داخل ہوتا ہے.

کریم :- مِس صاحبہ تمام سامان پیک کر کے ٹرک میں رکھوا دیا ہے. آپ کی کار تیار ہے. صرف یہ صوفہ باقی ہے جس پر آپ تشریف رکھتی ہیں.

تیمور :- (گھبرا کر) آپ کہیں جا رہی ہیں؟

مُورت :- کریم ملازموں سے کہو کہ سامان ان پیک کر کے اسی طرح کمروں میں سجا دیا جائے. میں ابھی چند روز مزید اس گھر میں قیام کروں گی.

Marfat.com

کریم :۔ لیکن مس صاحبہ ۔

مُورت :۔ (غصّے سے) کریم ۔

کریم :۔ جی بہتر ۔

چلا جاتا ہے ۔

تیمور :۔ آپ کہیں جا رہی تھیں ؟

مُورت :۔ آپ کی آمد سے پہلے ... ہاں !

تیمور :۔ میں آپ کے پروگرام میں حارج نہیں ہونا چاہتا۔ میں تو ویسے ہی .... ورنہ مجھے کوئی ...

مُورت :۔ گھر میں مہمان آجائے تو اہل خانہ پسند کریں یا نہ کریں انہیں مہمانداری کرنا ہی پڑتی ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ اس گھر کے باسی اِس مہمان کو پسند کرتے ہیں .... یہ گھر اور مَیں ہم عُمر ہیں ۔ ہم بچپن کے دوست ہیں ۔ یہ مجھے ایک ذِی رُوح کی طرح عزیز ہے ۔ میں اسے کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی مگر ... اب یہاں چاہت کے جذبوں کی آنچ نہیں ہے ۔ کتنی دیر تک ٹھٹھرتی رہوں ۔ میں نے شہر میں مُون پراپرٹی ڈیلر کو کہا ہے کہ وہ اسے بیچ دیں ...

کریم ایک کتّے کو اندر لاتا ہے ۔ اس کی زنجیر کھولتا ہے ، تو وہ مُورت کے پاؤں میں آکر بیٹھ جاتا ہے ۔

مُورت :۔ ہیلو ڈاگ ... کیا حال ہے میرے ڈاگ کا ۔

تیمور :۔ بہت خوب صورت کُتّا ہے ۔

مُورت :۔ آپ بے شک میرے کُتّے کو مارلن برانڈو سے زیادہ خوب صورت قرار دے دیں ۔ مگر میں انشورنس نہیں کراؤں گی ۔

Marfat.com

تیمور :- (جھینپ کر) میرا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا۔ کتّا واقعی خوب صورت ہے
کیا نام ہے اس کا ؟

مُورت :- ڈاگ

تیمور :- جی ہاں ہے تو ڈاگ، لیکن نام کیا ہے اس کا ؟

مُورت :- (ہنس کر) ڈیڈی اسے میرے لیے لائے تو اُن کے دوستوں نے عجیب
اُوٹ پٹانگ نام تجویز کیے۔ ڈیلو۔ گولو۔ بلو قسم کے۔ میں نے سوچا ایک کُتّے
کا نام صِرف "کُتّا" بھی تو رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ میں اسے ڈاگ کہتی ہوں۔
میرا خیال ہے آپ کُتّوں کو پسند نہیں کرتے ؟

تیمور :- دراصل کُتّے مجھے پسند نہیں کرتے۔

مُورت :- کریم اِسے کچن میں لے جا کر کریم بسکٹ کھلاؤ۔

تیمور :- کریم جو بسکٹ بھی کھلائے کریم بسکٹ ہی ہوں گے۔

مُورت :- آپ رات کے کھانے سے پہلے کچھ دیر سستا لیجیۓ۔ چلیۓ میں آپکو خوابگاہ
تک چھوڑ آؤں۔

خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر۔

یہاں ایک راستہ ہے درختوں سے گھرا ہوا . . .

تیمور :- مجھے معلوم ہے۔

مُورت :- اور ایک خزاں رسیدہ جنگل بھی۔

تیمور :- میں جانتا ہوں۔

مُورت :- کل صُبح . . . چلیں گے ؟

تیمور :- شاید میں آیا ہی اُسی راستے اور اُسی جنگل کے لیے ہوں۔

مُورت :- اُن پاؤں کے لیے نہیں جو خزاں رسیدہ پتّوں پر چلیں گے ؟

جاتی ہے۔ مُڑ کر دیکھتی ہے۔

دسواں منظر

رات کا وقت۔ تیمور سو رہا ہے۔ ٹیبل لیمپ جل رہا ہے۔ حسبِ سابق دروازے کے نیچے روشنی دیکھ کر اٹھتا ہے۔ دروازہ کھولتا ہے۔ مُورت ہاتھ میں شمعدان لیے کھڑی ہے۔ مگر سفید ساڑھی ہیں۔

مُورت :- میں مورت ہوں۔

تیمور :- ہاں تم ہو... مگر آج تو تمام روشنیاں بدستور جل رہی ہیں، بجلی فیل نہیں ہوئی۔ پھر بھی یہ شمعدان۔

مُورت :- ابھی عادت نہیں ہوئی روشنی کی۔ خدشہ رہتا ہے۔

تیمور شمعدان کی تمام شمعیں ایک ایک کر کے بُجھا دیتا ہے۔

تیمور :- دیکھو اب بھی روشنی ہے۔

مُورت :- ہاں... ہے۔

چلی جاتی ہے

مونتاژ :

۱- درختوں سے گھرا ہوا ایک راستہ۔ تیمور اور مُورت اس پر چل رہے ہیں آخر تک جاتے ہیں۔

۲- ایک خزاں رسیدہ جنگل میں چل رہے ہیں۔

۳- کسی کافی بار میں بیٹھے ایک دوسرے کی جانب محو ہو کر دیکھ رہے ہیں۔

گیارہواں منظر

ایک وسیع میدان جس میں اِکّا دُکّا درخت ہیں۔ لیکن یہ میدان سوکھی گھاس سے اٹا پڑا ہے۔ مُورت اور تیمور کھڑے باتیں کر رہے ہیں۔ تیمور سگریٹ جلا کر جلتی

Marfat.com

ہوئی دیا سلائی بے دھیانی میں گھاس پر پھینک دیتا ہے۔ گھاس سلگنے لگتی ہے۔
اور آہستہ آہستہ آگ پھیلنے لگتی ہے۔ مُورت ایکدم اسے دیکھتی ہے اور اپنے پاؤں
سے گھاس کو مسل کر آگ بجھانے کی کوشش کرتی ہے مگر کامیاب نہیں ہوتی۔

مُورت :۔ (بے بسی سے) یہ آگ پھیل رہی ہے تیمور۔ میں اسے روک نہیں سکتی۔
تیمور سُن نہیں رہے۔ تیمور میں اسے نہیں روک سکتی۔ یہ میرے بس میں نہیں۔
یہ پھیل رہی ہے تیمور۔۔۔ بجھ نہیں رہی۔۔۔ کچھ تو کرو تیمور۔۔ پلیز تیمور۔۔
۔۔۔ پلیز۔

تیمور کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ اطمینان سے سگریٹ پیتا رہتا ہے اور مُورت
کو دیکھتا رہتا ہے۔

مُورت خاں کے گھر کا ہال کمرہ۔ چائے کی میز ایک طرف۔ مُورت سفید ساڑھی میں
اسی صوفے پر براجمان۔ پہلے منظر والے تمام لوگ اُسی طرح اسی ترتیب سے۔
تیمور ایک کونے میں کھڑا ہے۔ اس منظر کو اُسی پیٹرن پر کیا جائے جس طرح پہلا
منظر کیا گیا تھا۔

شخص ۱ :۔ مِس مُورت خاں یقین کیجئے بے حد مسرّت ہوئی۔

مُورت :۔ جیلانی صاحب آپ تشریف لائے، خوشی کا اظہار کیا بہت بہت شکریہ۔

شخص ۲ :۔ مِس مُورت خاں آپ کی منگنی ایک خوش کن خبر ہے۔

مُورت :۔ اکبر صاحب آپ تشریف لائے۔ خوشی کا اظہار کیا۔ بہت بہت شکریہ۔

شخص ۳ :۔ مِس مُورت خاں انگیجمنٹ پر مبارکباد قبول فرمایئے۔

مُورت :۔ اظہر صاحب آپ تشریف لائے خوشی کا اظہار کیا۔ بہت بہت شکریہ۔

تمام لوگ جانے کے لیے اُٹھتے ہیں اور دروازے پر تیمور سے ہاتھ ملاتے ہیں۔

شخص ۱ :۔ آپ کو بھی مبارک ہو مسٹر؟

تیمور :- تیمور!

شخص ۲ :- بہت بہت مبارک ہو... آپ کا نام؟

تیمور :- تیمور۔

شخص ۳ :- دلی مبارک باد قبول فرمائیے... آہم... اوہ آپ کا نام؟

تیمور غصّے سے باہر نکل جاتا ہے۔ کمرے میں جا کر سامان اکٹھا کر رہا ہے۔ مُورت بھاگتی ہوئی آتی ہے۔

مُورت :- تیمور کیا ہوا؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟

تیمور :- اس گھر میں میرا نام تیمور نہیں، مُورت کا منگیتر ہے۔

مُورت :- اوئے سویٹ آدمی ان لوگوں کی باتوں کا بُرا نہیں مانتے... یہ تو...

تیمور :- دیکھو مُورت بی بی... مجھے تمہارے اور اپنے درمیان سوشل سٹیٹس کے طویل فاصلوں کا احساس تو تھا۔ مگر تم نے.... تمہاری چاہت نے میری بصارت کو اتنا مدہم کر دیا کہ میں انہیں دیکھ نہ سکا۔

مُورت :- (ناراض ہو کر) ایسی بات کرتے ہو مُور.. میں نے کبھی۔

تیمور :- میں اب تمہاری طرف دیکھتا ہوں تو تم بلند ہوتی چلی جاتی ہو... ہم دونوں کی سطح میں فرق آ گیا ہے۔ اور میں تم سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتا۔

مُورت :- میں بلندی پر نہیں ہوں مُور... تمہارے سامنے ہوں۔ تمہاری سطح پر ہوں۔ چاہت کے جذبوں تلے پیڈنگ نہیں ہوتی مُور۔

تیمور :- ہاں ڈارلنگ نہیں ہوتی۔ مگر ہم دونوں اکیلے نہیں ہوں گے اس پورے پلینٹ پر۔ یہاں پر وہ گھامڑ بھی ہوں گے جو مجھے مبارکباد دے رہے تھے۔ اور وہ ہمیشہ مجھے مِس مُورت خاں کا منگیتر ہی کہیں گے۔ یہ مجھے

منظور نہیں ۔ میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کروں گا جو تیمور کی منگیتر ہو گی

فکر نہ کرو ہو گی وہ تم ہی ۔

مُورت :۔ مُور ہم تو اِس اپریل میں شادی ۔

تیمور :۔ ہر برس میں ایک اپریل ضرور ہوتا ہے مُورتی ۔ اس برس نہ سہی

اگلے سال سہی ۔ خدا حافظ ۔

بیگ اٹھا کر کمرے سے باہر چلا جاتا ہے ۔

بارہواں منظر

ویگنوں کے اڈے پر ۔ مُور ایک رکشے میں سوار ہو جاتا ہے ۔

تیمور :۔ محلہ شاہ محمد ۔ ۔ ۔ ۔

رکشا چلتا ہے اور قدرے توقف کے بعد تیمور پوچھتا ہے ۔

بھئی کتنا کما لیتے ہو دن میں ؟

رکشا والا :۔ کیوں جی آپ نے ٹیکس لگانا ہے ؟

تیمور :۔ یونہی پوچھ لیا تھا ناراض کیوں ہوتے ہو ۔

رکشا والا :۔ ہر سواری یہی پوچھتی ہے باؤ جی ۔ تیس چالیس ہو جاتے ہیں ۔

تیمور :۔ کبھی حادثہ بھی ہوا ؟

رکشا والا :۔ اوئے خدا کا نام لو باؤ جی ۔ کیا سویرے سویرے ۔ اللہ معافی (کانوں

کو ہاتھ لگاتا ہے) ویسے ہوا تھا پچھلے مہینے ۔ دو ہفتے بند پڑا رہا رکشا سمیت ۔

تیمور :۔ ان دنوں تنگی تو ہوئی ہو گی کھانے پینے کی ۔

رکشا والا :۔ تنگی جیسی تنگی ۔ مانگ مانگ کر گزارہ کیا ۔ اکیلا کھانے والا ہوں ۔

تیمور :۔ اگر تم دو روپے روزانہ کسی ایسی کمپنی کو دے دو جو اگر خدانخواستہ تمہارا

حادثہ ہو جائے تو تمہارے خاندان کو روزانہ پچاس روپے اس وقت

Marfat.com

تک ادا کرتی رہے جب تک تم بھلے چنگے نہ ہو جاؤ۔ تو کیسا رہے گا؟

رکشا والا:۔ اللہ معافی۔ کیا سواری پکڑی ہے سویرے سویرے۔ فرشتہ تو نہیں۔

کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ رکشا رکتا ہے۔ تیمور پیسے دے کر جانے لگتا ہے۔

باؤجی بات سُنیں۔ بس دو روپے ہیں یہ گارنٹی کہ

تیمور:۔ ہاں ہاں۔ بس ایک فارم بھرنا ہوگا۔ (جیب سے کارڈ نکال کر) کل دفتر آجانا۔

رکشا والا:۔ اور اگر آج ہی کہیں پھلوس اڑ گیا تو سواری اپنی ہے باؤجی ابھی نہ چلیں۔

تیرہواں منظر

دفتر میں رکشے والے کے ساتھ تیمور داخل ہوتا ہے۔ ایک فارم پہ دستخط کرواتا ہے اور اسے عمران کے حوالے کر کے منیجر کے کمرے میں جاتا ہے۔

منیجر:۔ چھٹی گزارنے کے بعد بہت تازہ دم ہو کر لوٹے تیمور صاحب۔ ساتھ ہی ایک کیس بھی لیتے آئے۔ خوب کنونس کیا آپ نے رکشے والے کو۔

تیمور:۔ سر اس ماہ کے لیے میرا ٹارگٹ کیا ہے؟

منیجر:۔ (جھجک کر) وہی بیس ہزار مگر.....

تیمور:۔ اسے ساٹھ ہزار کر دیجیے....

باہر نکلتا ہے اور عمران کے کمرے میں۔

عمران یار میری ایک بات سنو... بیٹھو... یہ بتاؤ کہ کتنی کمشن ہو جاتی ہے۔

ایک ماہ میں ــــ

عمران:۔ تمہیں نہیں معلوم ــــ بس تمہارے جتنی ــــ چھ سات سو روپے۔

تیمور:۔ دیکھو اگر تم معاون کے طور پہ میرا ساتھ دو تو میں تمہیں ایک ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ دوں گا اور جتنے کیس کروں گا اُن میں سے کمشن بھی۔

Marfat.com

عمران :۔ تم تیمور — ہا ہا ہا — یار تم تو اپنا روٹی پانی نہیں چلا سکتے۔ مجھے تنخواہ کہاں سے دو گے ؟

تیمور :۔ آزما لو — میں بے حد سنجیدہ ہوں عمران —

عمران :۔ لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا ؟

تیمور :۔ بہت آسان کام ہے۔ مجھے ایک فہرست چاہیئے۔ شہر کے تمام صاحب ثروت اور امیر ترین لوگوں کی — سٹاک ایکس چینج میں چلے جاؤ انکم ٹیکس کے کسی کارندے سے حاصل کر لو — کہیں سے بھی۔

عمران :۔ بس ؟

تیمور :۔ نہیں اصل کام تو بعد کا ہے۔ ہفتے میں ایک بار تمہیں اس فہرست میں شامل کسی ایک شخص کے بارے میں مجھے مکمل معلومات فراہم کرنا ہونگی۔ اس کی پسند ناپسند۔ رنگ کون سا پسند ہے۔ کھیل کیا کھیلتا ہے۔ لباس کون سا پہنتا ہے۔ کتنے بجے اٹھتا ہے۔ کون سا جانور اچھا لگتا ہے۔ بیمار ہے تو کون سی بیماری — مشاغل کیا ہیں ؟

عمران :۔ بابا میں سیدھا سادہ انسان ہوں، تم مجھے جاسوس بنانا چاہتے ہو۔

تیمور :۔ نہیں عمران تم نے خود ہی تو ایک مرتبہ کہا تھا کہ میں CONVINCE نہیں کرتا IMPRESS کرتا ہوں۔ اور انسان کو IMPRESS اُسی صورت میں کیا جا سکتا ہے اگر تمہارے پاس اس کے بارے میں مکمل معلومات ہوں۔ کہو مجھ سے تعاون کرو گے ؟

چودھواں منظر

تیمور کا گھر — عمران بھی موجود ہے۔

عمران :۔ یہ رہی فہرست — خاصی طویل ہے۔ پہلے نمبر پر آغا داؤد ہیں۔ ان کے

Marfat.com

کوائف مندرجہ ذیل ہیں۔ وزن ۱۹۲ پاؤنڈ ۔ گنجا ہے۔ ڈھیلے کپڑے پہنتا ہے۔ ٹیلی ویژن سے نفرت کرتا ہے۔ اکیلا رہتا ہے، چھٹی کے روز سکھ نہر پر جا کر مچھلیاں پکڑتا ہے۔

تیمور :۔ (چونک کر) مچھلیاں ؟

عمران :۔ ہاں اور انہیں پکڑ کر واپس نہر میں پھینک دیتا ہے۔

تیمور :۔ کیوں ؟

عمران :۔ اسے مچھلی کا گوشت پسند نہیں۔

تیمور :۔ اچھا تو چھٹی کے روز سکھ نہر پر مچھلیاں پکڑتا ہے۔

پندرہواں منظر

آغا داؤد نہر کے کنارے مچھلیاں پکڑ رہا ہے۔ دور سے تیمور آتا دکھائی دیتا ہے۔ مچھلی کے شکار کے سامان سمیت۔ آغا داؤد کے قریب آکر لاتعلقی سے ڈوری پانی میں ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایک مچھلی پھنستی ہے۔ تیمور اسے کنڈی سے نکال کر واپس پانی میں پھینک دیتا ہے۔ پھر دوسری مچھلی کا بھی یہی حشر کرتا ہے۔

آغا داؤد :۔ کیوں صاحب یہ آپ مچھلیوں کو واپس پانی میں کیوں پھینک رہے ہیں۔

تیمور :۔ مجھے مچھلی کا گوشت پسند نہیں۔ سخت نفرت ہے البتہ مچھلی کے شکار پر جان دیتا ہوں۔ صاحب کیا شکار ہے، بچپن میں جوہڑوں میں کنڈی ڈال کر تپتی دوپہروں میں بیٹھا رہتا تھا مگر وہاں تو اکثر کچھوے پھنس جاتے تھے۔

آغا داؤد :۔ کچھوے ؟

تیمور :۔ کچھوے نہیں ہوتے بڑے والے۔ ہر قسم کی مچھلیاں پکڑیں۔ اب تو ایک ہی حسرت ہے۔ ایک عدد وہیل مچھلی پکڑی جائے۔

آغا داؤد :۔ آپ کو پہلے کبھی نہیں دیکھا اس طرف۔

Marfat.com

تیمور :- میں سپاٹس بدلتا رہتا ہوں۔ ایک ہی سپاٹ پر بار بار جانے سے مچھلیاں خرانٹ ہو جاتی ہیں۔ پھنستی نہیں۔ اوہو— اب انسان فرصت کے اوقات میں کرے بھی کیا۔ لے دے کے ٹیلی ویژن ہے اور مجھے اس IDIOT BOX سے سخت نفرت ہے۔ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ایک کرسی پر اور دیکھ رہے ہیں الّوؤں کی طرح ایک ڈبے کی جانب۔ کوئی تک ہے۔

آغا داؤد :- گویا آپ کو ٹی وی سے نفرت ہے۔ (تیمور جواب میں اُبکائی لیتا ہے) آپ کے گھر میں بچے نہیں ہیں۔ وہ کمبخت تو بہت شوقین ہوتے ہیں۔

تیمور :- بچے ؟ (ایک اور اُبکائی) لاحول ولا— اسی لیے شادی نہیں کی— چڑ ہے مجھے ان چھوٹے شیطانوں سے۔ یہ نلیاں بہہ رہی ہیں اور—

آغا داؤد :- (پُرمسرت لہجے میں) کمال ہے۔ آپ تو بہت نفیس قسم کے انسان معلوم ہوتے ہیں۔ کبھی تشریف لائیں ناں غریب خانے پر۔ یہ ہے میرا کارڈ—

(کارڈ دیتا ہے)

آغا داؤد کا گھر—

تھوڑی سی گفتگو کے بعد تیمور انشورنس فارم سامنے رکھتا ہے۔ اور وہ دستخط کر کے چیک کاٹ دیتا ہے۔

مونتاژ :- ایک شخص یعنی تیمور مسلسل باتیں کر رہا ہے جیسے لوگوں کو خوش کر رہا ہو۔ پھر فارموں پر دستخط ہو رہے ہیں۔ مختلف ہاتھ چیک کاٹ رہے ہیں۔ دو تین ماہ کا عرصہ گزرتا ہے۔

سولہواں منظر

تیمور اپنے بہت شاندار گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی

Marfat.com

ایک قدآدم آئینہ ہے۔ اپنی صورت دیکھتا ہے اور پھر جیسے منہ چھپائے ہوئے اندر چلا جاتا ہے۔ وہاں عمران بیٹھا ہے۔ پہلے سے بہتر لباس میں۔

تیمور :- کہو عمران میرا نیا گھر کیسا ہے؟

عمران :- تم اسے کرائے پر لینے کی بجائے اگر خود خرید بھی لیتے تو مجھے حیرت نہ ہوتی۔ تیمور صاحب آپ جانتے ہیں پچھلے دو ماہ میں آپ نے کتنا بزنس کیا ہے؟

تیمور :- جتنا بھی کیا ہے کافی نہیں ... اگلا کیس کون سا ہے؟

عمران :- تیمور ... میں دوستی کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا البتہ ایک ساتھی کی حیثیت سے یہ کہوں گا کہ اتنی شدید محنت آپ کی صحت کو متاثر کر سکتی ہے۔ آپ ....

تیمور :- اگلا کیس کون سا ہے؟

عمران :- میاں ریاض .... "سٹی گیٹ پلازا" کے مالک ... جاسوسی ناولوں میں دلچسپی ہے۔ کلب میں ہر اتوار ٹینس کھیلتا ہے اور بہت بُری کھیلتا ہے۔ "کُتے" ناپسند ہیں اور ہاں سری پائے شوق سے تناول کرتا ہے۔

تیمور :- اتوار .... تو کل ہے۔

مُورت اندر داخل ہوتی ہے۔ تیمور اُسے دیکھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

عمران :- اچھا تیمور صاحب مجھے اجازت ہے!

تیمور سر ہلاتا ہے۔ عمران چلا جاتا ہے۔

تیمور :- تم یہاں کیسے آگئیں؟

مُورت :- کیوں مجھے یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا۔

تیمور :- نہیں ... میرا مطلب بغیر اطلاع کے، خبر کیسے بنا ...

Marfat.com

مُورت :- مجھ پر جو واردا تیں گزرتی ہیں وہ کبھی اطلاع نہیں کرتیں ... کبھی خبر نہیں دیتیں. میں نے اس گھر کو چھوڑ دیا ہے ....

تیمور :- (پریشان ہوکر) کسی نے خرید لیا ہے ؟

مُورت :- کوئی خرید ہی لے گا.

تیمور :- (پُرسکون ہوکر) اوہ ... مجھے افسوس ہے، میں پچھلے چند دنوں سے تمہیں لکھ نہیں سکا.

مُورت :- چند ہفتوں سے تیمور ... بہرحال مجھے تمہاری خبر ملتی رہی. تمہاری اور تمہارے سکائی راکٹنگ سوشل سٹیٹس کی.

تیمور :- تمہارا سامان کہاں ہے ؟ کہاں ٹھہری ہو ؟

مُورت :- ملازموں کو رخصت کر دیا ہے سامان ایک رشتہ دار کے تہہ خانے میں بند ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں .. بس ہوں. تمہیں زیادہ ڈسٹرب نہیں کروں گی. کبھی کبھار آکر دیکھ جایا کروں گی.

تیمور :- کیسی باتیں کر رہی ہو مُورت ... یہ سب کچھ میں تمہارے لیے ہی تو کر رہا ہوں. اپنی مُورتی کے لیے.

مُورت :- میرے لیے نہیں- اپنی بچگانہ انا کے لیے. میرے لیے تم خود کافی ہو. (پاس آکر) مُور اب تو تم میری سطح پر آگئے ہو، میں بلند تو نہیں ...

تیمور :- پلیز مُورت صرف تھوڑی سی مہلت دے دو ... میں.

مُورت :- تم لوگوں کو زندگیاں بیچتے ہو. عدم کی- اور مجھے ... ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے. مجھے جمع کر دو مُور ... اب تمہیں کس شے کی تلاش ہے ؟ تم بے شک ساری عمر پرواز میں رہو. لیکن بالآخر تمہارے سامنے تمہارا اپنا ہی عکس ہو گا. تم خود سچ ہو (منگنی کی انگوٹھی دکھا کر) کہیں تم

Marfat.com

اپنے فیصلے پر پشیمان تو نہیں ہو مُورت؟

(قدم آدم آئینے کے پاس جاتی ہے) دیکھو مُورت یہاں صرف تم ہو۔ نہ تمہارا سوشل سٹیٹس اور نہ باہر کھڑی شاندار کار۔ صرف تم۔

تیمور :- میری چاہت میں تو کمی نہیں آئی... اُس گھاس میں سلگتی آگ کی طرح پھیلتی ہی جا رہی ہے۔

مُورت :- آگ پھیلنے سے راکھ کا میدان بھی توسیع ہو رہا ہے۔

تیمور :- مورتی سُنو.... میں بتانا نہیں چاہتا تھا۔ مگر میں تمہیں شادی کے تحفے کے طور پر ایک سرپرائز دینا چاہتا ہوں۔ ایک ایسی شے جو... (فون بجتا ہے۔ اٹھاتا ہے) جی تیمور... جناب... قبلہ ہم خادم کس کے ہیں۔ میں ابھی حاضر ہوا۔ جی پرپوزل فارم ساتھ لے کر آ جاؤں گا۔ بس دس ہزار... چیک بھر آ جائے گا... میں ابھی....

فون رکھ کر مُڑتا ہے۔ مُورت جا چکی ہے۔

سترھواں منظر

ایک وسیع لان کے درمیان میاں ریاض بنیان اور نیکر پہنے سائیڈ ٹیبل پر مشروبات۔ جاسوسی ناول پڑھ رہا ہے۔ تیمور آتا ہے۔

تیمور :- اسلام علیکم میاں صاحب

میاں :- واعلیکم... جی؟

تیمور :- (جیب میں سے کارڈ نکال کر) میاں صاحب کل ٹینس کلب میں ملاقات ہوئی تھی... آپ نے اپنا کارڈ...

میاں :- ارے ہاں۔ آپ وہی ذہین نوجوان ہیں ناں جنہیں میں نے بُری طرح ہرایا تھا؟

تیمور :- سر آپ ایسے ٹینس پلیئر تو دنیا میں کم ہی ہوں گے۔ شائید ومبلڈن میں۔ مگر وہ بھی شائید . . . .

میاں :- بہت مہربانی . . . سنا ہے کدھر سیر ہو رہی ہے ؟

تیمور :- بس کیا بتاؤں ایک نہایت بے ہنگم منصوبے کے تحت گھر سے نکلا تھا۔ دراصل مجھے کتّوں سے سخت نفرت ہے۔

میاں :- واقعی ؟

تیمور :- ہمارے محلّے میں بہت ہیں۔ میں روزانہ ایک کو پکڑ کر تھیلے میں بند کرتا ہوں اور دریا میں ڈبو آتا ہوں۔

میاں :- بہت خوب . . . چائے پیو گے۔

باتیں کرتے ہیں اور آخر میں فارم پر دستخط اور چیک۔

اٹھارہواں منظر

تیمور کے گھر، چائے کی میز۔ تیمور ایک کتاب پڑھ رہا ہے اور ہنستا چلا جا رہا ہے۔ مُورت بور ہو رہی ہے۔ بالآخر اُکتا کر کہتی ہے۔

مُورت :- اگر لطیفے پڑھ رہے ہو تو مجھے بھی سناؤ تا کہ میں بھی دانت نکال سکوں۔

تیمور :- (اس کی جانب دیکھے بغیر) سبحان اللہ کیا کیا نسل کے کتّے بنائے ہیں اللہ میاں نے رشین پوڈل، افغان ہاؤنڈ، سینٹ برنارڈ، ڈوبرمین پنسر، فاکس ٹیریئر، بل ٹیریئر . . .

مُورت :- یہ لطیفے ہیں ؟

تیمور :- (اُسی محویت سے) نہیں کتّے ہیں۔ بُل ٹیریئر ۱۸۰ سے ۲۰۰ پاؤنڈ تک ہوتا ہے، اور بچّوں کو بہت پسند کرتا ہے ؟

مُورت :- بڑوں کو کیوں نہیں کرتا ؟

Marfat.com

تیمور :۔ مجھے کیا پتہ۔۔ کتاب میں یہی لکھا ہے۔

مُورت :۔ یہ آناً فاناً تمہیں کتّوں سے کیوں عشق ہوگیا ہے۔

تیمور :۔ مسز نسرین حیات کی وجہ سے۔۔ مسز نسرین حیات۔ خاوند فوت ہوچکا ہے مگر یونہی نہیں بہت امیر ہوکر۔ مسز حیات گرمیوں کا موسم فرنچ ریویرا میں گذارتی ہیں خزاں پیرس میں اور سردیاں اٹلی میں۔ صرف آرام کی خاطر پاکستان آتی ہیں۔ ان کا واحد شوق کتّے ہیں۔

مُورت :۔ مُور

تیمور :۔ ہوں۔

مُورت :۔ کُتّے بے حد وفادار ہوتے ہیں ناں ؟

تیمور :۔ ہاں

مُورت :۔ مالکن سے ہمیشہ ہمیشہ محبت کرتے ہیں ؟

تیمور :۔ ہاں

مُورت :۔ اور اس کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتے۔

(آبدیدہ ہوجاتی ہے)

تیمور :۔ اوہ مُورت۔۔۔ اب تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ مسز حیات کے ہاں جارہا ہوں۔ اگر انہوں نے انشورنس کروالی تو میرے پاس اتنی رقم۔ بس شام تک انتظار کرو۔۔۔ لیکن مُورت۔۔۔ تم مجھے بتاتی کیوں نہیں کہ تم کہاں ٹھہری ہوئی ہو؟ بس آجاتی ہو اور چلی جاتی ہو۔

مُورت :۔ ہیں آکر جانا تو نہیں چاہتی۔۔۔ (تیمور کو دیکھتی ہے پھر میز پر سے چند خط اٹھا کر دیتی ہے) تمہاری آمد سے قبل یہ ڈاک آئی تھی۔

تیمور :۔ واپسی پر دیکھ لوں گا۔

مُورت :- میرا خیال ہے یہ خط... بہت اہم ہے۔ اسے ضرور پڑھ لو۔

تیمور خط کھول کر سرسری نظر ڈالتا ہے اور پھینک دیتا ہے۔

مُورت :- کیا لکھا ہے؟

تیمور :- پتہ نہیں فلاں منزل فلاں کمرہ نمبر... تھنک اپارٹمنٹ۔

مُورت آہستہ آہستہ سے خط اٹھاتی ہے اور تیمور کی جانب دیکھتے ہوئے پڑھتی ہے۔ اس کی آواز میں تھرتھراہٹ اور گونج ایسی کہ واضح طور پر بالکل پتہ نہیں چلتا کہ کیا کہہ رہی ہے صرف شائبہ سا ہوتا ہے۔

مُورت :- تلاش عبث ہے۔ سب کچھ تم ہو۔ تم خود۔ کاف منزل۔ کمرہ نمبر ۱۱۔ آجاؤ۔ آؤ... مجھے انتظار ہے۔

انیسواں منظر

ایک POSH بیڈروم۔ فرنیچر فرنچ سٹائل۔ پردے بھاری ایک عورت لمبے گاؤن میں۔ ہیئرڈو نہایت ماڈرن۔ مگر گردن پر پلاسٹر چڑھا ہوا پلنگ پر نیم دراز ہے۔ تیمور داخل ہوتا ہے۔

تیمور :- مسز حیات، اجازت ہے۔ (وہ اشارے سے بولنے کو کہتی ہے) آپ علیل ہیں۔ میں آپ کو اس طرح ڈسٹرب کرنے پر بے حد نادم ہوں مگر کیا کیا جائے۔ مسئلہ زندگی یا موت کا ہے... اور اس شہر میں سوائے آپ کے اور کوئی میری مدد نہیں کر سکتا۔ (مسز حیات کی طرف دیکھتا ہے مگر وہ چُپ ہے) دراصل کُتا ہے۔ ڈوبرمین پنسر جرمن نسل جیسا کہ آپ جانتی ہیں، جسم پہ بال نہیں ہوتے، دُم اوپر کو اٹھی ہوئی۔ ون مین ڈاگ یعنی اکیلے آدمی کے لیے انتہائی موزوں۔ تو وہ بے چارہ شدید بیمار ہے۔

مسز حیات :- آپ اسے گوشت کون سا کھلاتے ہیں؟

Marfat.com

تیمور :- برکت قصائی کی دکان کا.

مسز حیات :- اوہ ... اوہ ... دی لوکل سٹف ... زہر... آپ اسے امپورٹڈ گوشت کھلائیے۔ یہی ڈاگ فوڈ ... خاص طور پر کتوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے. حیاتین سے بھرپور ... سو روپے میں ایک پاؤنڈ کا ڈبہ مل جاتا ہے آپ کتوں سے شفقت کرتے ہیں؟

تیمور :- (فرفر طوطے کی طرح کہتا ہے) رشین پوڈل سینٹ برنارڈ- سپینئل- اور آپ ایک کتورے کو دونوں کانوں سے پکڑ کر ہوا میں بلند کریں. اگر اس کی پیڈگری درست ہوگی تو چپ رہے گا. اگر دوغلا ہوگا تو چوں چوں کرے گا. میڈم میں ڈوگ لوَر ہوں. جان دیتا ہوں کتوں پر.

مسز حیات :- مجھے نفرت ہے ان احمق درندوں سے.

تیمور :- (شدید حیرت سے) یعنی آپ کتوں کو پسند نہیں کرتیں؟

مسز حیات :- ایک ہفتہ پہلے کرتی تھی اب مجھے بلیاں پسند ہیں.

تیمور :- (کچھ دیر تذبذب میں رہ کر پھر موضوع بدلنے کی کوشش کرتا ہے) ریڑھ کی ہڈی شائد DISLOCATE ہوگئی ہے اس لیے پلستر....

مسز حیات :- اوہ یہ ... یورپ میں سکی انگ کے دوران گر پڑی تھی...

تیمور :- میں اس پلستر کی لمبائی سے اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس کے اندر ایک بے پناہ خوب صورت گردن ہے. بالکل راج ہنس ایسی...

مسز حیات :- (بناوٹ سے شرماتے ہوئے) اوہ REALLY... مسٹر... کیا نام ہے آپ کا؟

تیمور :- جی تیمور...

تھوڑی دیر باتیں کرتے ہیں۔ تیمور فارم رکھتا ہے. اور وہ چیک کاٹ کر دیتی ہے.

Marfat.com

تیمور چیک اٹھا کر دیکھتا ہے، خوشی کے جذبات۔

بیسواں منظر

(پراپرٹی ایجنٹ کا دفتر)

ایجنٹ :۔ (مکان کی چابیاں دراز میں سے نکال کر میز پر رکھتے ہوئے) بے شمار لوگ مس مورت خاں کا گھر خریدنا چاہتے تھے ... مگر میں نے صرف آپ کی خاطر لاکھ حیلوں سے بہانے بنا کر بچائے رکھا ...

تیمور :۔ (چیک دیتے ہوئے) یہ لیجئے پوری رقم (ایجنٹ چابیاں تھماتا ہے) شکریہ۔ بقیہ کاغذات پھر مکمل ہو جائیں گے۔

(چابی ہاتھ میں تھامے ہوئے تیزی سے باہر نکل جاتا ہے)

اکیسواں منظر

(تیمور بے حد خوش ہے۔ ہاتھ میں چابی ہے۔ اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ سامنے آئینے میں عکس دیکھتا ہے۔ پھر اندر جا کر مورت کو پکارتا ہے۔ مورت وہاں نہیں ہے۔ بہت پریشان ہوتا ہے۔ فون اٹھاتا ہے۔ مگر پھر رکھ دیتا ہے پھر کچھ سوچ کر تیزی سے اٹھ کر باہر نکل جاتا ہے۔ . مورت کے پہاڑی گھر میں پہنچتا ہے، چابی لگا کر دروازہ کھولتا ہے۔ مکان بالکل خالی ہے۔ مورت کو تلاش کرتا ہے۔ پکارتا ہے۔ بیٹھ جاتا ہے۔ (یہاں پر "میں مورت ہوں"۔ "وہاں تم ہو" کے مکالمے اوور لیپ ہوتے ہیں) .... پریشانی کے عالم میں سر جھٹکتا ہے۔ جیسے سوچ رہا ہے کہ مورت اس وقت کہاں ہو سکتی ہے۔ پھر مورت کی آواز اسی تھرتھراہٹ کے ساتھ بار بار پکارتی ہے۔ تلاش عبث ہے۔ سب کچھ تم ہو۔ سچ ہو۔ کاف منزل نمبر ... کمرہ نمبر ا۔ فوراً باہر نکلتا ہے۔ طویل سیڑھیاں جن پر تیمور تیزی سے جا رہا ہے۔ پھر ایک دروازہ۔ اسے وہ کھولتا ہے۔ سامنے ایک راہداری۔ دونوں طرف دروازے۔ یہاں بھی کاف

Marfat.com

منزل ... . کمرہ نمبرا کے الفاظ گونج رہے ہیں. ایک دروازہ کھولتا ہے. اندر کچھ نہیں . خالی ہے. بند کرتا ہے. پھر دوسرا دروازہ. پھر تیسرا اور پھر آخری دروازہ کھولتا ہے . ایک خالی کمرہ درمیان میں ایک کُرسی پر تیمور خود بیٹھا ہے جیسے ایک بُت ہو. تیمور شاک کی کیفیت میں آہستہ آہستہ سے دروازہ بند کر دیتا ہے پھر پیچھے ہٹتا ہے. پھر اپنے حواس مجتمع کر کے آہستہ آہستہ دوبارہ دروازہ کھولتا ہے. اب وہاں اس کرسی پر مُورت بیٹھی ہوئی ہے . . . حیرت زدہ ہو کر آگے بڑھتا ہے. اور بے حد سکون سے اس کے قدموں میں بیٹھ جاتا ہے .

○ دشتِ تنہائی

کردار

۱- گیتی قاسم —— بیس سے پچیس سال، سوچنے، سمجھنے، محسوس کرنے والی اور ہمدردی رکھنے والی لڑکی جس پر دولت اثرانداز نہیں ہوئی۔ جسے قدرت اپنی طرف کھینچتی ہے۔

۲- مُراد بابا —— ایک باوقار بلوچ بوڑھا جو صرف ضرورت کے تحت چند ماہ کے لیے قاسم صاحب کے ہاں چوکیدار ہے۔

۳- تیمور —— گیتی کا منگیتر۔ بڑا کاروباری۔ ہینڈسم اور بہت پُراعتماد۔

۴- قاضی —— تیمور کا P-A جو یونیورسٹی سے بزنس ایڈمن کر چکا ہے۔ تیمور سے متاثر اور قدرے خوفزدہ۔

۵- قاسم —— گیتی کا کروڑپتی باپ۔ سانس کا مریض۔

۶- صالح —— مُراد بابا کا بیٹا۔

۷- خانم اور ثریّا —— صالح کی بیٹیاں۔

۸- خان زمان —— خانہ بدوش قافلے کا بزرگ اور بڑا۔ قدرے دُرشت۔

۹- گُل شیر —— تقریباً ۷۰ برس کا بوڑھا۔ تفصیل سکرپٹ میں۔

Marfat.com

۱۰۔ ——— جیپ کا ڈرائیور اور گائیڈ۔

۱۱۔ ببر خان ——— سازندہ جو صحراؤں میں گھومتا ہے اور جس کا کوئی گھر نہیں۔

۱۲۔ حُسن بانو ——— (چونکہ پچاس برس پہلے کی لڑکی ہے۔ اس لیے کوئی پرانا چہرہ)

۱۳۔ جہاں شیر ——— گُل شیر کا باپ۔

۱۴۔ ——— حُسن بانو کا باپ۔

۱۵۔ ——— حُسن بانو کے بھائی۔ گُل شیر کے بھائی۔ خانہ بدوش عورتیں بچّے وغیرہ۔

نوٹ ——— بہتر یہ ہوگا کہ تمام اداکار سادہ اردو لہجہ اپنائیں۔ اگر خصوصی لہجہ اپنانا ہے تو تمام کردار ایسا کریں۔

Marfat.com

منظر ۔۱

(بلوچستان کے بارے میں ایک باتصویر رسالہ ہے۔ جس کے مختلف صفحوں پر وہاں کے صحرا، گاؤں اور جانوروں کی تصاویر ہیں۔ باشندوں کے کلوزاپ ہیں۔ اگر رسالہ نہ مل سکے تو تصاویر حاصل کر کے ان کی البم بنالی جائے۔۔ منظر اونٹوں کے ایک کارواں کی تصویر پر کھلتا ہے۔۔ صفحہ پلٹتا ہے تو دوسرا منظر۔۔۔۔ اسی طرح پانچ چھ تصاویر دکھاتے ہیں بالکل کلوز ہیں۔ ان پر ڈرامے کے ٹیلپ چل سکتے ہیں۔ ایک باریش اور باوقار بوڑھے کی تصویر دکھاتے ہیں۔ کیٹی کی آواز اوور لیپ ہوتی ہے" بابا یہ تو بالکل آپ کی تصویر لگتی ہے۔" اس کے ساتھ ہی پُل آوٹ کرتے ہیں۔ ایک کروڑ پتی گھرانے کا عالی شان ڈرائینگ روم۔ فرانسیسی طرز کا فرنیچر، فانوس، بڑی کھڑکیاں۔ کیٹی ایک صوفے پر نیم دراز، مختلف رسائل کتابیں اور کاغذات اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے، ڈرائینگ روم کے دوسرے سرے پر ایک بلوچ بوڑھا بابا مُراد آلتی پالتی مارے قالین پر بیٹھا ہے انتہائی پُروقار طریقے سے۔ کیٹی حیرت سے سر اٹھاتی ہے۔ کیونکہ اسے جواب نہیں ملا)

کیٹی :۔ بابا مُراد آپ نے میری بات نہیں سنی۔

مُراد :۔ (کان پر ہاتھ رکھ کر) آپ کے اور میرے درمیان فاصلہ بہت ہے بی بی۔

کیٹی :۔ تو نزدیک آجائیں۔

مُراد :۔ میں یہیں ٹھیک ہوں بی بی، آپ بات کریں۔ اب میں غور سے سُنوں گا۔

کیٹی :۔ (رسالہ دکھاتے ہوئے) میں کہہ رہی تھی کہ یہ تصویر۔۔۔ بالکل آپ کی لگتی ہے۔

مُراد :۔ (آنکھیں میچ کر تصویر دیکھتا ہے۔ اور بڑے اطمینان سے کہتا ہے) میرے بھائی کی ہے۔

کیٹی :۔ (اُٹھ کر اس کے قریب جاتی ہے) سچ بابا مُراد۔

Marfat.com

مُراد :- (مُسکراتا ہے) ویسے میں نے اپنے اس بھائی کو دیکھا نہیں ہوا.

کیٹی :- یہ کیسے ہو سکتا ہے بابا.

مُراد :- بھئی یہ ہماری عمر کا آدمی ہے، ہمارے جیسا ہے، ہمارے وطن کا ہے تو بھائی ہوا ناں ؟

کیٹی :- (سمجھتے ہوئے) — OH BABA, YOU ARE JUST MAG-NIFICENT.

مُراد :- جی بی بی ؟

کیٹی :- (رسالہ رکھ کر ایک فائل کھولتی ہے) یہ تصویریں تو میں دیکھ رہی تھی ذرا FEEL ATMOSPHERE کو کرنے کے لیے. اب آیئے تھیسس کی طرف عنوان ہے "بلوچستان کے خانہ بدوش قبائل" — بابا کیا یہ مزے دار بات نہیں ہے کہ اس تھیسس پر نام تو میرا ہوگا، کیٹی قاسم کا لیکن یہ سارے کا سارا آپ کا لکھایا ہوا ہے . . .

مُراد :- (ہنس کر) بی بی میں بھی تو مزے میں رہتا ہوں ناں، باہر دھوپ میں چوکیداری کرنے کی بجائے ادھر ٹھنڈے کمرے میں قالین پر بیٹھا رہتا ہوں. اور اپنے وطن کی باتیں کرتا رہتا ہوں. (اس دوران ڈنر جیکٹ میں ملبوس ایک پڑھا لکھا VALET یا معزز و بیٹر چپکے سے جُوس کا ایک گلاس کیٹی کے قریب رکھ کر چلا جاتا ہے)

کیٹی :- اچھا بابا خانہ بدوشوں کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے ؟

مُراد :- پانی اور اونٹ.

کیٹی :- وہ کس طرح

مُراد :- پانی ملتا نہیں اور اونٹ اکثر مر جاتے ہیں.

کیٹی :- (مصنوعی غصّے سے ، بابا ـــــ آج سے تین ماہ بعد مجھے تھیسس SUBMIT کرنا ہے اور چار ماہ بعد تیمور صاحب بارات لے کر آجائیں گے اور آپ ...

مُراد :- تیمور صاحب اچھا آدمی ہے ۔

کیٹی :- ہونہہ اچھا آدمی ہے ۔ وہ اور اس کے SHIPS مشینوں میں گھرا ہوا مشینی آدمی ۔ بہرحال .... بابا آپ یہ بتائیں کہ آپ کے وطن میں لوگ خوش کس طرح ہوتے ہیں ؟

مُراد :- (خوب ہنستا ہے) اس طرح ۔

کیٹی :- (بناوٹی غصّہ) میرا مطلب ہے فارغ اوقات میں تفریح کے لیے کیا کرتے ہیں ؟

مُراد :- ہمارے پاس فارغ وقت ہوتا ہی نہیں کیٹی بی بی ۔

کیٹی :- اس طرح تو یہ تھیسس کبھی مکمل نہیں ہوگا ۔

مُراد :- (سنجیدگی سے) ہاں نہیں ہوگا ۔

کیٹی :- کیوں مُراد بابا ؟

مُراد :- کیٹی بی بی میرے وطن کے صحراؤں اور موسموں کی خوشبو ان بند کمروں تک نہیں آسکتی ۔ آپ کو ان کے پاس جانا ہوگا ۔ آپ کے شہر میں آسمان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں ۔ ہمارے گاؤں میں پورا آسمان ہے ۔

کیٹی :- لیکن آپ کی بات چیت ....

مُراد :- میں آپ کو جو کچھ بتاتا ہوں وہ جب آپ لکھ دیتی ہیں تو وہ مُردہ ہوجاتا ہے ۔ آپ کو جو میں نے کہانی سنائی تھی اپنے گاؤں کی ، وہ آپ نے لکھی پھر مجھے سنائی تو وہ مر چکی تھیں ، وہ تو میری کہانی ہی نہیں تھی ۔ کسی اور گاؤں کی کہانی تھی ...

Marfat.com

کیٹی :۔ (جوس کا ایک گھونٹ بھرتی ہے) تو پھر مُراد بابا .

مُراد :۔ آپ یہ جو ٹین کا جوس پیتے ہیں مالٹے کا، اچھا ہے ؟

کیٹی :۔ (حیرت سے) ہاں .

مُراد :۔ اسی لیے اچھا ہے کہ آپ نے کبھی تازہ مالٹے کا رس تو پیا نہیں کیٹی بی بی، ٹین میں تو اس کی خوشبو مر جاتی ہے . باقی صرف پانی رہ جاتا ہے . آپ کو ان کے پاس جانا ہوگا .

کیٹی :۔ اور تیمور . . . . وہ مشینی آدمی مجھے جانے دے گا .

مُراد :۔ تیمور صاحب اچھا آدمی ہے .

کیٹی :۔ اور ڈیڈی ؟

مُراد :۔ قاسم صاحب بھی اچھا آدمی ہے .

کیٹی :۔ تمہارے لیے تو پوری دنیا اچھا آدمی ہے بابا . . . (ڈرائینگ رُوم کو دیکھتی ہے) تمہارے خیال میں یہ ایک بڑا سا ٹین ہے جس میں ہم بند ہوں . . . PACKED ہوں . . . اور یہاں خوشبو نہیں آسکتی . (بیٹھ کر سوچتی ہے پھر ٹیلی فون کی طرف دیکھتی ہے)

CUT

منظر ۲

(تیمور کا دفتر ۔ ایک بہت بڑے ایگزیکٹو کا دفتر ۔ تیمور ایک صاحب قسم کا آدمی نہیں بلکہ ایک پریکٹیکل ، تیز اور انتہائی دانش مند کاروباری ہے اور بالکل مشین کی طرح کام کرتا ہے ۔ تیز تیز بولتا ہے . سٹر سینزا اور پاذز . بہت کم ۔ تیمور فون پر بات کر رہا ہے . سامنے قاضی کھڑا ہے . اس کا P.A دُبلا پتلا عینک لگائے باس سے بہت ڈرتا ہے . بہت پڑھا لکھا ہے)

Marfat.com

تیمور :۔ (فون پر) LOOK HERE IF YOU CAN'T KEEP YOUR END OF THE BARGAIN THEN I CAN'T KEEP MINE THE DEAL IS OFF ....

(قاضی سے، شمسی تھا... اس کے ساتھ کوئی لین دین نہ کیا جائے....

ہاں تو قاضی یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو؟

قاضی :۔ کچھ نہیں سر۔

تیمور :۔ تو پھر جاؤ (قاضی جانے لگتا ہے) سُنو۔ میرا خیال ہے میں نے تمہیں بلایا تھا۔

قاضی :۔ جی سر۔

تیمور :۔ تو پھر بتاتے کیوں نہیں کہ میں نے تمہیں بلا تھا۔

قاضی :۔ آپ نے مجھے بلایا تھا سر۔

تیمور :۔ (زیرِ لب بڑبڑاتا ہے) STUPID FISH، اوہ ہاں کل جرمن ڈیلیگیشن کے ہیڈ نے تمہاری ٹائی کی تعریف کی تھی۔ (قاضی سر ہلاتا ہے) تو سٹیوپڈ فِش تم نے فوراً اپنی ٹائی اتار کر اُسے PRSENT کیوں نہیں کر دی؟

قاضی :۔ (ٹائی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے) اب کر دوں سر!

تیمور :۔ جرمنی جا کر کرو گے؟ وہ واپس جا چکے ہیں، آج صبح کی فلائٹ سے۔ قاضی صاحب آپ نے یونیورسٹی سے بزنس ایڈمن کی ڈگری تو حاصل کر لی ہے مگر۔ YOU DON'T KNOW THE A·B·C OF BUSINESS ہمارے جتنے غیر ملکی کسٹمرز آتے ہیں۔ آپ کو ان کی ہر خواہش پوری کرنی چاہیئے۔ (فون آتا ہے ... تیمور :۔ ہیلو اسد... نہیں نہیں مجھے ٹوٹل کنسائن منٹ چاہیئے۔ مارکیٹ میں کسی اور کو مت دو۔ اور ہاں میں تین ڈالر فی درجن زائد PAY کروں گا... ٹھیک ہے.... فون بند کرتا ہے) ہاں تو

Marfat.com

قاضی صاحب . . .

قاضی :۔ جی سر !

تیمور :۔ آج کا کیا پروگرام ہے .

قاضی :۔ سر جاپانی ڈیلی گیشن کے لیے ہوٹل اکاموڈیشن ریزرو ہو چکی ہے . تین گاڑیاں ان کے ڈسپوزل پر ہوں گی . انہیں تمام فیکٹریاں دکھائی جائیں گی .

تیمور :۔ اور یہ مت کہہ دینا کہ یہ فیکٹریاں ہماری نہیں ہیں اور ہم صرف ان سے مال خریدتے ہیں .

قاضی :۔ نہیں سر !

تیمور :۔ (فون اٹھاتا ہے) مس سمیرہ ابھی تک ہانگ کانگ کی کال کیوں نہیں ملائی آپ نے . . . ٹھیک ہے ، ٹھیک ہے ریمائنڈ کروائیں اُنہیں . . . . ہاں تو قاضی .

قاضی :۔ رات کو آپ ڈنر دے رہے ہیں . . .

تیمور :۔ میں نہیں دے رہا . تم دے رہے ہو . میں صرف آؤں گا . (فون آتا ہے) ہاں . . ملاؤ (قاضی سے) میں آجاؤں گا . (قاضی جاتا ہے) ، ہیلو کیٹی . اے سرپرائز . . . ہاں ہاں پلیزنٹ سرپرائز . . . آج رات ؟ بھئی شام کو گھوم لیں گے . . . نہیں . . . آج رات تو . . . بس فوراً گرم ہو جاتی ہو کیٹی قاسم دراصل ایک جاپانی ڈیلی گیشن . . . وہ جرمن تھے . . . شادی کے بعد تو . . . . اچھا بابا آجاؤں گا . (فون رکھتا ہے تو ایک اور فون بجتا ہے)

——— CUT ———

دکیٹی کا ڈرائننگ روم ، بڑی ڈائننگ ٹیبل جس پر کٹلری اور کراکری سجی ہوئی ہے . ویٹر خاموشی سے سرو کر رہا ہے . کیٹی . تیمور اور قاسم . تیمور منہ میں ڈالنے

کو ہے کہ منظر کھلتا ہے)

تیمور :۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قاسم :۔ OUT OF QUESTION

کیٹی :۔ مگر کیوں ڈیڈی؟ کیا حرج ہے؟

قاسم :۔ حرج؟ (کھانستا ہے) اُن ویرانوں میں ALL ALONE بھی جان کا خطرہ ہے۔

تیمور :۔ (مسکرا کر) اور کیٹی ڈیر... وہاں ناشتے کے لیے اٹالین کوفی اور فرنچ رولز وغیرہ بھی نہیں ملتے.. تم تو دو روز میں توبہ توبہ کرتی بھاگ آؤ گی۔

کیٹی :۔ میں تمہاری طرح مشین نہیں ہوں۔

تیمور :۔ GRANTED مگر تمہیں ان آسائشوں کی عادت ہو چکی ہے۔ وہاں صحراؤں میں کہاں دھکّے کھاتی پھرو گی۔ اور پتہ ہے اونٹوں میں سے بُو بھی آتی ہے۔

THEY SMELL.

قاسم :۔ تمہاری شادی میں صرف چار ماہ باقی ہیں۔ پیرس کے ڈیزائینر انہی دنوں اپنے LATEST DRESSES کا DISPLAY کرتے ہیں۔ تم جا کر کم از کم اپنے لیے شاپنگ ہی کر لو... کیوں تیمور۔

تیمور :۔ ہاں کیٹی PARIS WILL DO YOU GOOD.

کیٹی :۔ مجھے یورپ پسند نہیں۔ ڈیڈی پلیز...

قاسم :۔ (مسکرا کر) میں یہاں اُداس ہو جاؤں گا تمہارے بغیر..

کیٹی :۔ آپ کو تو پتہ بھی نہیں چلے گا ڈیڈی اور میں واپس آجاؤں گی۔ یہاں بھی تو کئی کئی دن آپ سے ملاقات نہیں ہوتی۔ بس بزنس۔ بزنس۔ بزنس۔

تیمور :۔ (کھانس کر) ہاں بزنس... انسان بھی کتنا مجبور ہے (اٹھتا ہے) اب مجھے

Marfat.com

جاپانی ڈیلی گیشن کے ساتھ دوبارہ کھانا کھانا ہوگا... اجازت.. دکیٹی منہ پھیر لیتی ہے، خدا حافظ.... دکیٹی اور قاسم تھوڑی دیر خاموش بیٹھے رہتے ہیں. جیسے کچھ کہنے کو باقی نہیں رہا.

قاسم :- دگھڑی دیکھتا ہے، چند دوست اکٹھے ہو رہے ہیں ایک جگہ.... جانا تو نہیں چاہتا مگر وعدہ کر رکھا ہے.. تم دی سی آر پر کوئی مووی دیکھ لو. میں جلد ہی آجاؤں گا. دقدرے شرمندہ سا ہو کر چلا جاتا ہے. کیمرہ کیٹی پر جاتا ہے جس کی آنکھوں میں ہلکی نمی ہے)

کیٹی :- اشفاق...

(اشفاق یعنی VALET داخل ہوتا ہے. یہ شخص بالکل ہوں ہاں نہیں کرتا صرف خاموشی سے سنتا ہے اور کام کرتا ہے.

کیٹی :- مُراد بابا کو بلاؤ.

(اشفاق جاتا ہے کیٹی بلوچستان والا رسالہ دیکھتی ہے. بوڑھے کی تصویر آتی ہے تو کیمرہ اپ ہوتا ہے. سامنے مُراد بابا کھڑا ہے)

مُراد :- جی کیٹی بی بی.

کیٹی :- بیٹھ جائیں.

(مُراد حسبِ عادت دُور جا کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ جاتا ہے)

کیٹی :- اتنی دور نہیں، آپ کے اور میرے درمیان فاصلے کم ہونے چاہئیں.

(کیٹی اٹھتی ہے اور مُراد کے قریب جا کر قالین پر بیٹھ جاتی ہے)

کیٹی :- آپ نے کہا تھا کہ تیمور صاحب اچھا آدمی ہے. (مُراد سر ہلاتا ہے) وہ اچھا آدمی نہیں ہے... میں اور آپ اچھے آدمی ہیں. کیونکہ ہم دونوں کو ادنٹوں سے بُو نہیں آتی.

——— CUT ———

Marfat.com

منظر ۴

مونتاژ

مُراد بابا اور کیٹی جہاز کی سیڑھیاں اُتر رہے ہیں کیٹی نے ایک چھوٹا سا ربار سیک کاندھے سے لٹکا رکھا ہے. ایئرپورٹ سے باہر آتے ہیں. ایک بس میں سفر کر رہے ہیں جو کسی ویران سڑک پر جا رہی ہے، بس ایک جگہ رُکتی ہے. دونوں اُترتے ہیں مُراد اشارہ کرتا ہے، جیسے اُدھر میرا گاؤں ہے. دونوں پیدل چلنے لگتے ہیں. رات ہو جاتی ہے. ایک چھوٹے سے گاؤں میں داخل ہوتے ہیں. ایک کُتا بھونکتا ہے. کیٹی ٹھٹھک کر کھڑی ہو جاتی ہے.)

کیٹی :- بابا یہ کاٹتے تو نہیں؟

مُراد :- نہیں کیٹی بی بی، یہ میرے گاؤں کے کُتے ہیں. مجھے پہچانتے ہیں.

کیٹی :- اور مجھے؟

مُراد :- (ہنس کر) آپ بھی تو اسی گاؤں کی ہیں بی بی... آئیں وہ سامنے میرا گھر ہے.

دونوں چلتے ہیں. گھر تک پہنچتے ہیں. مُراد دستک دیتا ہے. مُراد کا مڈل ایجڈ بیٹا صالح دروازہ کھولتا ہے. باہر اندھیرا ہے)

صالح :- کون ہے؟

مُراد :- (ہنستا ہے) کمال ہے ادھر گاؤں کے کُتے مجھے پہچان لیتے ہیں اور میرا بیٹا پوچھتا ہے کہ.....

صالح :- (باہر نکل کر ہم آغوش ہو جاتا ہے) بابا آپ.... رب خیر کرے، بابا ہم نے تو سوچا تھا کہ آپ عید کو آئیں گے... (کیٹی کو دیکھتا ہے جو خاموش کھڑی ہے.

مُراد :- یہ کیٹی بی بی ہیں قاسم صاحب کی بیٹی.

صالح :- (گھبرا کر) اچھا؟... آئیں آئیں. یہن آجائیں آپ کا گھر ہے

Marfat.com

صالح :- (گھر کے اندر جاتے ہوئے) خانم۔ ثریاّ... ادھر آؤ۔ ادھر آؤ۔

(پچھلی کوٹھڑی سے دو لڑکیاں نکلتی ہیں۔ ایک نوجوان دوسری اس سے دو برس چھوٹی)

صالح :- دیکھو بڑا بابا آیا ہے اور اس کے صاحب کی بیٹی۔

کیٹی :- (ہاتھ بڑھا کر) میرا نام کیٹی ہے۔ (وہ چپکے کھڑی رہتی ہیں اور ہنستی ہیں۔ پھر کیٹی آگے بڑھ کر ان سے ملتی ہے)

صالح :- آپ بیٹھو بی بی....

مُراد :- تم کیسے ہو صالح۔

صالح :- اللہ کا شکر ہے۔ اور آپ ؟

مُراد :- اللہ کا شکر ہے...

(اتنے میں خانم دودھ کا گلاس اندر سے لاتی ہے اور کیٹی کو دیتی ہے)

کیٹی :- شکریہ (ایک گھونٹ بھرتی ہے تو ابکائی آتی ہے۔ بمشکل دوسرا گھونٹ بھرتی ہے۔ اور گلاس رکھ دیتی ہے۔)

خانم :- بکری کا دودھ ہے بی بی۔

کیٹی :- بکری کا ؟ (منہ بناتی ہے پھر مُسکراتی ہے) وہ بس ابھی عادت نہیں ہے ناں۔

مُراد :- (اپنی پوتیوں سے) یہاں کھڑی دیکھتی رہو گی مہمان کی طرف۔ کچھ بندوبست نہیں کرو گی ؟

(دونوں لڑکیاں ہنستی ہوئی اندر چلی جاتی ہیں) صالح، ہماری بی بی خانہ بدوشوں کے بارے میں کتاب لکھ رہی ہے اس لیے اِدھر آئی ہے.... کوئی قافلہ گذرا ادھر سے..؟

صالح :- خان زمان کا قافلہ آئے گا پرسوں صبح..

کیٹی :- میں اسے دیکھ سکوں گی؟

صالح :- خان زمان دوست ہے، میں آپ کو لے چلوں گا اُدھر۔

(ڈزالو)

(کھانا کھا رہے ہیں)

کیٹی :- یہ مُرغی تو بہت مزیدار ہے خانم۔

ثریّا :- بی بی ہم اس کے انڈے کھاتے تھے وہ بھی مزیدار (صالح گھورتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتی ہے)

کیٹی :- ایک ہی مرغی تھی آپ کے پاس (ثریّا چُپ رہتی ہے) بہت زیادتی کی آپ نے مُراد بابا۔ (کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتی ہے)

مُراد :- (پورے یقین سے) بی بی اللہ نے اس مُرغی آپ کا نام لکھا تھا۔ یہ تو آپ کے لیے تھی ... ہم نے تو اسے صرف پکایا ہے۔

(کیٹی بے حد متاثر ہوتی ہے اور کھانے لگتی ہے)

(ڈزالو)

(ایک چھوٹی کوٹھڑی میں سادہ چارپائی۔ دونوں لڑکیاں کیٹی کو بستر دکھاتی ہیں، اور چلی جاتی ہیں۔ کیٹی سخت بستر پر لیٹتی ہے اور پھر اسے اپنے شاہانہ بستر کا خیال آتا ہے۔ دیا بجھا کر سو جاتی ہے)

——— CUT ———

منظر ۵

ایک مونتاژ۔ کیٹی، ثریّا اور خانم سے باتیں کر رہی ہے۔ صبح ہو رہی ہے۔ گاؤں میں گھوم رہی ہے اور بڑی دلچسپی سے ہر شے دیکھ رہی ہے۔ رات کو بڑی خوش خوش کھانا کھاتی ہے اور سو جاتی ہے)

——— CUT ———

Marfat.com

منظر ۔ ۶

(مُراد کا گھر با صحن ۔ مُراد کوئی کام کر رہا ہے مثلاً چارپائی بنا رہا ہے ، کیٹی نوٹس لکھ رہی ہے ، لڑکیاں کھانا پکا رہی ہیں ، صالح داخل ہوتا ہے)

صالح :- اسلام علیکم (سب لوگ جواب دیتے ہیں)

مُراد :- تھک گئے ہو بیٹا ۔

صالح :- انسان تھکتا تو ہے بابا . . . . ان کی ماں زندہ رہتی تو شاید مجھے تھکن بھی نہ ہوتی .

مُراد :- اللہ کی مرضی صالح .

صالح :- آپ بھی ہمیں چھوڑ کر ادھر شہر چلے گئے ہیں .

مُراد :- (آہستہ سے تاکہ کیٹی نہ سُن لے) گذارا نہیں ہوتا تھا اس لیے گیا ۔ مرضی سے نہیں گیا ۔ خانم اور ثریّا کی شادی ہو جائے تو میں واپس آجاؤں گا ۔

صالح :- (کیٹی سے) آپ کیسے ہو بی بی ؟

کیٹی :- ہم اچھے لوگ ہیں ، ہمیں اونٹوں سے بُو نہیں آتی کیوں بابا ۔

مُراد :- (ہنستا ہے) ہاں بی بی ۔

صالح :- (حیرت زدہ ہو کر دیکھتا ہے ۔ پھر کچھ سوچ کر ایک دم کہتا ہے) بی بی جی خان زمان آگیا ہے ۔

کیٹی :- کون خان زمان ؟

صالح :- وہی قافلے والا . . . اس کا قافلہ تو آگیا ۔ ان کو آپ لوگ تو خانہ بدوش بولتا ہے ۔

کیٹی :- (بے حد خوش) کیا میں اُس سے مل سکتی ہوں ، اس کا قافلہ دیکھ سکتی ہوں ؟

Marfat.com

مُراد :- خان زمان ابھی ادھر رہے گا بی بی۔ کل صبح چلے جانا۔۔۔ دیکھے آنا۔۔۔۔
(ہنستا ہے) اس کے اونٹوں سے بُو آتی ہے۔

—— CUT ——

منظر ۷

(اگلی صبح۔ مُراد اور کیٹی گھر سے نکلتے ہیں۔ گاؤں سے باہر جاتے ہیں۔ ایک میدان میں خانہ بدوش خیمہ زن ہیں۔ خیموں میں بیٹھی عورتیں کیٹی کو دیکھتی ہیں، کتے بھونکتے ہیں۔ اونٹ جگالی کر رہے ہیں۔ ایک بہت بارُعب مونچھوں والا خانہ بدوش خان زمان بکری کا بچہ اٹھائے ہوئے آتا ہے۔ دونوں کو آتے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر بابا مُراد کو پہچان لیتا ہے)

سخی :- اوئے مُراد۔۔۔۔ اوئے بے وفا شخص آج ادھر کدھر آ گیا۔۔۔ آؤ آؤ۔۔۔
(آگے بڑھ کر ہاتھ ملاتا ہے)

مُراد :- تم کبھی مجھے ملنے کے لیے آئے ہو۔

خان زمان :- تم تو شہر میں رہتے ہو۔ خانہ بدوش کا شہر میں کیا کام (کیٹی کی طرف دیکھتا ہے) یہ ٹورسٹ ہے؟

مُراد :- نہیں ہم وطن ہے۔ میرے صاحب کی بیٹی ہے۔ تم لوگوں پر کتاب لکھ رہی ہے۔

خان زمان :- اچھا۔ لکھو لکھو۔

کیٹی :- اگر آپ مجھے اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں بتائیں گے تو ضرور لکھوں گی۔ آپ کے کتنے بہن بھائی ہیں؟

خان زمان :- (سوچ کر) چالیس

کیٹی :- چالیس۔

خان زمان :- ہم سب جو اکٹھے سفر کرتے ہیں بہن بھائی ہیں۔۔۔

Marfat.com

کیٹی :- (ہنس کر) اس طرح تو آپ کے بچّے بھی بہت ہوں گے۔

خان زمان :- یہ سب میرے بچّے بھی ہیں۔۔۔ اِدھر آؤ مُراد میرے خیمے میں تم کو قہوہ پلاؤں۔۔۔ (دونوں کو خیمے میں لے جاتا ہے۔

CUT

مونتاژ

(کیٹی قافلے میں گھوم پھر کر دیکھ رہی ہے، بچّوں کے ساتھ کھیلتی ہے۔ عورتیں جو کام کرتی ہیں وہ کام کرتی ہے۔ اونٹوں کا معائنہ کرتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مختلف ڈزالو دکھاتے ہیں۔ پھر قافلہ جانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اونٹوں پر سامان لاد رہے ہیں۔ خان زمان کوچ کے انتظامات کر رہا ہے۔ مُراد اور کیٹی دیکھ رہے ہیں۔ جب تیاری مکمل ہو جاتی ہے تو خان زمان آتا ہے)

خان زمان :- اچھا خدا حافظ مُراد۔۔۔ پھر ملیں گے اگر زندگی ہوئی۔

مُراد :- ہاں خان زمان پھر ضرور ملیں گے۔

خان زمان :- خدا آپ کو اپنی امان میں رکھے کیٹی بی بی دکیمرہ کیٹی پر جو گہری سوچ میں ہے۔ جیسے کوئی نیصلہ کر رہی ہو۔)

کیٹی :- خان زمان صاحب۔۔۔۔ آپ کا یہ سفر کتنے روز کا ہے؟

خان زمان :- دس روز جانا ہے اور پھر اُدھر دو دن کے بعد واپس اِدھر۔

کیٹی :- اگر۔۔۔ دیکھیں۔۔۔ آپ مجھے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔۔۔ میں۔۔۔ آپ کو کوئی تکلیف نہیں دوں گی۔

خان زمان :- سفر میں تنگی بہت ہوتی ہے۔

مُراد :- کیٹی بی بی؟

کیٹی :- بیس بائیس روز کی تو بات ہے مُراد بابا۔۔

Marfat.com

مُراد :۔ لیکن تیمور صاحب اور قاسم صاحب . . .

کیٹی :۔ ان کو میرا خط مل گیا ہوگا . . . اور پھر ان کو بزنس سے کہاں فرصت ہوگی. ہاں تو خان زمان صاحب کیا میں آپ کی ہم سفر بن سکتی ہوں؟

خان زمان :۔ (اس کے رُک سیک کو اس کے کندھے سے اتارتا ہے) یہ آپ کا سامان ہے؟ (ایک اونٹ پر رکھتا ہے) چلو بیٹھو، بسم اللہ کرو (اسے بھی اونٹ پر بٹھا دیتا ہے)

(کارواں کے سفر کا آغاز ہوتا ہے. بابا مُراد درمیان میں کھڑا ہے. پھر میدان خالی رہ جاتا ہے اور بابا مُراد اکیلا کھڑا دکھائی دیتا ہے.)

—— CUT ——

(کیٹی کا ڈرائینگ روم. تیمور اور قاسم ڈائننگ ٹیبل پر خاموش بیٹھے ہیں. ویٹر ایک کونے میں مودّب کھڑا ہے. قاسم سر اٹھاتا ہے اور ویٹر کو باہر جانے کا اشارہ کرتا ہے.)

قاسم :۔ پھر کیا کیا جائے؟

تیمور :۔ محترمہ پہلے تو یکدم غائب ہوگئیں. خیال تھا کہ لوٹ آئیں گی، چند روز میں اپنے خانہ بدوش دیکھ کر. اور اب لکھتی ہیں کہ میں ابھی دو تین ہفتے تک نہیں آسکوں گی . . . میں کیا بتاؤں کہ کیا کیا جائے؟

قاسم :۔ ذہن میں کبھی کبھار یہ خیال سر اُٹھاتا ہے کہ ہم نے اسے وہ رفاقت، وہ دوستی نہیں دی جو اس کی ضرورت تھی اس کا حق تھا ہم پر.

تیمور :۔ لیکن ماڈرن لائف ہمیں اتنا وقت تو نہیں دیتی کہ ہم بچّوں کے پاس بیٹھ کر گپ لگاتے رہیں. ڈیڈی . . . . آپ جو مشقّت کرتے ہیں. میں جو محنت کرتا ہوں، وہ کس کے لیے ہے؟

Marfat.com

قاسم :- مگر.... میں فکرمند ہوں...

تیمور :- وہ OLD GOAT مُراد بھی تو ہے اس کے ساتھ.

قاسم :- ہے... اور بہت نیک اور پُرخلوص آدمی ہے مگر.... میں پھر بھی فکرمند ہوں تیمور... تم اسے جاکر لے کیوں نہیں آتے ؟

تیمور :- (چونک کر) میں ؟... ڈیڈی میں تو ایک لمحے کے لیے فارغ نہیں ہوں. دو تین شپ منٹس بھیجنی ہیں اس ہفتے کے اندر اندر...

قاسم :- تو پھر میں چلا جاتا ہوں.

تیمور :- آپ کیسے جا سکتے ہیں. آپ کو تو سانس کی تکلیف ہے.

قاسم :- گیٹی میری بیٹی ہے تیمور اور خدانخواستہ اگر اسے کچھ ہو گیا تو پھر میں اپنا سانس بچا کر کیا کروں گا.

تیمور :- (قدرے سوچ کر) میں قاضی کو بھی ساتھ لے جاتا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ وہ صحرا میں دھکّے کھانے کے بعد اس وقت بائی ایئر واپس کراچی آ رہی ہوگی....

—— CUT ——

منظر ۸

(گیٹی پر بگ کلوز سے اوپن کرتے ہیں. اس کے چہرے پر ایک طمانیت سے پُر مُسکراہٹ ہے. پُل آؤٹ کرتے ہیں، تو وہ اونٹ پر بیٹھی ہوئی ہے اور کارواں جا رہا ہے.)

—— CUT ——

(کارواں کے چند شاٹس. پھر شام ہوتی ہے. کارواں رُکتا ہے. خیمے لگتے ہیں.... خان زمان دیکھ بھال کر رہا ہے. گیٹی (وہ تمام وقت کراچی کے جدید ترین لباسوں

میں ہے۔ اُس کا لباس بہت ہی نمایاں طور پر ماڈرن ہونا چاہیئے) ہاتھ میں نوٹ بُک پکڑے چیزیں لکھ رہی ہے۔ پھر خانہ بدوش عورتیں جو کام کرتی ہیں۔ ان کے ساتھ شریک ہوتی ہے، بچوں وغیرہ سے کھیلتی ہے۔)

——— CUT ———

(رات ہو چکی ہے۔ خان زمان کے خیمے میں ایک دو بچے، ایک دو خانہ بدوش عورتیں اور گیٹی کھانا کھا کر فارغ ہو چکے ہیں)

خان زمان :- آپ تو بہت تھک گئی ہوں گی گیٹی بی بی۔

گیٹی :- نہیں (مسکراتی ہے) میں نے تو زندگی کا پہلا سانس آج لیا ہے خان زمان صاحب ... میں تو اب تک ایک ڈبے میں بند تھی، پیکڈ تھی۔

خان زمان :- (کچھ نہ سمجھتے ہوئے) اس کا مطلب ہے کہ آپ تھکی نہیں۔

گیٹی :- تھک تو گئی ہوں لیکن آپ کے اونٹوں میں سے مجھے بُو نہیں آتی۔ THEY DO NOT SMELL.

خان زمان :- (قدرے ناگواری سے) اچھا اچھا، جاؤ اپنے خیموں میں آرام کرو۔ صبح منہ اندھیرے روانہ ہونا ہے۔

(گیٹی عورتوں کو سلام کرتی ہے اور باہر آ جاتی ہے)

——— CUT ———

(اپنے خیمے کی طرف جا رہی ہے۔ قافلے سے کچھ دور صحرا میں اُسے آگ جلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ قدرے خوفزدہ ہوتی ہے مگر پھر تجسس سے مجبور ہو کر قریب جانے لگتی ہے۔ جب وہاں پہنچتی ہے تو آگ کے سامنے ایک بوڑھا بیٹھا ہوا ہے۔ تقریباً ۷۰ برس کا لیکن جسمانی طور پر بالکل صحت مند اور توانا۔ بڑی بڑی چمکتی ہوئی آنکھیں، سفید داڑھی، چہرے پر ریت کے ذرّے، آگ کو گھور رہا ہے۔

کیٹی :- (ڈرتے ڈرتے) السلام علیکم۔

(بوڑھی نظریں اٹھا کر اسے کچھ دیر کے لیے گھورتا ہے۔ کیٹی پھر انتہائی خوفزدہ لہجے میں سلام کرتی ہے)

بوڑھا :- وعلیکم السلام

(کیٹی بوڑھے سے بے حد متاثر ہے مگر رُعب کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ پاتی۔ اور ایک کھسیانی اور ڈری ڈری سی مسکراہٹ لیے واپس آجاتی ہے)

——— CUT ———

(تیمور اور قاضی ائرپورٹ پر اُترتے ہیں۔ ایک جیپ میں بیٹھتے ہیں۔ شہر سے نکل کر باہر پھر ویران پہاڑی سڑک پر۔ اُس جگہ جہاں مُراد اور کیٹی اُترے تھے، رُکتے ہیں۔ کسی سے راستہ پوچھتے ہیں اور مُراد کے گاؤں میں پہنچتے ہیں)

——— CUT ———

(مُراد کا گھر۔ مُراد بتا چکا ہے کہ کیٹی کارواں کے ساتھ جا چکی ہے۔ قاضی چارپائی پر بیٹھا ہے۔ تیمور کا موڈ خراب ہے۔ یہ منظر نسبتاً فاسٹ ریکارڈ کیا جائے)

تیمور :- تم نے اسے جانے کیوں دیا؟

مُراد :- وہ تو آپ کے رکے نہیں رُکتی تھیں تیمور صاحب میں تو....

تیمور :- یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے... یہ خانہ بدوش تو جرائم پیشہ اور خطرناک قسم کے لوگ ہوتے ہیں، کیوں قاضی۔

قاضی :- میں نے کبھی کوئی خانہ بدوش دیکھا نہیں جی...

مُراد :- خان زمان میرا بھائی ہے صاحب، میرے جیسا ایک آدمی۔

تیمور :- (کچھ سوچ کر) وہ کتنی دُور گئے ہوں گے؟

مُراد :- تین دن ہو گئے.... انہیں کُوچ کیے ہوئے۔

Marfat.com

تیمور :- قاضی....

قاضی :- (اُچھل کر کھڑا ہوتا ہے) جی سر!

تیمور :- دوا اور جیپوں کا بندوبست کرو۔ سفر کے لیے ڈبوں میں بند خوراک، دُودھ کافی وغیرہ اور دو خیمے، سلیپنگ بیگز وغیرہ.... ہم ابھی کل صبح کوچ کر جائینگے۔

(قاضی نوٹ بکس پر تمام چیزیں اس دوران لکھتا ہے اور آخری فقرے کے ختم ہوتے ہی باہر نکل جاتا ہے)

تیمور :- (مُراد کی طرف دیکھتے ہوئے) یہ سب تمہارا قصور ہے۔

CUT

(صحرا میں تین جیپیں دُھول اڑاتی ہوئی جا رہی ہیں۔ ان میں ایک میں، قاضی اور تیمور ہیں۔ دوسری میں بابا مُراد اور تیسری میں صرف ڈرائیور اور کچھ سامان ہے)

CUT

(کارواں سے دور پیر خان کو دکھایا جائے جو اپنی دُھن میں مگن ساز بجاتا ہوا جا رہا ہے)

(کارواں جا رہا ہے۔ کیٹی اور خان زمان پیدل چل رہے ہیں۔ کیٹی کا لباس وہی ہے مگر دھوپ میں چلنے سے اس کا چہرہ قدرے وحشی سا لگ رہا ہے)

کیٹی :- خان زمان آپ کا کبھی جی نہیں چاہا کہ آپ کا ایک گھر ہو۔

خان زمان :- (اونٹوں پر بندھے خیموں کی طرف اشارہ کرتا ہے) گھر تو ہے کیٹی بی بی۔

کیٹی :- نہیں یہ والا نہیں، اینٹ اور سیمنٹ سے بنا ہوا بالکل پکّا گھر۔

خان زمان :- ایسا گھر تو ڈرے ہوئے لوگ بناتے ہیں۔ اپنے آپ کو چھپانے کے لیے۔ ہم کسی سے نہیں ڈرتا.... (ساتھ ساتھ اونٹوں کو آواز لگا رہا ہے) بالکل پکّا گھر تو ایک ہی ہے قبر... زندہ لوگ قبر میں کیوں بند ہو؟ آپ تھک گیا ہو تو اونٹ پر بیٹھ جاؤ۔

Marfat.com

کیٹی :- تھک تو گئی ہوں خان زمان (ہنستی ہے) صرف چار دن میں کیٹی قاسم۔ کیٹی خانہ بدوش تو نہیں بن سکتی۔ (اونٹوں کی طرف دیکھتی ہے، پچھلی شب والے بوڑھے پر نظر پڑتی ہے جو بالکل سامنے دیکھ رہا ہے۔ ایک اونٹنی پر سوار ہے۔) خان زمان .... یہ بوڑھا آپ کے قبیلے کا ہے؟

خان زمان :- نہیں۔

کیٹی :- کون ہے؟

خان زمان :- پتہ نہیں .... چھ سات روز پہلے صحرا میں سے اس طرح نمودار ہوا، جیسے ریت کا ایک بگولا ہو... کہنے لگا، کدھر جا رہے ہو؟ میں نے اپنی منزل کا بتایا، بولا میں بھی اُدھر کو جاتا ہوں .... ہمارا ہمسفر بن گیا۔

کیٹی :- لیکن یہ ہے کون؟ کہاں سے آیا ہے؟ کہاں جائے گا؟

خان زمان :- صحرا سے نکلا ہے، صحرا میں گُم ہو جائے گا... ہو ہو ہو (اونٹوں کی طرف جاتا ہے)

کیٹی :- (بوڑھے کی طرف دیکھتی ہے)

CUT

(رات کا وقت، کارواں خیمہ زن ہے۔ کیٹی کے چہرے کو دکھاتے ہیں۔ پھر کارواں سے پَرے بوڑھے (گُل شبیر) کو آگ کے سامنے بیٹھے دکھاتے ہیں۔ بوڑھے کے کلوز پر خان زمان کی آواز اوور لیپ ہوتی ہے۔ صحرا میں سے اس طرح نمودار ہوا جیسے ریت کا ایک بگولا ہو.... صحرا سے نکلا ہے، صحرا میں گُم ہو جائے گا۔" کیٹی اسے دیکھتی رہتی ہے پھر جلدی سے اپنے خیمے میں سے ایک پلیٹ اور ایک گلاس لاتی ہے اور بوڑھے کی طرف جاتی ہے)

کیٹی :- (جھجکتے ہوئے) آپ کے لیے کھانا.. (کھانا اس کے آگے رکھ دیتی ہے۔

وہ خاموش بیٹھا رہتا ہے)

کیٹی :- میں یہاں ... بیٹھ جاؤں۔ (گل شیر آنکھوں سے اشارہ کرتا ہے کہ بیٹھ جاؤ)

کیٹی :- آپ کچھ کھالیں بابا ...

گُل شیر :- (مسکراتا ہے) میں نے کھالیا۔

کیٹی :- (جلدی سے) میرا نام کیٹی قاسم ہے اور آپ کا ...

گُل شیر :- گُل شیر

کیٹی :- بہت رُعب دار نام ہے ... آپ کہاں سے آئے ہیں؟

گُل شیر :- (صحرا کی طرف) اُدھر سے

کیٹی :- اور کہاں جائیں گے؟

گُل شیر :- (مخالف سمت میں اشارہ) اُدھر (کھانستا ہے۔ کھانسی کا مختصر دورہ)

کیٹی :- آپ بیمار ہیں؟

گُل شیر :- (پلیٹ اور گلاس اٹھاتا ہے) تم جاؤ (پھر کھانستا ہے)

(کیٹی پلیٹ اور گلاس اٹھا کر واپس چل دیتی ہے۔ مگر پیچھے دیکھتی رہتی ہے۔ گُل شیر کھانسی کی وجہ سے دہرا ہو رہا ہے۔)

——— CUT ———

(صحرا میں تین جیپیں۔ آگے والی جیپ رُکتی ہے۔ ڈرائیور باہر آتا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے)

تیمور :- (بے صبری سے) اب کیا ہوا ہے؟

ڈرائیور :- صاحب ہم رستہ بھول گئے ہیں۔

تیمور :- OH GOD، قاضی۔

قاضی :- YES SIR.

تیمور :- یہ کس قسم کا گائیڈ ہے کہ رستہ بھول گیا ہے۔

قاضی :- بس یہی ملا تھا سر۔

ڈرائیور :- صاحب آپ افسری بہت کرتا ہے اس لیے ہم رستہ بھول گیا...

تیمور :- (اُسے گھورتا ہے) کیٹی قاسم اگر تم مجھے مل گئیں تو دیکھو میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں... کچھ اندازہ بھی نہیں؟

ڈرائیور :- میرا خیال ہے کہ... شاید ادھر

تیمور :- تو پھر چلو

(جیپوں میں بیٹھتے ہیں، جیپیں جا رہی ہیں۔ دُور پیر خان اپنا ساز گلے میں ڈالے اکیلا جا رہا ہے۔ تیمور جیپ روکتا ہے)

تیمور :- ہے... ہیلو مسٹر۔

پیر :- سلام صاحب۔

تیمور :- کون ہو تم؟

پیر :- پیر خان۔

تیمور :- کہاں جا رہے ہو؟

پیر :- کہیں بھی نہیں۔

تیمور :- (چاروں طرف دیکھ کر) اکیلے سفر کرتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔

پیر :- (اپنے ساز کو ہاتھ لگا کر) اکیلا نہیں ہے۔ یہ دوست میرے ساتھ ہے۔

تیمور :- گھر کہاں ہے تمہارا؟

پیر :- گھر؟

تیمور :- رہتے کہاں ہو؟

پیر :- (اپنے چاروں طرف اشارہ کر کے) ادھر... یہ میرا گھر ہے... وطن ہے۔

Marfat.com

(یہاں پر تیمور کا عالی شان گھر اور بھران پہاڑوں کا ایک مونتاژ)

قاضی :- پیر صاحب ادھر سے کوئی قافلہ گذرا ہے؟

پیر :- گذرا ہے... اُدھر کو جا رہا تھا۔

تیمور :- (جلدی سے) تو پھر ہمارے ساتھ بیٹھ جاؤ، ہمیں راستہ بتاؤ۔

(پیر جھجکتے ہوئے بیٹھ جاتا ہے اور ایک طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیپیں چل دیتی ہیں۔ تھوڑی دُور جاکر جیپیں رُکتی ہیں۔)

تیمور :- اب کیا بات ہے؟

(پیر خاموشی سے اُترتا ہے، جیپوں سے کچھ دور جاکر ریت دیکھتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ کچھ سونگھتا ہے اور واپس آجاتا ہے)

پیر :- صاحب ہم اپنے وطن میں اونٹ پر جاتا ہے یا پیدل چلتا ہے اور راستہ ہم کو خود بخود آتا ہے... لیکن اس موٹر کار پر نہیں آتا ہے۔ اس لیے نیچے اتر کر زمین پر پاؤں رکھا تو زمین نے راستہ بتایا... اِدھر چلو۔

(تیمور کچھ نہ سمجھتے ہوئے سر ہلاتا ہے۔ اور جیپیں چل دیتی ہیں)

——— CUT ———

(رات کا وقت، جیپیں کھڑی ہیں۔ تیمور، قاضی، پیر خان آگ کے قریب بیٹھے ہیں۔ ڈرائیور اور مراد آتے ہیں۔ ہاتھ میں کچھ خوراک۔

مُراد :- صاحب ایک بھیڑوں والے نے مہربانی کی... یہ تھوڑا سا دودھ اور روٹی۔

تیمور :- قاضی، کیا خوراک کے تمام ٹن ختم ہوگئے ہیں؟

قاضی :- جی سر... بس اتنے ہی ملے تھے۔

(تیمور بمشکل روٹی چباتا ہے اور دودھ کا گھونٹ بھرتا ہے)

(ڈزالو)

Marfat.com

(صرف تیمور اور قاضی بیٹھے ہیں۔ کچھ فاصلے پر پیر خان بیٹھا اپنا ساز بجا رہا ہے)

تیمور :- میں کبھی زمین کی قربت میں نہیں رہا۔ زندگی فلیٹوں اور دفتروں میں گذار دی . . .

قاضی :- یقیناً ایک شاندار زندگی سر۔

تیمور :- (ارد گرد اشارہ کرکے) کیا یہ سب کچھ شاندار نہیں ہے . . . اس زمین، اس صحرا نے مجھے دھیما کر دیا ہے۔ میں اپنی پریسنگ انگیجمنٹس اور کاروباری بھاگ دوڑ بھولتا جا رہا ہوں۔

قاضی :- اگلے ہفتے آپ کو سٹاک ہوم کی انٹرنیشنل نمائش پر جانا ہے۔

تیمور :- میں کہیں بھی نہیں جا رہا قاضی . . . کہیں بھی نہیں (مسکرا کر آنکھیں بند کر لیتا ہے)

CUT

(کارواں خیمہ زن ہے۔ گل شیر آگ کے سامنے بیٹھا ہے۔ کیٹی آتی ہے)

گل شیر :- (مسکرا کر) آجاؤ . . . آؤ . . . بیٹھو . . .

(کیٹی اس کی مہربانی پر حیران ہے اور بیٹھ جاتی ہے)

گل شیر :- آج میرے لیے کھانا نہیں لائی ؟

کیٹی :- (ناراض ہو کر) آپ نے کل جو نہیں کھایا تھا۔

گل شیر :- (شرارت سے) تمہارے جانے کے بعد کھا لیا تھا . . . (کیٹی اٹھنے لگتی ہے جیسے کھانا لانے جا رہی ہو) نہیں نہیں آج میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔ کل گھر جا کر کھاؤں گا۔

کیٹی :- گھر ؟ آپ کا گھر کیسا ہے بابا جی۔

گل شیر :- پتہ نہیں اب کیسا ہے . . . مجھے پچاس سال ہو گئے اس کا دروازہ دیکھے

ہوئے....

کیٹی :- پچاس ؟... کہاں رہے آپ اتنے سال ؟

گُل شیر :- خدا کی اس زمین پر... اس وسیع صحرا کی آغوش ہیں...

کیٹی :- آپ گھر کیوں نہ گئے ؟

گُل شیر :- میں گھر جا نہیں سکتا تھا.

کیٹی :- لیکن کیوں !

گُل شیر :- (آگ کو ایک لکڑی سے الٹتا پلٹتا ہے) آگ... بجھ گئی ہے... باقی راکھ ہے.

کیٹی :- آپ پچاس برس تک گھر کیوں نہ گئے بابا ؟

گُل شیر :- اب میں گھر کے قریب ہوں. مجھے اس کے فرش، دروازوں اور دیواروں کی خوشبو آرہی ہے... میرا چہرہ دیکھتی ہو؟ اس پر پچاس برس کی جدائی کی ریت ہے... کل یہ جدائی ختم ہو جائے گی

کیٹی :- آپ گھر کیوں نہ گئے بابا ؟

گُل شیر :- مجھے گھر نے اپنے آپ میں سے نکال دیا بیٹے. مجھے جلاوطن کر دیا... صرف ایک چہرے کی چاہت کی خاطر.

کیٹی :- وہ کس کا چہرہ تھا ؟

گُل شیر :- حسن بانو کا.... (وہ ماضی میں جا چکا ہے. یہاں پر یا تو گل شیر بولتا رہے یا اس کے اور کیٹی کے چہرے پر ڈائیلاگ اوور لیپ کیے جائیں)... مشکل سے پندرہ بیس گھر ہیے تھے ہمارے گاؤں میں.. سب کے سب قلعوں کی طرح. شام سات بجے سب گھروں کے دروازے بند ہو جاتے... دشمن سے خطرے کی وجہ سے... حسن بانو کو میں نے پہلی مرتبہ اپنے بھائی کی شادی پر دیکھا.

(حسن بانو کو دکھایا جائے مسکراتی ہوئی، پرانے بلوچی لباس میں ایک نوخیز لڑکی) میں اس وقت بیس بائیس برس کا تھا۔ (گل شیر کا نوجوان چہرہ دکھایا جاتا ہے) ہمارے گاؤں والے غیور لوگ تھے۔ سخت لوگ تھے۔ اس قسم کا ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر ہم دونوں مجبور ہو گئے۔۔۔ حسن بانو کے حسن نے اور میرے دل کے سچ نے ہمیں مجبور کر دیا۔۔۔ شام سے پہلے ہم گاؤں سے باہر آجاتے اور بچوں جیسی معصوم باتیں کرتے (فلیش بیک۔ حسن بانو اور شیر گل کسی ٹیلے کی اوٹ میں بیٹھے مسکرا رہے ہیں) حسن بانو تم نے آج کھایا کیا تھا؟ گل شیر تمہاری اونٹنی اب دودھ کیوں نہیں دیتی، بس اسی قسم کی باتیں۔۔۔ اور پھر ہم شام اترنے سے پہلے، گھروں کے دروازے بند ہونے سے پیشتر گاؤں واپس آجاتے۔ ایک روز پتہ نہیں کیسے وقت ہمارے پاس سے گزر گیا۔ ہم باتیں کرتے رہے۔ اور ہمیں دیر ہو گئی۔ گاؤں واپس جانے کے بعد جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو۔۔۔۔

فلیش بیک

(چند گھروں کا گاؤں۔ درمیان میں ایک چوڑی ریت آلودگلی یا سڑک، گل شیر اپنے گھر کے قریب پہنچ چکا ہے۔ پیچھے سے کسی کے بھاگنے کی آواز آتی ہے۔ مڑ کر دیکھتا ہے تو حسن بانو اندھا دھند بھاگتی چلی آرہی ہے۔ گل شیر آگے بڑھتا ہے)

گل شیر :۔ بانو۔۔۔ ادھر کدھر آرہی ہو؟

بانو :۔ (سراسیمہ۔ خوفزدہ) گل شیر غضب ہو گیا۔۔۔

گل شیر :۔ کیا ہوا ہے؟

بانو :۔ میرے گھر کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

گل شیر :۔ اوہ خدایا۔

Marfat.com

بانو :۔ اگر میں دستک دوں تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ میں گھر کے اندر نہیں تھی
باہر تھی۔

گُل شیر :۔ اب کیا کرو گی ؟

بانو :۔ (سنبھلتے ہوئے) اب تم کیا کرو گے گُل شیر۔

گُل شیر :۔ میں ؟

بانو :۔ اگر میں دستک دیتی ہوں تو اندر سے موت باہر آئے گی۔۔۔ اب میں تمہاری
ذمّہ داری ہوں گُل شیر۔

(گُل شیر کچھ جھجکتا ہے اور پھر حسن بانو کا ہاتھ پکڑ کر گاؤں سے باہر نکل جاتا ہے)

——— فلیش بیک ختم ———

میں نے ایک مرد کی طرح حسن بانو کو اپنی ذمّہ داری سمجھا اور شہر جا کر اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ہم گاؤں تو واپس نہیں جا سکتے تھے۔ اس لیے میں نے وہیں ایک کوٹھڑی کرائے پر لی اور چھوٹی موٹی مزدوری کرنے لگا۔ اس طرح چار ماہ گذر گئے۔ ایک روز میں مزدوری کر کے گھر واپس آیا۔۔۔

——— فلیش بیک شروع ———

(گُل شیر کوٹھڑی کے دروازے پر دستک دیتا ہے۔ حسن بانو کھولتی ہے۔ وہ بے حد خوش ہے۔)

حسن بانو :۔ گُل شیر تمہارا بابا آیا ہے۔

گُل بانو :۔ بابا ؟ (کونے میں بیٹھا جہان شیر اٹھتا ہے۔ دونوں گلے ملتے ہیں۔)

جہان شیر :۔ (اپنی اولاد سے شدید محبت کرنے والا بوڑھا ہے) میں بہت مارا مارا
پھرا تمہیں تلاش کرنے کے لیے گُل شیر۔۔

گُل شیر :۔ مجبوری تھی بابا۔۔۔ لیکن میں بہت اداس تھا تمہارے لیے۔

Marfat.com

جہان شیر :- اور میں بھی . . . میں بھی (اب مختلف انداز میں بولتا ہے. جیسے کچھ چھپا رہا ہے)
میں تم دونوں کو لینے آیا ہوں.

حسن بانو :- نہیں بابا.

گُل شیر :- گاؤں والے ہمیں مار ڈالیں گے بابا.

جہان شیر :- کوئی ماں ایسی نہیں ہے جس کا بیٹا میرے بیٹے پر ہاتھ اٹھائے . . .

گُل شیر :- ہمارے بعد جرگہ بیٹھا تھا ؟

جہان شیر :- جرگے کا فیصلہ تھا کہ گُل شیر اور حُسن بانو نے اگر شادی کرلی ہے تو وہ گاؤں
واپس آسکتے ہیں.

گُل شیر :- سچ بابا ؟ . . . حسن بانو میں نے صرف تمہارے لیے گاؤں چھوڑا تھا ورنہ
میں اپنے گھر کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا . . چلو اٹھاؤ سامان.

———— فلیش بیک ختم ————

ہم دونوں خوش خوش بابا کے ساتھ چلے گئے. گاؤں پہنچتے ہی حسن بانو کے بھائی اور باپ آگئے. ان کے آتے ہی پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت میرے باپ اور بھائیوں نے مجھے زمین پر گرالیا اور پھر میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا. اُدھر حُسن بانو کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا. میرے باپ نے مجھ سے دھوکہ کیا تھا. جرگے کا فیصلہ تھا کہ میرا باپ لڑکی کو واپس لائے. اور پھر ہم دونوں کو وہی سزا دی جائے جو حسن بانو کے بھائی اور باپ تجویز کریں.

(مندرجہ بالا مکالمے کے دوران فلیش بیک استعمال کیا جائے. جس میں شیر گُل اور حسن بانو کو بڑی بے دردی سے باندھ کر اندھیری کوٹھڑیوں میں بند کیا جا رہا ہے.
اس میں ایک شاٹ شامل کیا جائے. دو پُرانی توڑے دار بندوقیں ایک کونے میں رکھی ہیں. ان کی طرف دو ہاتھ بڑھتے ہیں، اٹھاتے ہیں اور پُل آؤٹ کرنے پر

وہ حُسن بانو کے دونوجوان بھائی ہیں، جن کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا ہے۔)

اگلے روز حسن بانو کا باپ ہمارے گھر آیا۔

——— فلیش بیک ———

(حُسن بانو کا باپ اور جہان شیر آمنے سامنے کھڑے ہیں)

حُسن بانو کا باپ :- گلُ شیر میرے ہاتھ دیکھ رہے ہو؟ میں ان کو دھوکر آیا ہوں۔ (مختصر خاموشی) میں نے اپنے صحن کی مٹی کو برابر کر دیا ہے۔ اس کے نیچے حُسن بانو کا مُردہ جسم ہے۔

جہان شیر :- تم نے ظلم کیا... تم کہتے تھے کہ انصاف کریں گے۔

حُسن بانو کا باپ :- جرگے کا فیصلہ تھا کہ جو میں کہوں گا وہ تمہیں کرنا ہوگا.... میری بیٹی اس وقت زمین کے اندر ہے۔ کل صبح تک تمہارے بیٹے کو بھی اس کے پاس ہونا چاہیئے۔ یہی میرا فیصلہ ہے۔

(ڈزالو)

(رات کا وقت۔ گلُ شیر بندھا پڑا ہے۔ جہان شیر آتا ہے۔ نیفے میں سے خنجر نکالتا ہے۔ مگر اُسے مار نہیں سکتا۔ گلُ شیر اوندھا پڑا ہے۔ (ڈزالو) دوبارہ آتا ہے خنجر نکالتا ہے اور مکمل ارادے سے گلُ شیر کو سیدھا کرتا ہے۔ خنجر اٹھاتا ہے۔ گلُ شیر رحم طلب نظروں سے دیکھتا ہے۔ پھر جہان شیر کے چہرے پر "کوئی ماں ایسی نہیں ہے جس کا بیٹا میرے بیٹے پر ہاتھ اٹھائے"! اوور لیپ ہوتا ہے۔ خنجر نیچے آتا ہے اور پھر وہ جلدی سے اس کے پاؤں اور ہاتھ کھولتا ہے اور غصّے سے تقریباً دھکیلتا ہوا اسے گھر سے باہر نکال دیتا ہے۔)

——— فلیش بیک ختم ———

میں گاؤں سے بھاگا اور صحرا میں گُم ہو گیا۔ مجھے آزاد کر دینے کے جُرم میں حُسن بانو کے

بھائیوں نے میرے سب سے بڑے بھائی کو قتل کر ڈالا . . . اور میں صحرا میں گم رہا پچاس برس کیونکہ میں گھر واپس نہیں جا سکتا تھا . . . وہاں موت میری منتظر تھی . . . . میں اپنی زندگی کی خاطر ویرانوں اور بیابانوں میں گھومتا رہا . سوائے کسی اللہ ضرورت کے کسی ذی رُوح سے بات تک نہ کی . البتہ جب رات ہوتی تو صحرا کی تنہائیوں میں ریت پر لیٹے ہوئے حُسن بانو کا چہرہ میرے سامنے آجاتا . میں اس سے باتیں کرتا رہتا . پھر حُسن بانو کا چہرہ تو جوان ہی رہا . مگر میں بوڑھا ہوگیا . میرے چہرے کی جھُریوں میں ریت بھرنے لگی . مجھے گھر یاد آنے لگا . اس کی دیواروں اور دروازوں کی چاہت کے لیے چھوٹے بچّے کی طرح بلکنے لگا . زمین کی کشش نے مجھے بے بس کر دیا اور . . . . کل پچاس برس بعد میں اپنے گھر جاؤں گا . وہاں کوئی تو زندہ ہوگا . کوئی بہن، بھائی . . . کوئی بھی نہ ہوا تو گھر تو ہوگا .

(کیٹی دم بخود بیٹھی ہے . اپنے سر کو جھٹکتی ہے جیسے یقین نہ آ رہا ہو)

کیٹی :- لیکن بابا اگر حسن بانو کا کوئی رشتہ دار زندہ ہوا تو ؟

گُل شیر :- وہ میرے انتظار میں ہوگا .

کیٹی :- پھر آپ کیوں واپس جاتے ہیں ؟

گُل شیر :- کیوں ! میں اپنے گھر کے لیے اداس ہوں ، اپنے گاؤں کی مٹی کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہوں . . . چاہے وہ قبر کی مٹی ہی کیوں نہ ہو .

کیٹی :- آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے بابا ؟

گُل شیر :- (ایک طرف دیکھتے ہوئے) وہ . . . اُدھر . . . اس ٹیلے کے پیچھے .

کیٹی :- آپ ابھی جائیں گے ؟

گُل شیر :- (سر ہلا کر) میں دن کی روشنی میں اپنا گھر دیکھوں گا . . . کل صبح . . . . انشاء اللہ .

Marfat.com

کیٹی :۔ (جھجکتے ہوئے) کیا میں آپ کے ساتھ ... میرا مطلب ہے تھوڑی دور تک آپ کے ساتھ جا سکتی ہوں۔

گل شیر :۔ (مسکراکر) اگر حسن بانو کی کوئی بیٹی ہوتی تو آج اس کی بیٹی تمہارے جتنی ہوتی۔ آجانا ... لیکن صرف اس ٹیلے تک ... گاؤں کے اندر کا کیا پتہ، وہاں گھر کے دروازے کھلے ہوں یا موت کی باہیں ...

CUT

(اگلی صبح۔ گل شیر اور کیٹی چل رہے ہیں۔ ٹیلہ آتا ہے۔ گل شیر، کیٹی کے ماتھے پر بوسہ دیتا ہے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ کیٹی آبدیدہ ہے، اس کا بازو پکڑ کر روکنے کی کوشش بھی کرتی ہے۔ کیمرہ کیٹی کی پشت سے شاٹ لیتا ہے۔ کیٹی کا کندھا ... گل شیر ٹیلے سے اتر رہا ہے۔ پھر ایک پرانی کوٹھڑی کا دروازہ کھلتا ہے جس میں وہی توڑے دار بندوقیں رکھی ہیں۔ ان کی طرف دو رعشہ زدہ ہاتھ بڑھتے ہیں۔ بندوقیں اٹھاتے ہیں۔ پل آؤٹ کرتے ہیں تو وہ حسن بانو کے بوڑھے اور کمزور بھائی ہیں اور ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔ کٹ کر کے واپس آتے ہیں۔ تو گل شیر گاؤں کے اندر داخل ہوتا ہے۔ لانگ شاٹ ہیں۔ اب دوسرا شاٹ گاؤں کی طرف سے ٹیلے پر کھڑی کیٹی کا ہے۔ کیمرہ زدم اِن ہو رہا ہے، اور اس کے ساتھ سسپنس کی موسیقی ہے۔ جب کیٹی کا CU B آتا ہے تو اس کا چہرہ کانپ رہا ہے۔ ایک فائر کی آواز۔ کیٹی کانپتی ہے۔ دوسرے فائر کی آواز۔ کیٹی بے تحاشا رونے لگتی ہے۔ روتی رہتی ہے۔ گاؤں کی طرف دیکھتی رہتی ہے۔ جو سنسان ہے، کیٹی کے رونے کے دوران کوئی موسیقی نہیں، صرف خاموشی ہے۔ پھر کیٹی کی سسکیوں کے درمیان جیپوں کے انجنوں کی آواز دھیرے دھیرے ابھرتی ہے۔ آواز بلند ہوتی ہے پھر بالآخر بند ہو جاتی ہے۔ اسی لمحے ٹیلے کی دوسری جانب تین جیپیں رکتی ہیں۔ تیمور

Marfat.com

اُتر کر ٹیلے پر کھڑی کیٹی کو دیکھتا ہے. جو گاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے رو رہی ہے.
اور پھر آہستہ آہستہ تیمور کیٹی کی جانب بڑھنے لگتا ہے.

CUT

اختتام

Marfat.com

○ عبث بدنام کیا

درمیانے درجے کا ایک گھر۔ ضرورت کی ہر شے موجود مگر پرانی طرز کی۔ اشیاء قرینے سے سجی ہیں۔ تمام عمر سنیئر کلرکی میں گذارنے کے بعد بطور سپرنٹنڈنٹ ریٹائر ہونے والے ایک شخص کا گھر۔ واجبی سا ڈرائینگ روم۔ ایک مشترکہ بیڈ روم، باورچی خانہ۔ مختصر سا باغیچہ۔

سین نمبر ا

رات کا پچھلا پہر۔ مشترکہ بیڈ روم۔ ایک طرف ماں اور باپ گہری نیند سوئے ہوئے ہیں۔ بند کھڑکی کے قریب صابر کا بستر ہے۔ کھڑکی کے شیشوں میں سے گلی کے پار کا ایک کھمبا نظر آ رہا ہے۔ کھمبے پر بجلی کا بلب روشن ہے۔ صابر بے چینی سے کروٹیں بدل رہا ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی ہیں۔ بار بار سرہانے تلے رکھی گھڑی نکال کر وقت دیکھتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد گلی میں سے ایک آدھ رکشا یا ٹرک گزرنے کی آواز آتی ہے۔ پھر چڑیوں کے چہچہانے کا ہلکا ہلکا شور۔ صابر کروٹ بدل کر کھمبے پر جلتے بلب پر نظریں جما دیتا ہے، جیسے وہ جانتا ہے کہ یہ اب گُل ہونے کو ہے۔ ایک مختصر وقفے کے بعد بلب گُل ہو جاتا ہے۔ کمرے میں تاریکی بڑھ جاتی ہے۔ مگر صبح کے آثار نمایاں ہیں۔ صابر دبے پاؤں چوروں کی طرح اٹھتا ہے۔ کمبل لپیٹ کر باہر جانے لگتا ہے۔ زمین پر پڑا

گلاس اُس کی ٹھوکر سے گرتا ہے۔ باپ اپنی چھڑی کو ٹٹولتا ہوا آنکھیں کھولتا ہے۔

باپ :- کون ہے ؟

صابر خاموش کھڑا رہتا ہے۔

باپ :- (قدرے بلند آواز سے) کون ہے ؟

صابر بُت بنا کھڑا ہے۔

باپ :- میں کہتا ہوں . . .

ماں اُونگھتے ہوئے سر اٹھاتی ہے۔

ماں :- (بات کاٹ کر) آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کون ہے۔ ہمارے گھر میں مُنہ اندھیرے اور کون اُٹھتا ہے۔

باپ :- (بستر پر لیٹتے ہوئے) اچھا اچھا۔ صابر بیٹا ہے۔ مجھے روز ہی یاد نہیں رہتا۔ (کمبل منہ پر ڈالتے ہوئے) بھئی کم از کم جواب تو دے دیا کرو۔

صابر فقرہ مکمل ہونے سے پیشتر ہی باہر نکل جاتا ہے۔ اس دروازے میں سے جو صحن میں کُھلتا ہے۔ صحن۔ چھوٹا سا برآمدہ ہے۔ جس میں ایک آرام کُرسی رکھی ہے۔ کُرسی کا ایک بازو ٹوٹا ہوا ہے۔ مختصر صحن کو باغیچے کی شکل دینے کے لیے چند گملے کونوں میں دھرے ہیں۔ صحن کے درمیان میں کپڑے سکھانے کے لیے ایک رسّی تنی ہوئی ہے۔ مشرقی دیوار قدرے شکستہ ہے۔ صابر کُرسی کا زاویہ درست کرتا ہے۔ اور بیٹھ کر مشرقی دیوار کے عین اُوپر نیم سیاہ آسمان کے ٹکڑے پر نظریں جما دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ باہر گلی میں گزرنے والی ٹریفک بڑھتی جاتی ہے۔ چڑیوں کا شور بلند ہوتا ہے۔ اور آسمان کا ٹکڑا روشن ہونے لگتا ہے۔ پھر سورج دیوار کی اوٹ میں سے ظاہر ہوتا ہے۔ صابر کا چہرہ ایک دم مسرّت سے دمکنے لگتا ہے۔ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے سورج کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ اس کے چہرے سورج سے

Marfat.com

محبّت میں مبتلا ہونے کے سے جذبات ہیں۔ وہ بالکل مبہوت ہے۔ دنیا و مافیہا سے
بے خبر جیسے TRANCE میں ہو۔ اس دوران میں موسیقی بتدریج بلند ہو رہی ہے۔
بالآخر ایک ہاتھ سورج کی طرف بڑھاتا ہے۔ بند مٹھی کھولتا ہے۔ ایسے زاویے پر جس میں
سورج اس کی ہتھیلی کے درمیان میں دکھائی دیتا ہے۔ مٹھی بند کرلیتا ہے۔ جیسے اُس
نے سورج کو مقید کرلیا ہو۔ اپنے اندر جذب کرلیا ہو۔ چہرہ پسینے سے تر ہو جاتا ہے۔

فلیش بیک میں ایک چھ سالہ بچّے کا بڑا کلوز اپ۔ بچّہ ہنستا ہوا کلوز اپ ڈِم۔
تتلیاں پکڑنے کا جال تنا ہوا۔ کلوز اپ۔ بچّے کا کلوز مگر چہرے کے آگے جال
تنا ہوا۔ بچّہ ہنستا ہوا۔

بلینک سپیس۔ اس سپیس میں تتلیاں پکڑنے کا جال نمودار ہوتا ہے اور
سِٹل ہو جاتا ہے۔ جال کے ہینڈل پر بچّے کا ہاتھ۔

بچّے کی بند مٹھی میں جگنو چمک رہا ہے۔ تاریکی میں مُٹھی، انگلیوں کی درمیانی جگہ
سے روشنی آ رہی ہے۔

فلیش بیک ختم۔

بچّے کی بند مٹھی پر آہستہ آہستہ صابر کی بند مٹھی سُپرامپوز ہوتی ہے۔ کیمرہ ماں
پر جاتا ہے۔ جو خاصی دیر سے کواڑ سے لگی صابر کو دیکھ رہی ہے۔ ماں اور صابر کی
بند مُٹھی کے کلوز۔ ماں صحن کے اندر داخل ہوتی ہے۔ صابر کے آگے اس طرح کھڑی
ہوتی ہے کہ سورج اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ صابر ایک مختصر وقفے
کے بعد چونکتا ہے۔ مُٹھی نیچے کرلیتا ہے۔

ماں :- سورج کی جانب یوں متواتر دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں بیٹے۔

صابر :- ہاں! پہلے روشن کرنیں آنکھوں میں اُترتی ہیں۔ اس کے بعد نظروں کے
سامنے ترمُرے ناچنے لگتے ہیں۔ اور پھر تاریکی اور روشنی آپس میں یوں

Marfat.com

مدغم ہوتی ہیں جھملاتی ہیں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں شاید آپ درست ہی کہتی ہیں۔
بالآخر آنکھیں چندھیا جاتی ہیں ۔

ماں :۔ چلو اُٹھو۔ کپڑے بدل کر ناشتہ کر لو۔

صابر :۔ کر لوں گا۔ آپ چلیئے ۔

ماں :۔ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی ۔

صابر :۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ مجھے کون سا کام پر جانا ہے ۔

ماں :۔ (سر جُھکا کر) انٹرویو کے لیے جانا ہے ۔

صابر :۔ (کچھ دیر سوچتا ہے اور اٹھ کھڑا ہوتا ہے ، ہاں مجھے آج پھر انٹرویو کے لیے جانا ہے ۔

سین نمبر ۲

باورچی خانہ ۔ ماں روٹیاں پکا رہی ہے۔ ایک چولہے پر چائے کی کیتلی دھری ہے۔ جگہ کی تنگی یوں عیاں ہے کہ دیوار میں لکڑی کا ایک چوکور ٹکڑا لگا کر اس سے میز کا کام لیا گیا ہے۔ باپ صبح کا اخبار پڑھ رہا ہے۔ عینک اتار کر میز پر رکھتا ہے اور بیوی سے مخاطب ہوتا ہے ۔

باپ :۔ یہ ناشتہ بن رہا ہے یا بیاہ شادیوں والا ماحضر تیار ہو رہا ہے؟ بوڑھے ہو گئے ہم تو انتظار کرتے کرتے ۔

ماں :۔ یوں کہیئے مزید بوڑھے ہو گئے ۔

باپ :۔ ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے کارآمد شئے "جھوٹ" نامی بھی ہوتی ہے، کبھی کبھار اس کا استعمال بھی کر لیا کرو بیگم ۔

ماں :۔ اسی لیے تو میں نے بوڑھے کھوسٹ نہیں کہا ۔

باپ :۔ (خوشدلی سے منہ بنا کر) ایک خوشگوار صبح کا ستیاناس کرنا کوئی تم سے

سیکھے.

ماں :- آپ چپکے سے اپنا اخبار پڑھیئے ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ غلام مصطفٰے صاحب.

باپ :- دو مرتبہ پورا اخبار پڑھ چکا ہوں بلکہ تلاش گمشدہ کے اشتہاروں پر بھی نظر ڈال چکا ہوں اور کچھ ؟

ماں :- ضرورت رشتہ کے اشتہاروں کو بھی ملاحظہ کر لیجیے.

باپ :- (ہنستے ہوئے) کاش تم نے یہ مشورہ آج سے پچیس برس پیشتر دیا ہوتا. بھئی یہ ناشتہ کب تیار ہوگا . . . تم سے تو نرگس بیٹی کی غلامی ہی اچھی تھی. یوں پل بھر میں میرے لیے ناشتہ تیار کرتی تھی کہ . . . .

ماں :- تو بٹھائے رکھتے اسے گھر میں ساری عمر. صرف اپنے ناشتے کی خاطر.

باپ :- اللہ میاں اگر یوں چھپر پھاڑ کر اس کے لیے اتنا اچھا رشتہ نہ بھیج دیتا تو کون کافر اس کی شادی کرتا.

ماں :- (چھت سے چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اور کسی روز اوپر والے حصّے کی چھت میری بہن پھاڑ کر پوچھے گی. کہ جناب ہیں اپنی بیٹی کتنے برس اور بٹھائے رکھوں. سنبھالیئے اپنی امانت کو.

باپ :- اس تاخیر کے لیے بھی تم مجھے قصوروار ٹھہراتی ہو؟ اپنے شہزادے سے کیوں نہیں کہتیں کہ فی الحال جس قسم کی ملازمت ملتی ہے قبول کرلے اور.

ماں :- اس کے شایانِ شان کوئی ملازمت ملے تو کرے. تم تو چاہتے ہو چپراسی بھرتی ہو جائے. کلرکی کرلے. مگر نوکری فوری طور پر کرلے.

باپ :- فوری طور پر ؟ غضب خدا کا. دو سال ہوئے اسے ایم اے کیے ہوئے. اور پھر کلرکی کرنے میں کیا حرج ہے. آخر میں بھی تو کلرک . . . .

ماں :- وہ آپ کی طرح دو چار جماعتیں نہیں پڑھا ہوا. خیر مجھے اس کے لیے

ناشتہ تیار کرنے دیجیے۔ اس نے انٹرویو کے لیے جانا ہے۔

باپ :۔ آج پھر جا رہا ہے۔ ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ انٹرویو دینا تو صاحبزادے کا مشغلہ ہے اور ان میں فیل ہونا بھی۔ مقابلے کے تین امتحانوں میں بیٹھا۔ تحریری ٹیسٹ میں ہمیشہ اوّل حیثیت مگر انٹرویو میں ایسے الٹے سیدھے جواب دیتا ہے کہ ہمیشہ فیل ہو جاتا ہے۔ آج بھی حسبِ معمول منہ لٹکائے گھر آ جائے گا۔

عائشہ داخل ہوتی ہے۔ قبول صورت، لباس پر سلوٹیں جیسے ابھی ابھی بستر سے اُٹھ کر آئی ہے۔ صابر کی منگیتر ہاتھ میں چائے کی ایک پیالی ہے۔ سیدھی ماں کے پاس جاتی ہے۔

عائشہ :۔ آداب خالہ جان۔

ماں :۔ (سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) آؤ بیٹی۔ ثریا بہن کا کیا حال ہے؟

عائشہ :۔ بس چھینکیں نہیں آ رہیں۔ بخار بھی ہے اور زکام بھی اسی شدّت کا ہے ابھی ابھی جوشاندہ پلا کر آئی ہوں۔ خالہ جان۔۔ (جھجکتے ہوئے) چینی کی ایک پیالی چاہیئے۔

ماں :۔ (مصنوعی غصّے سے) مجھ سے کیوں پوچھتی ہو، تمہارا اپنا گھر ہے۔

عائشہ :۔ (سوچ میں گُم) اپنا گھر۔

ماں :۔ (سمجھتے ہوئے) ہاں بیٹی اب تو چند دنوں کی بات ہے۔ جس روز صابر کو ملازمت ملی۔ اُسی روز ثریا بہن سے شادی کی تاریخ طے کر لوں گی۔

اس دوران عائشہ شیلف میں رکھے ٹینوں میں سے ایک کا ڈھکنا اٹھاتی ہے۔

عائشہ :۔ ہائے خالہ۔ اس میں تو نہیں ہے۔ دال ہے۔

ماں :۔ برابر والے چھوٹے ٹین میں ہے۔ اب اتنی چینی کہاں ملتی ہے کہ بڑا ٹین

Marfat.com

بھر سکے۔

عائشہ :۔ خالہ جان۔ چار پیالیاں ہو گئیں۔

ماں :۔ پھر وہی بات۔ اور اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ چائے کے دو گھونٹ تو بھرتی جاؤ بلکہ خود بنالو (چولہے سے پیچھے ہٹ کر) اب تمہیں اس چولہے کے آگے کھڑے ہونے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

عائشہ سر جھکا کر مسکراتی ہے، چینی کی پیالی تپائی پر رکھ کر چائے بنانے لگتی ہے۔ اسی لمحے صابر اندر داخل ہوتا ہے۔ سوٹ میں ملبوس عائشہ کو چائے بناتے دیکھ کر ٹھٹھک جاتا ہے۔ پھر کونے میں کھڑی ماں پر نظر پڑتی ہے۔ جو مسکرا رہی ہے۔

صابر :۔ امی جلدی سے ناشتہ دے دو۔

ماں :۔ عائشہ سے کہو آج اس کی ڈیوٹی ہے۔

صابر :۔ (ناگواری سے) مجھے صرف ناشتہ چاہیئے۔ ڈیوٹی کسی کی بھی ہو۔

عائشہ بجھے دل سے ناشتہ آگے رکھتی ہے۔ ایک پیالی چائے باپ کے آگے بھی رکھتی ہے اور پھر چولہے کے قریب جا کر کھڑی ہو جاتی ہے، پُشت صابر کی طرف ہے۔

صابر :۔ (چائے کا گھونٹ بھر کر) چینی کم ہے۔

عائشہ چمچے میں چینی لے کر آگے آتی ہے۔ پیالی میں ڈال کر چمچہ ہلاتی ہے۔ اس دوران صابر اس کی طرف دیکھتا ہے۔

باپ :۔ (صابر کی طرف دیکھ کر) ٹائی مناسب نہیں ہے۔

صابر :۔ (چونک کر) جی۔

عائشہ واپس چولہے کے قریب چلی جاتی ہے۔

باپ :۔ میں کہہ رہا تھا کوئی بہتر قسم کی ٹائی لگا لیتے۔ سوٹ نہیں کرتی۔

صابر :۔ (ٹائی پکڑ کر ہنستے ہوئے) انٹرویو ٹائی کا ہونا ہے یا میرا۔

Marfat.com

باپ :- ان دنوں تو انٹرویو ٹائیوں۔ سوٹوں اور جوتوں کا ہی ہوتا ہے۔

صابر ناشتہ ختم کر کے اٹھتا ہے اور باہر جانے لگتا ہے۔

باپ :- تم کہو تو میں اب بھی خان صاحب کے گھر جا کر ان سے ٹیلی فون کروا سکتا ہوں۔

صابر ایک لمحے کے لیے دروازے کے پاس رُکتا ہے اور پھر جواب دیے بغیر نکل جاتا ہے۔

باپ کندھے سکیڑ کر اخبار پڑھنے لگ جاتا ہے۔

سین نمبر ۳

ایک ایسا کمرہ جو چوڑائی میں بے حد مختصر ہے۔ مگر طوالت میں عام کمروں سے زیادہ ہے۔ ایک سرے پر دو کرسیاں جن پر انٹرویو لینے کے لیے دو شخص اکڑے بیٹھے ہیں کمرے میں اور کوئی فرنیچر نہیں ہے۔ مخالف سرے پر صرف ایک کرسی ہے۔ صابر اندر داخل ہوتا ہے۔

صابر :- السلام علیکم۔

دونوں شخص جواباً سر ہلاتے ہیں۔ خاموش ہیں۔ صابر ایک لمحے کے لیے انتظار کرتا ہے۔ اور پھر خود ہی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔

شخص ۱ :- تشریف رکھیئے (واضح طنز سے)

صابر :- (پُرسکون) شکریہ۔

شخص ۱ گھٹنوں پر رکھی فائل دیکھتا ہے۔ صابر کی درخواست اور تعلیمی ڈگریاں بظاہر شخص ۲ سے مخاطب ہے۔ مگر اصل میں صابر کو سنانا چاہتا ہے۔

شخص ۱ :- (ایک ایک کاغذ اُلٹ کر) فرسٹ ڈویژن — پھر فرسٹ ڈویژن — ان دنوں فرسٹ ڈویژن حاصل کرنا بھی کتنا آسان ہو گیا ہے۔

شخص ۲ :- ہمارے زمانے میں تو سالہا سال کے بعد کسی خوش قسمت کی ہی فرسٹ ڈویژن آتی تھی۔

Marfat.com

شخص ۱ :۔ بالکل میر صاحب۔ اور آج کل جو ہتھکنڈے استعمال ہوتے ہیں۔ توبہ۔ ہر دوسرا طالب علم فرسٹ ڈویژن لیے پھرتا ہے۔

صابر :۔ (ناگواری سے) مجھے دوسروں کے بارے میں علم نہیں مگر میں نے ان فرسٹ ڈویژنوں کیلئے دن رات ایک کیا ہے اور ان میں خوش قسمتی کا کوئی دخل نہیں تھا۔

دونوں شخص ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں شخص ۱ پھر کاغذ الٹتا ہے۔

شخص ۱ :۔ تقریری مقابلوں میں چھ اول انعام۔ ویری امپریسیو۔ (صابر کی طرف دیکھ۔ مگر لہجہ ایسا کہ آج کل ہر کوئی انعام حاصل کر لیتا ہے۔ پھر کاغذ دیکھتا ہے) ہاکی کا کھلاڑی۔

شخص ۲ :۔ (بات کاٹ کر) اجی ہمارے زمانے میں تو آل انڈیا ہاکی (صابر کی طرف دیکھتا ہے اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہے اور کچھ سوچ کر خاموش ہو جاتا ہے)

شخص ۱ :۔ (بدستور فائل میں کاغذ میں مشغول) کالج کے رسالے کا ایڈیٹر بھی — بہت خوب۔ تو گویا ادب سے بھی لگاؤ ہے۔

صابر :۔ جی۔

شخص ۲ :۔ آپ کے پسندیدہ ادیب کون سے ہیں؟

صابر :۔ وارث شاہ۔

شخص ۱ :۔ وارث؟! (حیرت سے)

صابر :۔ میاں محمد۔

شخص ۲ :۔ میاں — میاں کون؟

صابر :۔ (زور دے کر) محمد۔۔۔ بھٹائی اور خوشحال خان خٹک۔

Marfat.com

شخص ۲ :- (بڑے ٹھسّے سے) میں صرف یورپی ادیبوں کی بات کر رہا تھا. اگر کسی کو پڑھ رکھا ہے تو بتایئے.

صابر :- (تحمّل سے) مجھے جیمز جوائس اور فریڈ ریکولار کا پسند ہیں.

(دونوں شخص ایک دوسرے کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے صابر نے ادیبوں کی بجائے پرندوں کی قسمیں گنوانی شروع کر دی ہیں. وہ ان ناموں سے پہلی دفعہ آشنا ہوئے ہیں. اس خاموشی میں صابر سگریٹ سُلگاتا ہے.

شخص ۱ :- (درشتگی سے) یہاں سگریٹ پینا خلافِ آداب ہے.

صابر :- (سنجیدگی سے) لیکن آپ بھی تو سگریٹ پی رہے ہیں.

شخص ۱ جھلا کر سگریٹ پاؤں تلے مسل دیتا ہے. صابر بھی سگریٹ بجھا دیتا ہے.

شخص ۲ :- تو ہم کیا گفتگو کر رہے تھے؟

صابر :- ادیبوں کا ذکر ہو رہا تھا.

شخص ۱ :- آپ نے شیکسپیئر تو نہیں پڑھا؟

صابر :- دسویں جماعت میں پڑھا تھا.

شخص ۱ :- (کھانس کر) آپ نے اس کا وہ ڈرامہ پڑھا ہے - کیا نام - (۲ سے مخاطب ہو کر) بھئی وہ کون سا ڈرامہ تھا جس کی فلم پچھلے دنوں ٹی وی پر دیکھی تھی.

شخص ۲ :- (ذہن پر زور دے کر) ہیلمٹ

صابر :- آپ شاید ہملیٹ کی بات کر رہے ہیں.

شخص ۱ دروازے کی طرف دیکھ کر اس طرح اشارہ کرتا ہے جیسے وہ اگلے امیدوار کو اندر آنے کا کہہ رہا ہو.

شخص ۲ :- (کھسیانے ہو کر) ہمیشہ گڑبڑ ہو جاتی ہے. ہیلمٹ یا ہملیٹ. حالانکہ

Marfat.com

مجھے معلوم ہے کہ ہیلمٹ تو سکوٹر سوار پہنتے ہیں۔

شخص ۱ سر ہلا کر تائید کرتا ہے، مسکراتا ہے۔ اس دوران ایک نہایت خوش پوش نوجوان صابر کے پیچھے آ کھڑا ہوتا ہے۔ کمر تک جھکا ہوا فرمائشی مسکراہٹ لبوں پر سجائے۔

نوجوان :- گڈ مارننگ سر۔ تھینک یو فار دی کال تھینک یو۔
شخص ۱ :- بیٹھئے۔

نوجوان اسی طرح ہاتھ ملتا ہے۔ مسکراتا ہے، کرسی کی جانب دیکھتا ہے، جہاں صابر ابھی تک بیٹھا ہے۔ دونوں اشخاص کی جانب دیکھتا ہے کہ اب کیا کروں۔ مگر اتنی دیر میں صابر اٹھتا ہے اور کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔ نوجوان دانت نکالتا ہے۔

نوجوان :- سر ؟

سین نمبر ۴

ایک ویران سڑک۔ کیمپس کے قریب اگر نہر کے کنارے فٹ پاتھ ہو تو بہتر ہوگا۔ لیکن ویرانی کا تاثر ایک لازمی حصّہ ہے۔ صابر پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ مایوسی کی بجائے سوچ کا عمل جاری ہے۔ نہر میں سُورج کا عکس۔ صابر اس کی جانب چندھیائی ہوئی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ عکس اور صابر کے چہرے کے کلوز زد۔ سگریٹ سُلگا کر پھر چلنے لگتا ہے۔ چال میں خود اعتمادی ایک لانگ شاٹ۔ پھر صابر کے چہرے کا کلوز فلیش بیک میں صابر کے کلوز میں سے چھ سالہ بچّے کا کلوز اُبھرتا ہے۔ پہلے منظر والا کلوز۔

تتلیاں پکڑنے کا جال تنا ہوا ہے۔ کلوز۔

بچّے کا کلوز۔ مگر چہرے کے آگے جال تنا ہوا۔

شارٹ کمپوزیشن بالکل وہی جس میں صابر فٹ پاتھ پر چل رہا ہے۔ مگر

Marfat.com

اب اس زاویے پر ایک بچّہ چل رہا ہے۔ بچّے کی حرکات سے ظاہر ہے کہ اس کا باپ ہمراہ ہے۔ آپس میں باتیں کر رہے ہیں، بچّہ ہر شے کو چھوتا ہے۔ پکڑتا ہے۔ چیزوں کو جاننے کا قدرتی تجسّس، کبھی پتّے اٹھا کر دیکھتا ہے۔ سفیدے کے بلند درختوں کو نگہ حیرت سے تکتا ہے۔ درختوں میں سے سورج چمک رہا ہے۔ بچّے کے ہونٹ نہیں ہل رہے۔ مگر گفتگو بیک گراؤنڈ میں جاری ہے۔

بچّہ :- ابّو یہ دیکھیئے۔ یہ پتّہ کیسا ہے ؟ بالکل میری ہتھیلی جیسا۔ ابّو پتّے پر بنی لکیریں اس کی قسمت کا حال بتاتی ہیں۔

باپ :- نہیں بیٹے . . . . یہ صرف یہ بتاتی ہیں کہ پتّہ سوکھ گیا ہے۔

بچّہ :- ابّو کیا میری ہتھیلی کی لکیریں قسمت کا حال بتاتی ہیں۔

باپ :- قسمت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، صابر بیٹے انسان خود اپنی قسمت بناتا ہے۔

بچّہ :- وہ کیسے ابّو ؟

باپ :- محنت اور ارادے سے۔

بچّہ :- اگر میں محنت کروں اور میرے پاس خوب بڑا سا راغبارے جتنا ارادہ ہو تو میں اپنی قسمت خود بنا سکتا ہوں۔

باپ :- ہاں بیٹے۔

بچّہ :- پھر میں جو چاہوں، کر سکتا ہوں ؟

باپ :- تم جو بھی چاہو۔

یہاں پھر وہی شاٹ۔ سورج کا عکس نہر میں چمک رہا ہے۔

بچّہ :- (عکس کی طرف اشارہ) میں سورج کو بھی پکڑ سکتا ہوں۔

باپ :- (کچھ دیر سوچ کر) ہاں بیٹے اگر تم محنت کرو اور ارادہ کر لو تو تم سورج کو بھی حاصل کر سکتے ہو۔

Marfat.com

فلیش ملا ملا ملا سکرین پر آتے ہیں. پھر بلینک سپیس اس سپیس میں تتلیاں پکڑنے کا جال نمودار ہوتا ہے. ہینڈل پر بچے کا ہاتھ مگر اس مرتبہ ساکن نہیں بلکہ حرکت کرتا ہوا۔ جیسے کوئی شے پکڑنے کی جستجو ہو. اس شاٹ پر کار کے ہارن کی آواز اور لیپ ہوتی ہے. فلیش بیک ختم. صابر حسب معمول چل رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سڑک پر ایک کار چل رہی ہے. ہارن بج رہا ہے. صابر چونک کر متوجہ ہوتا ہے. کمال اس کا دوست کھڑکی میں سے سر نکالتا ہے.

کمال :- یہ اپنے من میں ڈوب کر سُراغِ زندگی پانے کا عمل تھا.

صابر اس کی آمد سے خوش ہے. ہنستا ہے.

کمال :- واللہ انہماک اسی کو کہتے ہیں اگر جان پہچان نہ ہوتی تو تمہیں صاحب کشف جان کر پاؤں پکڑ لیتا.

صابر اس کی گفتگو سے لُطف اندوز ہوتا ہے. اور مُسکراتا ہے.

کمال :- جب کبھی تمہارے گھر جاتا ہوں "صابر" کی آواز پر ہمیشہ جواب آتا ہے. "انٹرویو دینے گئے ہوئے ہیں" شاید یہ فقرہ ٹیپ کر دار کھا ہے تمہاری عائشہ بی بی نے. آج بھی یہی جواب ملا. میں نے سوچا ملاقات کو ایک عرصہ ہو چکا آج سُراغ لگا کر ہی رہوں گا. پچھلے دو گھنٹوں سے اپنا قیمتی پٹرول نذرِ آتش کر رہا ہوں صابر ڈیر.

(کار کا دروازہ کھولتے ہوئے)

کمال :- چلو کسی کافی بار میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی خیریت نیک مطلب چاہیں. بیٹھو۔

صابر کار میں بیٹھتا ہے. کار سٹارٹ ہو کر چلی جاتی ہے. کیمرہ نہر میں جھکے ہوئے سورج کے عکس پر.

Marfat.com

سین نمبر ۵

کافی بار۔ پُرسکون اور مختصر سی جگہ۔ جدید آرائش۔ لمبے کاؤنٹر کے پیچھے مالک کھڑا ہے۔ صرف ایک ویٹر کونے والی نسبتاً تاریک میز پر ایک لڑکا اور لڑکی جو طالب علم ہیں ان کے علاوہ صرف ایک شخص کاؤنٹر کے ایک سٹول پر بیٹھا کافی پی رہا ہے صابر اور کمال اندر داخل ہوتے ہیں۔ کمال کاؤنٹر کی طرف جانے لگتا ہے۔

صابر :۔ (کمال کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) نہیں اُدھر نہیں کمال۔ سٹول پر بیٹھ کر میرے پاؤں زمین پر نہیں لگتے۔

کمال :۔ (ہنس کر) عام حالات میں تمہارے پاؤں زمین پر کب لگتے ہیں۔ ہمیں تو خلاؤں میں ہی معلق نظر آتے ہو۔ وہاں اس کونے میں بیٹھ جائیں۔

صابر اور کمال ایک کونے میں بیٹھ جاتے ہیں۔

صابر :۔ (سنجیدگی سے) تمہارا بھی یہی خیال ہے کہ میرے پاؤں زمین پر نہیں لگتے دھرتی سے میرے رشتے ناطے ٹوٹ چکے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کمال۔ میں تو زمین پر۔ اسی زمین پر رہنا چاہتا ہوں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس زمین کو میرے قدموں تلے سے کھینچ لیتے ہیں۔ مجھے جان بوجھ کر خلاؤں میں معلق کر دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر میرے پاؤں زمین پر ٹِک گئے تو وہ خود ختم ہو جائیں گے۔

ویٹر آتا ہے۔ ہاتھ میں مینو ہے۔

ویٹر :۔ (جھک کر مینو کمال کے آگے رکھتا ہے) سر؟

کمال :۔ مینو پر نظر ڈالے بغیر بے دھیانی میں) دو ڈبل لے آؤ۔ سوڈے کے ساتھ۔

ویٹر :۔ (حیرت سے) جی صاحب؟

کمال :۔ (چونک کر) میرا مطلب ہے دو کافی لے آؤ۔ سینڈوچز کے ساتھ (صابر

Marfat.com

کی طرف دیکھ کر) SLIP OF THE TONGUE بس عادت ہو گئی ہے۔

صابر:۔ (مسکراتے ہوئے) کب سے؟

کمال:۔ جب سے ملازم ہوا ہوں۔ اس کے بغیر پبلک ریلیشننگ مکمل نہیں ہوتی۔

صابر:۔ ملازمت کر رہے ہو یا پبلک ریلیشننگ۔

کمال:۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں (مصنوعی غصّے سے) میرا انٹرویو لے رہے ہو کیا؟

صابر:۔ میرا مشغلہ انٹرویو دینا ہے لینا نہیں۔

کمال:۔ لاحول ولا۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔ بھئی تمہارے انٹرویو کا کیا ہوا۔

صابر:۔ (مسکرا کر) ہم وضعدار لوگ ہیں۔ اگر دوسرے اپنی خُو نہیں چھوڑتے تو ہم اپنی وضع کیوں بدلیں۔

کمال:۔ مطلب؟

صابر:۔ مطلب یہ کہ آج بھی وہی کچھ ہوا ہے جو پچھلے درجن بھر انٹرویوز میں ہوا تھا۔

ویٹر کافی اور سینڈوچز لا کر میز پر رکھتا ہے۔ کمال اپنے دوست کی ناکامی پر رنجیدہ ہے۔

کمال:۔ دیے ہوں گے نا الٹ پلٹ جواب۔ انٹرویورز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایسے دیکھا ہوگا۔ جیسے وہ تمہارا نہیں تم ان کا انٹرویو لے رہے ہو۔ صابر آخر یہ سب کچھ کب تک چلے گا؟ تمہیں بالآخر اپنی وضع بدلنی ہی ہوگی۔

صابر:۔ (قدرے درشتگی سے) الٹ پلٹ نہیں، درست جواب دیے تھے۔ اور درست جواب وہ سُننا نہیں چاہتے۔

کمال:۔ تمہیں کس حکیم نے کہا ہے کہ اس قسم کے درست جواب دیا کرو۔۔ صابر کامیابی کے لیے تمہیں انٹرویوز میں وہی جواب دینا ہوں گے۔ جو لوگ سننا پسند کرتے ہیں۔ تمہیں اسی طور BEHAVE کرنا ہوگا۔ جیسے وہ چاہتے ہیں تمہیں اُنہی عادات و اطوار کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ جو وہ تم سے EXPECT کرتے ہیں تمہیں

Marfat.com

خود اعتمادی کے بلند زینے سے اُتر کر اس زمین پر پاؤں رکھنا ہی ہوگا۔

صابر :۔ (غصے سے) لیکن کیوں کمال ؟ کتنے لوگ ہیں جن کے پاس مجھ سے بہتر CREDENTIALS ہیں۔ آج تک جتنے انٹرویوز کے لیے گیا ہوں میری تعلیمی قابلیت ان کے معیار سے ہمیشہ کہیں بہتر ہوتی ہے۔ مجھے آج تک کسی نے لاجواب نہیں کیا۔ میں اپنا حق مانگتا ہوں۔ کسی سفارش کے بغیر ـــــ چاپلوسی کا نقاب اوڑھے بغیر۔ جس ملازمت کو میں DESERVE کرتا ہوں۔ اس کے حصول کے لیے میں چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ کیوں سجاؤں ؟ بھیک کیوں مانگوں۔ ان پستیوں میں تو وہ اُترے جس کے CREDENTIALS SOUND نہ ہوں۔

کمال :۔ (قدرے جھینپ کر) بھئی اب اتنا پرسنل ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ مانتے ہیں کہ ایم اے ہم نے آخری ڈویژن میں بمشکل پاس کیا۔ ہاکی سٹک کا الٹا سیدھا جانے ہماری بلا۔ کالج کے پرچے کے لیے کوئی لطیفہ روانہ کرتے تھے تو جناب انگریزی کی پچاس غلطیاں نکال کر ہمیں واپس کر دیا کرتے تھے لیکن ـــــ

صابر :۔ (محظوظ ہو کر) لیکن کیا ؟

کمال :۔ لیکن مجھے ملازمت کرتے دو برس ہونے کو آئے اور تم ابھی تک اپنے آئوری ٹاور پر براجمان ہو۔ مجھے پہلے انٹرویو میں ہی جس قسم کی نوکری آفر ہوئی میں نے قبول کر لی۔ اور اب دیکھو اپنی محنت سے۔

صابر :۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ پبلک ریلیشننگ سے۔

کمال :۔ چلو پبلک ریلیشننگ سے ہی سہی۔ بہر حال اوپر تلے تین پروموشنز لے چکا ہوں۔ کمپنی نے کار دے رکھی ہے۔ گھر کے لیے قرضہ منظور ہو چکا ہے۔

Marfat.com

صابر :- (بے صبری سے) یہ سب کچھ مجھ سے نہ ہو گا۔

کمال :- نہیں ہو سکتا تو آرام سے گھر میں بیٹھو۔ اور کُترتے رہے بوڑھے باپ کی قلیل پنشن کو۔ اور عائشہ بی بی سے معذرت کر لو کہ ——

صابر :- اب تم پرسنل ہو رہے ہو۔

کمال :- دوستوں کو پرسنل ہونے کا حق ہوتا ہے۔

صابر :- لیکن کمال میں بے بس ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور میرے راستے بدلے۔ میں چوہوں کی اس دوڑ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس موجودہ تہذیب میں۔ تہذیب کے اس جنگل میں مَیں اپنے آپ کو گم نہیں کرنا چاہتا۔ میں اپنی انفرادیت برقرار رکھنا چاہتا ہوں۔

کمال :- اپنی بے جا انفرادیت کو برقرار رکھنے کی خاطر بھی تمہیں اس جنگل کے قوانین کے مطابق جدوجہد کرنی ہو گی۔

صابر :- قانون دوسرے لوگ بنائیں اور جدوجہد میں کروں۔ میں اپنے قانون خود بنانا چاہتا ہوں۔

کمال :- بناتے رہو اپنے قانون۔ یہاں تک کہ تم کوڑھ کے ایک مریض کی طرح معاشرے سے کٹ کر رہ جاؤ۔ تمہاری انفرادیت اور خود اعتمادی اپنی جگہ۔ مگر صابر ڈیر یہاں تو SURVIVAL OF THE FITTEST کا مسئلہ ہے۔

صابر :- کیا میں FITTEST نہیں ہوں۔

کمال :- اپنی ذات کے لق و دق صحرا میں شاید۔ مگر اس جنگل میں — فی الحال نہیں۔

ایک انتہائی خوش پوش نوجوان سگار مُنہ میں اُڑسے ایک خوبرو دوشیزہ کا ہاتھ پکڑے کافی بار میں داخل ہوتا ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی صابر پر نظر پڑتی ہے۔

Marfat.com

نوجوان :- آہا صابر۔

صابر اور کمال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

نوجوان :- اور جناب کمال صاحب بھی۔

ہاتھ ملاتے ہیں۔

صابر :- بھئی کمال۔

کمال :- مجھ سے کچھ کہا؟

صابر :- ارے نہیں۔ بھئی کمال ہے۔ تم تو پہچانے ہی نہیں جاتے اطہر۔ کیا وہ کالج کے زمانے کا سوکھا سڑا لڑکا اور کہاں یہ کہ ڈبل قسم کی صحتیں بنا رکھی ہیں کس چکّی کا کھاتے ہو؟

اطہر :- (قہقہہ لگا کر) کھاتا نہیں۔ سونگھتا ہوں۔ کامیابی کی بھینی بھینی خوشبو۔

کمال :- (مسکرا کر) کہاں ملتی ہے ہم بھی دو چار لمبے لمبے سانس لے کر اپنے پھیپھڑے بھر لیں۔

اطہر :- اپنے والد صاحب کی نئی فیکٹری میں... کسی روز آجانا... بلکہ آج کل میں ہی آجانا (کندھے پر دھپ لگا کر) کیونکہ جس حساب سے تم آج کل مے نوشی کر رہے ہو۔ اگلے دو چار برسوں میں تمہارے پھیپھڑے اس قابل ہی نہیں رہیں گے کہ ان میں کچھ بھرا جاسکے۔ (قہقہہ لگاتا ہے اور صابر سے مخاطب ہوتا ہے۔) ایم اے کے رزلٹ کے بعد (منہ بنا کر) اور WHAT A RESULT? آج ملاقات ہو رہی ہے۔ کہاں رہتے ہو۔

صابر :- یہیں آس پاس!

اطہر :- آس پاس! اگر آس پاس رہتے تو کمال کی طرح تم سے بھی ملاقات ہوتی رہتی مگر...

Marfat.com

صابر :۔ تم دونوں کا آس پاس اور میرا آس پاس قدرے مختلف سطحوں پر واقع ہیں....

کمال :۔ بے شک۔ بے شک! آپ فضائے بسیط میں پرواز کرنے والے اور ہم غریب غربار (ٹائی سے کھیلتے ہوئے) زمین پر رینگنے والے (ہنس کر) فلسفے کی مار دے رہے ہو پیارے۔ ہم ان فلسفوں سے مرنے والے نہیں۔

صابر :۔ یہ میں جانتا ہوں۔

کمال :۔ (جماہی لے کر) اطہر فی الحال اس آس (کافی بار کے دروازے میں کھڑی اطہر کی دوست لڑکی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) کو تو اپنے پاس بلالو۔

اطہر :۔ اونہوں (سر ہلاتا ہے) اتنا کچا بھی نہیں ہوں۔ کالج میں تو ہاتھ کر جاتے تھے نا۔ اللہ اللہ کیا شہرتیں تھیں جناب کی۔ لڑکیاں کہا کرتی تھیں کہ ہائے کمال اتنا چارمنگ ہے کہ درختوں پر بیٹھے پرندوں کو ایک نظر دیکھ لے تو وہ نیچے آ کر اس کے قدموں تلے لوٹنے لگتے ہیں... ناں بابا... اور پھر (سرگوشی کے لہجے میں) اِس آس کے ساتھ میں قدرے SERIOUS بھی ہوں۔ ممکن ہے تمہاری بھابی ہی بن جائے۔

کمال :۔ تمہارے پچھلے ریکارڈ کی بنا پر یہ ممکن ہمیشہ ناممکن رہے گا۔

تینوں ہنستے ہیں۔

اطہر :۔ (صابر سے مخاطب ہو کر) یار بڑی مسرت ہوئی آج تم سے مل کر۔ بے لوث یاریاں تو طالب علمی کے زمانے کی ہی ہوتی ہیں۔ بعد میں تو صرف CAL-CULATED قسم کی دوستیاں رہ جاتی ہیں... بہرحال ملنا کسی وقت۔ تفصیلی گفتگو کی جائے... فون نمبر دے دوں۔ (کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ اور پھر کچھ سوچ کر باہر نکال لیتا ہے۔) خیر چھوڑو کسی وقت گھر آؤں گا۔ ابھی تک (واضح طنز کے ساتھ) وہیں پر ہو نا جہاں تم سے نوٹس

لینے آیا کرتا تھا۔

صابر :۔ وہیں پر۔

تینوں ہاتھ ملاتے ہیں۔ صابر اور کمال دوبارہ بیٹھ جاتے ہیں۔ اطہر اپنی دوست لڑکی کے پاس جاکر اس کا ہاتھ تھامتا ہے اور وہ کاؤنٹر کے سٹولوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔

صابر :۔ تمہیں یاد ہے کمال، ایک زمانہ تھا کہ اس چُغد کو ہم ایک محفوظ فاصلے پر ہی رکھتے تھے۔ اور آج تم نے دیکھ لیا کہ وہ مجھے اپنا فون نمبر دینے سے بھی گریز کر رہا تھا۔

کمال :۔ کامیابی کی بھینی بھینی خوشبو سے بدمست!

صابر :۔ باپ کی جاگیر پر بیٹھ جانے کو میں کامیابی نہیں گردانتا۔

کمال :۔ کامیابی کی قسمیں نہیں ہوا کرتیں صابر۔ کامیابی صرف کامیابی ہے۔ تم بھی ناممکن کے حصول کا خواب دیکھنا چھوڑ دو تو اس سے ہمکنار ہو سکتے ہو۔

صابر :۔ (جھلّا کر) کمال کون کہتا ہے کہ میں ناممکن کا حصول چاہتا ہوں۔ میں تو صرف اپنا جائز حصّہ مانگتا ہوں۔ اپنی تعلیمی قابلیّت کے مطابق۔ اپنی ٹیلنٹ کی بنیاد پر۔

کمال :۔ اس دنیا میں کتنے لوگ ہیں، جنہیں ان کی ٹیلنٹ کی بنیاد پر حصّہ ملتا ہے۔ یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔

صابر :۔ میں یہی ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ قسمت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ——

کمال :۔ (تنگ آکر) تو ٹھیک ہے ثابت کرتے رہو۔

تھوڑی دیر کے لیے دونوں خاموش رہتے ہیں۔

کمال :۔ صابر مجھے دوست تو مانتے ہو نا! مشورہ خیر کیا دوں گا صرف تمہاری

Marfat.com

بہتری کے لیے کہتا ہوں. اگر کامیابی کے تالاب میں تیرنا چاہتے ہو.....

صابر :- (نفرت سے) یہ تالاب نہیں گٹر ہے. کھلا بدبودار گٹر.

کمال :- لیکن اس کے باوجود تم اس میں تیرنا چاہتے ہو ؟ !

صابر :- میں نہیں چاہتا. میری پشت پر ہاتھ ہیں. میری ماں. باپ اور منگیتر کے ہاتھ جو مجھے اس میں دھکیلنا چاہتے ہیں.

کمال :- (سٹپٹا کر) آخر تم چاہتے کیا ہو ؟

صابر :- (کھو جاتا ہے) میں ؟

—— فلیش بیک ——

۱- چوتھے منظر کے تمام تر فلیش بیک REPEAT.

۲- تتلیاں پکڑنے کا جال اب زیادہ حرکت میں ہے. چوتھے منظر سے زیادہ. اس میں بچے کے چہرے کی INTERCUTTING.

سین نمبر ۶

صابر باہر سے آتا ہے. مشترکہ بیڈ روم میں داخل ہوتا ہے. سر جھکائے ہوئے. باپ چارپائی پر بیٹھا حقّہ گڑگڑا رہا ہے. سر اٹھا کر صابر کی طرف دیکھتا ہے. اور پھر حقّے کا ایک لمبا کش لگاتا ہے. اسے معلوم ہے کہ صابر آج پھر ناکام لوٹا ہے. ماں پیڑھی پر بیٹھی چاول چُن رہی ہے. صابر کو دیکھ کر چاول رکھ دیتی ہے. اس کی سوالیہ نظریں صابر پر ہیں. صابر ماں سے نظریں ملائے بغیر لمحہ بھر کے لیے رکتا ہے. گردن کھجاتا ہے. اور پھر دوسرے دروازے سے ڈرائینگ روم میں چلا جاتا ہے. ماں اور باپ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں. صابر ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے. ٹائی کی گرہ کھولتا ہوا. ڈرائینگ روم میں ایک پرانا صوفہ اور بید کی چند کرسیاں. کارنس پر عائشہ کی ایک تصویر. ایک گلدان. عائشہ اس میں تازہ پھول سجا رہی

Marfat.com

ہے ۔صابر کوٹ اتارنے لگتا ہے۔ مگر عائشہ کو دیکھ کر رک جاتا ہے ۔ کچھ دیر کے لیے اُسے خاموشی سے دیکھتا رہتا ہے ۔ اور پھر چپکے سے صوفے پر بیٹھ جاتا ہے ۔ عائشہ اپنی دُھن میں مگن ہے ۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں ۔

صابر :۔ خالہ جان کیسی ہیں ؟

عائشہ :۔ بخار اُتر گیا ہے ۔ اب سو رہی ہیں ۔

عائشہ کا خیال ہے کہ صابر اُسے انٹرویو کے نتیجے کے بارے میں آگاہ کرے گا مگر وہ خاموش رہتا ہے ۔

عائشہ :۔ انٹرویو کیسا رہا ؟

صابر بے دھیانی میں صرف کندھے سکیڑتا ہے ۔ اور پھر اُٹھ کر شیلف میں سے ایک کتاب نکال کر ریڈنگ ٹیبل پر بیٹھ جاتا ہے ۔

عائشہ :۔ صابر !

صابر جواب نہیں دیتا ۔ بظاہر کتاب میں مگن ہے ۔ عائشہ قریب جا کر میز سے کتاب اٹھا لیتی ہے ۔ صابر اسی طرح سر جھکائے بیٹھا رہتا ہے ۔

عائشہ :۔ تمہاری خاموشی سے مسائل تو حل نہ ہوں گے ۔

صابر اس کی طرف دیکھتا ہے ۔

عائشہ :۔ آخر کب تک صابر ؟ کب تک تم مجھے اپنی خود اعتمادی کی صلیب پر چڑھائے رکھو گے ! تمہاری ہر ناکامی میرے جسم میں ایک میخ کی طرح گڑھ جاتی ہے ۔ مجھ میں چھلنی ہونے کی سکت نہیں ۔ میں کب تک برداشت کروں گی ۔ صابر یا تو مجھے اس صلیب سے اتار کر اذیت سے چھٹکارا دلاؤ اور یا پھر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

صابر :۔ (غصّے سے) اور یا پھر ؟

عائشہ:۔ تم اجازت دو تو میں خود نوکری کر لیتی ہوں. چھوٹا موٹا ٹیچنگ جاب تو مل ہی جائے گا.

صابر کے چہرے پر دکھ کے آثار ہیں. وہ کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس آجاتا ہے اور آہستہ آہستہ بولنے لگتا ہے.

صابر:۔ (نرمی سے) اتنی جلدی حوصلہ چھوڑ گئیں عائشہ؟ ابھی تو مسافتوں کا آغاز بھی نہیں ہوا. تمہارے پاؤں ابھی سے تھکنے لگے ہیں؟

عائشہ:۔ مدتوں ایک ہی جگہ بے حس و حرکت جامد کھڑے رہنے سے پاؤں تھک ہی جاتے ہیں. میں حرکت کرنا چاہتی ہوں. ہم نے اگر سفر کا آغاز نہ کیا تو ہمارے پاؤں تلے کی زمین دلدل میں بدل جائے گی صابر!

صابر:۔ میں خود اس خالہ زاد رشتے کو مزید طول نہیں دینا چاہتا. بس جونہی مجھے کوئی ایسی ملازمت ملی جو میں DESERVE....

عائشہ:۔ DESERVE ... DESERVE ... DESERVE! میں تنگ آچکی ہوں اس لفظ کی تکرار سے. کیا تمہارے بوڑھے والدین اس نیم وجودیت کو DESERVE کرتے ہیں. جو تمہارے کام پر نہ لگنے کی وجہ سے ان پر مسلّط ہے؟ کیا میری ماں ایک معزز اور خوشحال زندگی بسر کرنے کے بعد یہ DESERVE کرتی ہے کہ وہ یکدم بیوہ ہو جائے اور بقیہ عُمر اپنی غریب بہن کے ٹکڑوں پر پلے؟ ایک کوٹھڑی میں مقید رہے۔ کون کیا DESERVE کرتا ہے. کون کہہ سکتا ہے؟ اور پھر میں بھی تو ہوں. میرے بارے میں بھی کبھی سوچا ہے؟ کیا میں تمہیں DESERVE کرتی ہوں؟

صابر اس آخری فقرے سے STUN ہو جاتا ہے.

صابر:۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟

Marfat.com

عائشہ :۔ معزز خاندان سے تھا۔ کاروبار بھی وسیع تھا۔ وہ لوگ امی کی منتیں بھی کرتے تھے۔ بس یہی تھا کہ لڑکا زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ امی بھی تیار تھیں۔ مگر میں نے انکار کر دیا۔

صابر :۔ کیا تم اب اپنے فیصلے پر پچھتا رہی ہو!

عائشہ :۔ ابھی نہیں.....

صابر :۔ اس کا مطلب ہے تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے؟

عائشہ :۔ (ہنس کر) حیرت ہے۔ ادب سے لگاؤ کے باوجود تمہیں اظہار کے لیے اس عامیانہ لفظ کے علاوہ کوئی اور مناسب لفظ نہیں ملا.. میں رومانی ناولوں کی ہیروئن نہیں ہوں کہ آہوں اور سسکیوں کا لحاف اوڑھ کر پوری عمر بتا دوں۔ کم از کم میں ... کیا کہتے ہیں اسے محبت۔ اس خلائی جذبے سے کبھی آشنا نہیں ہوئی... ہاں وقت گزرنے سے ... ایک دوسرے کے قریب رہنے کی عادت ہو جاتی ہے ایک خاص چہرے کو دیکھنے کی۔ اسے محبت کہہ لو۔ بس مجھے بھی بچپن سے تمہیں دیکھنے کی عادت سی ہو گئی ہے اور میں اس تسلسل کو توڑنا نہیں چاہتی۔

صابر :۔ میں توڑنا چاہتا ہوں؟

عائشہ :۔ اگر تم کچھ دیر اور اپنے گرد تعمیر کردہ حصار سے باہر نہ نکلے تو پھر چاہنے نہ چاہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

صابر :۔ لیکن عائشہ عزتِ نفس بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔ تم چاہتی ہو کہ میں خوامخواہ لوگوں کے سامنے جھک جاؤں؟ خوشامد اور سفارش کی بیساکھیوں کے سہارے کامیابی کے راستے پر چلوں؟ مجھ میں طاقت ہے۔ قوّت ہے۔ میں ان مسافتوں کے لیے سہارے کا متلاشی نہیں ہوں۔

Marfat.com

عائشہ :- سفر کے آغاز کے لیے اگر سہارا لے لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے ؟

صابر :- تو پھر تم چاہتی ہو کہ میں . . . .

عائشہ :- مجھے خود معلوم نہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں .

نرگس دروازے کی اوٹ میں کھڑی کھانستی ہے . جیسے اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہتی ہو۔ کھانسنے کی آواز آخری مکالمے پر ۵/۱ ہوتی ہے . عائشہ اور صابر جو قریب قریب کھڑے تھے . پیچھے ہٹ کر مخالف کونوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں . نرگس کمرے میں داخل ہوتی ہے .

نرگس :- السّلام علیکم بھائی جان !

صابر مسکراتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور اپنی بہن کے سر پر پیار دیتا ہے .

صابر :- وعلیکم . . . . السلام .

نرگس آگے بڑھ کر خود عائشہ سے گلے ملتی ہے . اور پھر اسے دیکھتی ہے .

نرگس :- بس . . . (پیچھے ہٹ کر تحسین آمیز نظروں سے دیکھتی ہے) . . . چشم بددور ! عائشہ بہن . . . . ہائے ہائے یہ بہن کا دُم چھلا کب تک قائم رہے گا . ہم تو ترس گئے عائشہ بھابی کہنے کو . . . .

عائشہ صابر کے ساتھ LOOKS EXCHANGE کرتی ہے .

نرگس :- اور بھائی جان ؟ وہی الّلے تلّلے ہیں یا . . . . .

صابر :- یہ ٹرٹر بند کرو اور بتاؤ کہ تم یہ آناً فاناً لاہور میں کیسے ٹپک پڑیں ؟

نرگس :- واہ بھائی جان شادی ہوئی نہیں اور ابھی سے اس گھر میں بہنوں کے داخلے پر اعتراض ہو رہا ہے . (شہادت کی انگلی کھڑی کر کے) یاد رکھیئے ہمیشہ بہنیں ہی کام آتی ہیں . یہ مستقبل کی بیویاں وغیرہ تو . . .

صابر :- (ہنستے ہوئے) تمہارے باتونی پن سے تو تنگ آ کر تمہاری شادی کی

تھی۔ ہمیں کیا پتہ تھا۔

نرگس :- اللہ بھائی جان! پورے دو گھنٹے جہاز میں منہ بند کیے بیٹھی رہی ہوں۔ ایر ہوسٹس سے گپ لگانے کی کوشش کی تو وہ بھی آپ کی طرح سڑی ہوئی نکلی۔۔۔۔

صابر :- زبیر ساتھ نہیں آئے کیا؟

نرگس :- وہ ساتھ ہوتے تو میں منہ بند کیے بیٹھی رہتی؟۔۔۔ (دروازے کی طرف جاکر) امی۔ ابّو آپ بھی اِدھر ڈرائینگ روم میں آجائیے۔ مجھ سے وہاں چارپائی پر نہیں بیٹھا جاتا۔

پیچھے ہٹ کر صوفے پر براجمان ہو جاتی ہے اور عائشہ سے مخاطب ہوتی ہے۔

نرگس :- آج خالہ جان نیچے نہیں آئیں کیا؟

عائشہ :- بیمار ہیں قدرے۔۔۔۔

نرگس :- اوہ۔۔۔

عائشہ :- معمولی زکام ہے۔

نرگس :- (اُٹھتے ہوئے) میں انہیں سلام کر آؤں۔۔۔

عائشہ :- ابھی سو رہی ہیں۔

نرگس پھر بیٹھ جاتی ہے۔ اسی دوران ماں اور باپ اندر داخل ہوتے ہیں۔ وہ بیٹی کی آمد سے خوش ہیں۔ باپ اپنا حُقہ بھی ساتھ لایا ہے۔

صابر :- کتنے روز قیام رہے گا؟

نرگس :- (ہنس کر) جب تک آپ کی شادی کی تاریخ طے نہیں ہو جاتی۔۔۔۔ اور آپ کون ہیں پوچھنے والے؟ اپنے ابّو کے گھر آئی ہوں۔ جب تک جی چاہے گا رہوں گی۔

Marfat.com

ماں :- نرگس بیٹی زبیر ساتھ کیوں نہیں آیا ؟

نرگس :- وہ یورپ گئے ہیں چند روز کے لیے. میں نے ساتھ چلنے کے لیے ضد کی تو کہنے لگے صبح شام کاروباری مصروفیات ہوں گی. بور ہو جاؤ گی. (ہنس کر) میں نے کہا ٹھیک ہے، ہمیں ہمارے یورپ بھیج دیجئیے. اپنی امی کے پاس.

باپ :- زبیر کو ملے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا. نرگس اسے کہو کہ یورپ کے چکروں میں لاہور کے ایک نکتے کا بھی اضافہ کرے.

نرگس :- سخت مصروف ہوتے ہیں ابا جان . . . اور پھر۔ (ڈرائینگ روم کو دیکھتی ہے. بید کی کرسیاں، کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹے ہوئے. ننگا فرش) وہ علیحدہ بیڈ روم کے بغیر ذرا UNCOMFORTABLE محسوس کرتے ہیں. اور یہاں جگہ کی تنگی کے باعث . . . .

خاموش ہو جاتی ہے.

تمام کردار ایک لمحے کے لیے خاموش ہو جاتے ہیں. باپ حقّے کا کش لگاتا ہے.

باپ :- ہاں۔ بڑے کاروبار میں مصروفیت تو ہوتی ہی ہے . . . خاص طور پر ریڈی میڈ ملبوسات کے کاروبار میں۔

نرگس :- وہ تو ہم نے فروخت کر دیا. ابّو . . . . اس میں تو اب بہت سے لوگ آ گئے ہیں. منافع کی شرح بہت کم ہو گئی تھی. اب ہینڈی کرافٹس برآمد کرتے ہیں.

ماں :- (حیرت سے) ہانڈی کیا ؟

باپ :- ارے ہانڈی نہیں صابر کی امی۔ ہینڈی کرافٹس ۔ یہ نہیں ہوتے گھگھو گھوڑے. ٹوٹے پرانے برتن. گگڑوں ایسے رنگ برنگے کپڑے. لوہے کے زیور اور ہانڈیاں. (ہنس کر) ہاں تم ٹھیک کہتی ہو ہانڈی کرافٹس ۔

نرگس :- یورپ میں بے انتہا مانگ ہے ابّو. ابھی پچھلے دنوں زبیر نے چار ہزار

Marfat.com

سفید شٹل کاک نما برقعے برآمد کیے ہیں.

ماں :- ہائیں! تو اب یہ میمیں بھی پردہ کرنے لگی ہیں.

نرگس :- نہیں امّی - وہاں جب یہ میمیں سمندر کے کنارے نہانے کی غرض سے جاتی ہیں نا - تو ان برقعوں کو اوڑھ کر اندر کپڑے بدلتی ہیں.

ماں :- کھلے بندوں نہاتی ہیں - توبہ توبہ!

نرگس :- مزیدار بات یہ ہے کہ آرڈر تو دس ہزار برقعوں کا تھا مگر پورے پاکستان میں کُل چار ہزار دستیاب ہوئے.

ماں :- (سنجیدگی سے) مجھ سے کہتیں میں اپنا برقعہ بھی تمہیں بھیج دیتی. سفید کریب کا ہے.

سب لوگ ہنستے ہیں. ماں انہیں گھورتی ہے.

نرگس :- اوہ! (جیسے یکدم کچھ یاد آتا ہے) بھائی جان! میں تو بھول ہی گئی تھی. آپ کے لیے ایک زبردست قسم کی ہینڈی کرافٹ لائی ہوں. ذرا ٹھہریے.

بھاگ کر منسلکہ بیڈ روم میں جاتی ہے - واپس آتی ہے تو ہاتھ میں ایک بنڈل ہے. کھولتی ہے. یہ مچھلیاں پکڑنے کا ایک جال ہے - کناروں پر خوب صورت منکے لگے ہیں. پھیلا کر صابر کے آگے تان دیتی ہے. کیمرہ جال میں سے صابر پر کلوز ہوتا ہے. صابر جال دیکھ کر مبہوت ہے.

نرگس :- پسند آیا بھائی جان!

صابر خاموش رہتا ہے. نرگس جال کو اسی طرح تانے کارنس کی جانب بڑھتی ہے.

نرگس :- کبھی کبھار زبیر مجھے بھی ANTIQUES تلاش کرنے کے لیے بھیج دیتے ہیں. چند روز پیشتر میں کراچی سے باہر مچھیروں کی ایک بستی میں گئی. ماہی گیر عورتوں کے پرانے چاندی کے زیور خریدنے کی خاطر - (جال کارنس پر لٹکا

Marfat.com

دیتی ہے) یہاں کیسا رہے گا۔ یہ جال ایک جھونپڑی کے دروازے پر لٹک رہا تھا۔ میں نے فوراً خرید لیا۔ یہاں GOOD لگتا ہے نا؟ اس میں آپ کی اور عائشہ کی تصویریں سجائیں گے۔ شادی کی تصویریں۔ (کارنس پر دھری عائشہ کی تصویر جال کے پیچھے ہے۔ کیمرہ اس کا کلوز لیتا ہے) پسند آیا بھائی جان؟

کیمرہ صابر پر جاتا ہے۔ اس کی نظریں جال پر جمی ہوئی ہیں۔ اور وہ مبہوت بیٹھا ہے۔

——— فلیش بیک ———

فلیش بیک ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ سکرین پر وقفوں کے بعد آتے ہیں۔ درمیان میں صابر کے کلوز کی انٹرکٹنگ ہیں۔ تمام STILLS ہیں۔

——— فلیش بیک ختم ———

صابر کی سٹل حرکت میں آتی ہے۔

صابر :۔ ہاں بے حد خوب صورت ہے۔

عائشہ جو اس دوران کونے میں خاموش کھڑی ہے۔ نرگس کی طرف آتی ہے۔

عائشہ :۔ نرگس اب میں چلتی ہوں۔ امّی جاگ گئی ہوں گی۔ انہیں چائے بنا کر دینی ہے۔ تم فارغ ہو کر آجانا۔

جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔

ماں :۔ عائشہ بیٹی چائے کی پتّی تو ہے نا؟

عائشہ :۔ (مڑے بغیر) جی خالہ جان۔ آج تو گذارہ ہو جائے گا۔

صابر کی طرف دیکھ کر باہر جاتی ہے۔ نرگس صابر کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہے۔

نرگس :۔ بھائی جان آپ کے انٹرویو کا کیا ہوا؟

باپ :۔ (تلخی سے) یوں کہو انٹرویوز کا کیا ہوا؟

Marfat.com

صابر کندھے سکیڑ کر خاموش رہتا ہے۔

نرگس :- بھائی جان آپ بُرا نہ مانیں تو ایک بات کہوں ؟ زبیر نے مجھے کئی بار کہا ہے ۔ میں نے سوچا آپ MIND نہ کر جائیں ۔ وہ آپ کے لیے بے حد CONCERNED ہیں ۔ اتنا وسیع کاروبار اب اکیلے ان کے بس کا روگ نہیں رہا ۔ ہمیں ایجنٹوں کی سخت ضرورت ہے ۔ اگر آپ ....

صابر :- (سختی سے) نہیں .....

باپ :- (طنزیہ انداز میں) نہ نہ نرگس بیٹی ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے ۔ میرا پڑھا لکھا بیٹا خود بڑا آدمی بنے گا ۔ کسی سہارے کے بغیر ، سفارش کے بغیر ۔ اپنی ڈگریوں کے بل بوتے پر ....

ماں :- گھر پڑے پڑے آپ کا تو دماغ چل گیا ہے ۔ اس میں صابر کا کیا قصور ہے ؟ -

باپ :- جی ہاں اس میں صابر کا کیا قصور ہے ۔ قصوروار تو میں ہوں کہ میں نے کوئی جائداد بنانے کی بجائے اسے پڑھایا لکھایا اس سے بہتر تھا کہ میں اسے بچپن سے ہی کسی کارخانے میں ملازم کروا دیتا ۔ شیخ فضل محمد کا بیٹا بچپن میں خراد کے کارخانے میں نوکر ہوا اور اب اچھا خاصا انجینئر بن کر دوبئی چلا گیا ہے ۔ مورد الزام تو ہم ٹھہرائیں ۔ تمہاری بہن کو جس نے اپنی تمام پنشن یک مُشت وصول کر کے اپنی بیٹی کا جہیز بنا لیا ہے ۔ عائشہ کو بھی دوش دیجئے کہ وہ ایک نکھٹو کے لیے اپنی زندگی برباد کر رہی ہے ۔ توبہ ! توبہ ! بھلا صابر کا اس میں کیا قصور ہے ۔ درجنوں مرتبہ ایسی نوکریوں کے لیے گیا ۔ جہاں باآسانی میں اس کی سفارش کروا کر اسے بھرتی کروا سکتا تھا ۔ کئی بار ذرا نچلے درجے کی ملازمت کی آفر ہوئی تو جناب نے

Marfat.com

حقارت سے ٹھکرا دی کہ ہیں تو یہ DESERVE ہی نہیں کرتا۔ اس کے تمام یار دوست اچھے عہدوں پر فائز ہیں۔ کامیاب کاروباری ہیں اور یہ ذات شریف ابھی تک ریٹائرڈ باپ کی پنشن پر پل رہے ہیں۔

صابر کے چہرے پر پسینہ اور آنکھوں میں غصّہ۔

ٹھیک ہے حفاظت کریں عزتِ نفس کی۔ سینت سینت کر رکھیں۔ خود اعتمادی اور قابلیت کو مگر کمائیں تو سہی۔ کاروبار شروع کرنے کا مشورہ دیتا ہوں تو ارشاد ہوتا ہے۔ ابا جان! بھلا ہزار دو ہزار میں آج کل کون سا کاروبار شروع کیا جا سکتا ہے۔ بھئی خوانچہ لگا لو۔ کھوکھا بنا لو۔ ریڑھی پر پھل سجا لو۔ یہ لوگ بھی تو عزتِ نفس کے مالک ہوتے ہیں۔

صابر اُٹھتا ہے اور کمرے سے باہر نکل جاتا ہے۔

ماں :۔ صابر بیٹے!

باپ حُقّے کا کش لگاتا ہے۔ نرگس جال کے قریب سر جھکائے کھڑی ہے۔

سین نمبر ۷

ایک تنگ بازار۔ بے شمار ریڑھیوں والے۔ خوانچہ فروش۔ کچھ زمین پر بیٹھے ہوئے اشیاء فروخت کر رہے ہیں۔ سیکنڈ ہینڈ کپڑے بیچنے والے۔ سب شور مچا رہے ہیں۔ "کیلے دو دو آنے" دو دو آنے۔ آم مفت لادنے جے دو دو آنے"۔ "مالٹے رسّاں دے بھرے، مالٹے رسّاں نال بھرے"۔

"کپڑوں والا"۔ ولیتی مال۔ تِن تِن روپے۔ تِن تِن . . . . اس قسم کی بہت سی آوازیں ٹریفک کا شور بھی سنائی دے رہا ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی۔ پہلوان کیلے خرید رہے ہیں۔ برقعہ پوش عورتیں سیکنڈ ہینڈ کپڑوں کو اُلٹ پلٹ رہی ہیں۔ صابر اس بازار میں داخل ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہر

ریڑھی ہر خوانچے والے کے پاس کھڑا ہوتا ہے۔ جیسے جائزہ لے رہا ہو۔ پھر ایک سگریٹ فروش بوڑھے کے قریب آ کر کھڑا ہو جاتا ہے، جس نے زمین پر خوانچہ لگا رکھا ہے۔ گاہک کو پان بنا کر دے رہا ہے۔ صابر اسے غور سے دیکھتا ہے۔ گاہک چلا جاتا ہے۔

صابر :۔ بابا جی! ایک سگریٹ تو دیجئے۔

سگرٹ فروش :۔ بابو جی فلٹر والا پیو گے یا بغیر فلٹر والا؟

صابر :۔ فلٹر کے بغیر۔۔۔۔

سگرٹ فروش سگرٹ دیتا ہے۔

سگرٹ فروش :۔ بابو جی فلٹر کے ساتھ پیا کرو پھیپھڑے خراب نہیں ہوتے۔

صابر :۔ جب تک تمباکو اور ہونٹوں کا بلا واسطہ ملاپ نہ ہو مجھے تو لطف ہی نہیں آتا۔ یوں لگتا ہے، جیسے ربڑ کا سوٹ پہن کر غسل کر رہا ہوں۔

سگرٹ فروش :۔ (کچھ نہ سمجھتے ہوئے) میں نے تو اس لیے کہا تھا کہ فلٹر سگرٹ کی کڑواہٹ کو کم کر دیتا ہے۔ دیوار کا کام دیتا ہے بابو جی!

صابر :۔ ایک بات تو بتائیں بابا جی۔۔۔۔ (جھجکتے ہوئے) روزانہ کتنا کما لیتے ہو؟

ایک گاہک آ کر سگرٹ مانگتا ہے۔ سگرٹ فروش اسے سگرٹ دیتا ہے۔ پھر صابر کی طرف متوجّہ ہوتا ہے۔

سگرٹ فروش :۔ کیا پوچھ رہے تھے بابو جی؟

صابر :۔ روزانہ کتنا کما لیتے ہو؟

سگرٹ فروش :۔ (پان کا بیڑہ مُنہ میں ڈالتے ہوئے سوچ کر) بس گذارا ہو جاتا ہے اللہ کے فضل سے۔

صابر :۔ پھر بھی؟

سگرٹ فروش :۔ پندرہ بیس روپے تو بچ ہی جاتے ہیں.

صابر :۔ یہ کاروبار شروع کرنے پر کتنی رقم خرچ ہوئی تھی؟

سگرٹ فروش :۔ اجی صاحب کیسا کاروبار ؟ یہ تو غریبی دعویٰ ہے. جتنا کمایا دس بیس روپے نکال کر پھر مال لے آئے ۔ پانچ سات سو میں گاڑی چل نکلتی ہے... ہاں اگر مہنگے سگرٹ اور سمگلنگ کا مال رکھیں تو پھر زیادہ رقم کی ضرورت ہوتی ہے .

صابر :۔ پھر تو مزے ہیں ہو بابا جی. عزت کی روٹی کھاتے ہو.

سگرٹ فروش :۔ صرف روٹی کھاتے ہیں بابو جی! عزت وزت کی بات چھوڑیں کارپوریشن کا ٹرک آنکلے تو جب تک جیب نہ گرم کریں تمام مال اور خوانچہ ٹرک میں ڈال لیتے ہیں. پولیس والے بھی تنگ کرتے ہیں. اس بازار کے بڑے دکانداروں نے ایک مرتبہ سب خوانچہ فروشوں کو نکال باہر کیا تھا. رات کو ۔ اور رات کو ہی اصل کاروبار ہوتا ہے. کئی مرتبہ بابو لوگ آتے ہیں... ذرا موڈ میں ... پان سگرٹ لے کر پیسے دیے بغیر چلے جاتے ہیں. عزت کی تو مت پوچھو بابو جی ۔ بس گذارا جو کرنا ہوا۔

صابر :۔ سب خوانچہ فروشوں اور ریڑھی والوں کا یہی حشر ہوتا ہے ؟

سگرٹ فروش :۔ جتنا بڑا خوانچہ ہوگا اتنی بڑی مصیبت. میرا تو چھوٹا سا خوانچہ ہے. ٹرک آجائے تو اٹھا کر سامنے والی گلی میں گھس جاتا ہوں.... لیکن آپ کیوں پوچھتے ہیں. اخبار میں کام کرتے ہیں؟

صابر :۔ نہیں ۔ میں تو کہیں بھی کام نہیں کرتا. ایک سگرٹ اور دے دیجئے.

سگرٹ فروش سگرٹ دیتا ہے .

صابر :۔ یہ نہیں ۔ فلٹر والا دیجئے .

Marfat.com

سگرٹ فروش حیران ہو کر سگرٹ بدل دیتا ہے۔

مونتاژ

وقت گزرنے کا تاثر دینا مقصود ہے۔ تقریباً آٹھ دس روز۔ صابر منظر ۴ کی طرح نہر کے کنارے چل رہا ہے۔ پانی میں سورج کا عکس۔ خزاں رسیدہ پتے، ویرانی۔ سوچ بچار کا عمل جاری ہے۔ سگرٹ پی رہا ہے۔ پچھلے تمام مناظر اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے ہیں۔ داڑھی بڑھی ہوئی ہے۔ اگر مناسب ہو تو پچھلے چند مکالمے ۵/۱ کروائے جا سکتے ہیں۔

سین نمبر ۸

منظر ۱ والی SITUATION اور سیٹ۔ یعنی مشترکہ بیڈ روم اور رات کا پچھلا پہر۔ فرق یہ ہے کہ اب نرگس بھی صابر کے برابر والی چارپائی پر محوِ خواب ہے۔ گلی کے پار کھمبا روشن ہے۔ صابر حسبِ معمول کروٹیں بدل رہا ہے۔ بار بار گھڑی دیکھتا ہے۔ کھمبے کا بلب گُل ہوتے ہی اٹھتا ہے۔ دبے پاؤں ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے۔ کارنس کے آگے تنا جال اتارتا ہے۔ اِدھر اُدھر چوروں کی طرح دیکھتا ہوا اسے بغل میں داب کر نکل جاتا ہے۔ صحن میں داخل ہوتا ہے۔ جال کھول کر بڑے پیار سے کپڑوں والی تار پر لٹکا دیتا ہے۔ ٹوٹی ہوئی آرام کُرسی پر بیٹھ جاتا ہے، اور نظریں جال پر جما دیتا ہے۔

منظر ۱ والی موسیقی اور بیک گراؤنڈ ازحد ضروری ہے۔ ہلکی روشنی پھیلتی ہے۔ سورج اُبھرتا ہے۔ صابر جیسے ایک خاص لمحے کے انتظار میں ہو۔ سورج کی پہلی جھلک پر منظر ۱ کی طرح خوش نہیں ہوتا۔ انتظار کرتا ہے۔ بالآخر سورج عین جال کے درمیان میں آ جاتا ہے۔ اس لمحے اس کے چہرے پر منظر ۱ والے مسّرت کے احساسات وارد ہوتے ہیں۔

——— فلیش بیک ———

بچّہ۔ جال بچّے کے چہرے کے آگے۔ پھر تتلیوں کا جال بلینک سپیس میں اُبھرتا ہے۔ ہینڈل پر بچّے کا ہاتھ۔ جال حرکت میں آتا ہے۔ مگر اس مرتبہ بچّہ بھی سکرین پر آتا ہے۔ سلوموشن میں صرف دو قدم بھاگتا ہوا۔

——— فلیش بیک ختم ———

کیمرہ جال پر۔ مگر اب جہاں سورج تھا۔ وہاں جال کے پیچھے عائشہ کھڑی ہے۔ اس طرح کہ سورج نظر نہیں آتا۔ ہاتھ میں ایک پیالی ہے۔ بالکل بے حس وحرکت کھڑی ہے۔

عائشہ:۔ (مسکرا کر۔ وہ بے حد خوب صورت لگ رہی ہے) کیا تمہارے اور میرے درمیان یہ جال ہمیشہ حائل رہے گا؟

صابر اپنی کُھلی آنکھیں جھپکتا ہے۔ اور پھر عائشہ کو جال کے پیچھے دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

صابر:۔ عائشہ تم! تم اتنی سویرے یہاں کیا کر رہی ہو؟

عائشہ:۔ (پیالی اُونچی کرکے) چینی لینے آئی تھی۔ خالہ جان باورچی خانے میں ناشتہ تیار کر رہی تھیں۔ کہنے لگیں صابر صحن میں بیٹھا ہوگا۔ اسے کہو ناشتہ کرلے آج اُسے انٹرویو کے لیے جانا ہے۔

صابر:۔ ہاں آج مجھے پھر انٹرویو کے لیے جانا ہے۔

عائشہ:۔ (جال کو تھامتے ہوئے) اسے سمیٹ کر اندر رکھ آؤں؟

صابر:۔ (ترشی سے) نہیں!

عائشہ جال چھوڑ دیتی ہے۔

عائشہ:۔ پچھلی مرتبہ میں نے غصّے میں جانے تمہیں کیا کیا کہہ دیا.... تمہیں

دُکھ ہوگا... مجھے بھی افسوس ہے۔ لیکن صابر... سورج کی جانب پرواز کرنے سے ہمیشہ پَر جل جاتے ہیں... تم.....

صابر :۔ (رُک رُک کر) میرے پَر موم کے نہیں ہیں عائشہ!

عائشہ :۔ تمہاری ڈگریاں۔ تعریفی اسناد۔ قابلیت۔ سب موم کے پَر ہیں صابر۔ انہیں زمانے کی حدّت سُلگا کر خاک کر سکتی ہے۔ ہاں اگر تم زمانے کا ساتھ دو۔ اور زمانے میں تمہارے والدین۔ میری امّی اور میں.... عائشہ سب شامل ہیں۔ تو یہی موم کے پَر پتّھر کے بن سکتے ہیں۔ کبھی نہ پگھلنے والے....

صابر :۔ (سر ہلا کر) پتّھر کے پَروں سے تم پرواز تو نہیں کر سکتے۔

عائشہ :۔ ہاں! لیکن وہ تمہیں اتنی بلندی پر بھی نہیں لے جاتے جہاں سے گر کر تم اپنے آپ کو چکنا چُور کر لو۔

ماں کی آواز آتی ہے۔

ماں :۔ صابر بیٹے ناشتہ کر لو۔ دیر ہو رہی ہے۔

صابر اٹھتا ہے۔ ایک نظر جال پر ڈالتا ہے۔ پیچھے کھڑی عائشہ مسکرا رہی ہے۔

سین نمبر ۹

منظر ۳ کا سیٹ۔ وہی کمرہ۔ صرف دو کرسیاں ایک سرے پر اور ایک دوسرے سرے پر۔ انٹرویو جاری ہے۔ آواز نہیں ہے۔ صابر مودّب ہو کر بیٹھا ہے۔ کبھی کبھار زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر لاتا ہے۔ جو فوراً بجھ جاتی ہے۔ بار بار سر ہلاتا ہے۔ جیسے بس سر! بس سر کہہ رہا ہو۔ انٹرویو ختم ہوتا ہے۔ انٹرویو والے دو شخص سرگوشیوں میں تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ پھر ایک صابر سے مخاطب ہوتا ہے۔

شخص ۱ :۔ تھینک یُو مسٹر صابر! ہمیں افسوس ہے کہ آپ سیلز ایگزیکٹو کے لیے موزوں نہیں ہے۔ دکھالنس کر، لیکن اگر آپ پسند کریں تو ہم آپ کو سینئر

Marfat.com

کلرک لینے کے لیے تیار ہیں۔

صابر کا مسکراتا چہرہ سنجیدہ ہو جاتا ہے، جیسے وہ اپنی کامیابی کے بارے میں یقین رکھتا تھا۔۔ چہرے پر مایوسی۔۔۔

شخص ۳:- اور وہ بھی صرف اس لیے کہ آپ کے والد کے ایک جاننے والے نے آپ کی سفارش کی تھی۔

صابر بالکل STUN ہو جاتا ہے۔

شخص ۲:- کہیئے آپ کو ہماری آفر منظور ہے؟

کیمرہ صابر کے چہرے پر کلوز ہوتا ہے۔ وہ سخت ذہنی کش مکش میں مبتلا ہے۔ مایوسی جھنجھلاہٹ، شکست کا تاثر۔

—— فلیش بیک ——

BLANK SPACE۔ اس میں تتلیوں کا جال اُبھرتا ہے۔ دستے پر بچّے کی مٹھی۔ ایک بچّہ۔ سلوموشن میں۔ بھاگتا ہوا۔ افق پر سورج۔ وہ جال لیے اُس سورج کو جال میں پکڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سورج جال کے عین درمیان میں آتا ہے۔ یہاں منظر ساکت ہو جاتا ہے۔ پھر ایک جھٹکے سے منظر حرکت میں آتا ہے۔ جیسے سورج جال سے نکل گیا ہے۔ بچّہ پھر بھاگ رہا ہے ہنستا ہوا۔ سورج کا پیچھا کرتے ہوئے۔ جال میں پھر ایک مرتبہ سورج نظر آتا ہے۔ منظر پھر ساکت ہو جاتا ہے۔ دوبارہ ایک جھٹکے کے ساتھ حرکت۔ اسی طرح چار پانچ مرتبہ۔ آخری سٹِل میں بچّہ سر جھکائے واپس جا رہا ہے۔ ناکام!

—— فلیش بیک ختم ——

سین نمبر ۱۰

صابر ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے. باپ حقّے سے منہ اٹھا کر اس طرف دیکھتا ہے. ماں کپڑا سیتے سیتے سر اوپر اٹھا کر دیکھتی ہے. اس کے قریب بیٹھی ہوئی رہتی ہے. بہن صوفے پر لیٹی ایک رسالہ پڑھ رہی ہے. صابر کو دیکھ کر اٹھ پڑتی ہے. صابر آہستہ آہستہ چلتا ڈرائینگ روم سے نکلتا ہے. یہاں وہی موسیقی جو منظر ۱ میں تھی. صحن میں داخل ہوتا ہے. تار پر جال لٹک رہا ہے. تھکے ہاتھوں سے جال سمیٹتا ہے. واپس ڈرائینگ روم میں آتا ہے. جال کو کارنس پر پہلے کی طرح پھیلا دیتا ہے. سب لوگ اس کی جانب دیکھ رہے ہیں. انتہائی دکھ کے ساتھ. جال پھیلا کر پیچھے ہٹنے لگتا ہے. اور پھر نظر عائشہ کی تصویر پر پڑتی ہے، جو جال کے پیچھے آگئی ہے. عائشہ کو ایک نظر دیکھتا ہے. جال اٹھا کر تصویر نکالتا ہے. اور اسے جال کے آگے کارنس پر رکھ دیتا ہے. کیمرہ تصویر پر کلوز ہوتا ہے. پس منظر میں جال.

Marfat.com

○ پانی کا قیدی

ایک مونتاژ۔ روشن دین ماشکی، دُبلا پتلا مگر مضبوط جسم کا مالک۔ عُمر تقریباً چالیس برس تمام ماشکیوں کی طرح پانی ڈھوتے ہوئے پاؤں سے ننگا رہتا ہے۔ تہمد، کُرتہ اور پگڑی جو صافے کا کام بھی دیتی ہے۔

۱۔ طویل سیڑھیاں جن کا آخری سرا نظر نہیں آتا۔ البتّہ ایک روشنی ہے۔ جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ بالآخر یہ ختم ہوتی ہیں۔ روشن بھری ہوئی مشک اٹھائے اوپر دیکھتا ہے اور پھر ایک عزم کے ساتھ چڑھنے لگتا ہے۔ چال میں لغزش نہیں، بھرپور استقامت ہے وہ آخر تک جاکر روشنی میں گُم ہو جاتا ہے۔

۲۔ مختلف مکانوں کی سیڑھیاں، وقت صُبح کا بازار میں چھڑکاؤ کر رہا ہے۔ صحنوں میں حلوائی کی دکان۔ بڑے بڑے مٹکے بھر رہا ہے۔ مختلف برتن مثلاً گھڑے، صُراحیاں، دیگچیاں بھرتی چلی جاتی ہیں اور یہاں سے کیمرہ ایک بلڈنگ سائٹ پر جاتا ہے۔ روشن کی مشک اینٹوں پر خالی ہو رہی ہے۔ . . . ادھر چند مزدور بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔ . . . روشن نلکے پر جاتا ہے۔ پاس ہی مکان کا مالک یا ٹھیکیدار چارپائی پر بیٹھا ہے۔

روشن:۔ ڈیڑھ بجنے میں بیس منٹ ہیں ملک جی؟

ملک :۔ (گھڑی دیکھ کر) ہاں... روشن وقت کا تجھے پتہ ہوتا ہے تو پوچھتا کیوں ہے بار بار ؟

روشن :۔ ہم دیہاتی لوگ کچّے کوٹھوں پر اُترتے سایوں سے اندازہ لگا لیتے ہیں ملک جی.... پر شہر میں آکر سب غلط ملط ہو جاتا ہے .

ملک :۔ مگر یہ تو ساری پکّی آبادی ہے روشن دین۔ یہاں....

روشن :۔ ہم دیہاتی شہر آتے ہیں ملک صاحب تو وہ کچّے کوٹھے بھی ہمارے ساتھ چلے آتے ہیں . ہمارے جسم کا ایک حصّہ بن کر۔ پھر ہمارے اندر ٹک ٹک شروع ہو جاتی ہے۔ ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ کیا وقت ہو گیا ہے .

ملک :۔ پھر تو تمہیں پانی سے دور رہنا چاہیئے روشن دین، کہیں وہ کچّا کوٹھا ڈھے نہ جائے .

روشن :۔ نہیں ملک جی وہ تو آپ کے پکّے چوباروں سے بھی زیادہ پکّا ہے۔ اس کی بنیادیں بڑی مضبوط ہیں .

ملک :۔ اپنی بنیادیں مضبوط رکھ اور ادھر ہماری بنیادیں سوکھ رہی ہیں .

روشن :۔ میں اچھی طرح چھڑکاؤ کر آیا ہوں ملک جی۔ اینٹیں بھی تر کر دی ہیں اب اجازت دیں مجھے دیر ہو رہی ہے .

ملک :۔ روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹے کے لیے کہاں چلا جاتا ہے اس وقت .

روشن :۔ اپنی پیاس بجھانے ملک جی .

اس دوران ایک تھیلے سے جوتے نکال کر پہن لیتا ہے .

——— CUT ———

ایک انگریزی میڈیم شاندار سکول۔ چھٹی ہو رہی ہے . بچّے یونیفارم پہنے باہر نکل رہے ہیں . چند خوانچے والے بھی دکھائے جاتے ہیں . جن کے گرد بچّوں کا ہجوم ہے .

روشن انتظار کر رہا ہے۔ ایک بچّہ نکلتا ہے بہت سمارٹ۔ وہ روشن کی طرف آتا ہے۔ روشن اسے اٹھا کر چلنے لگتا ہے مگر بچّہ اِدھر اُدھر دیکھ کر نیچے اتارنے کو کہتا ہے۔ پھر روشن کے ساتھ چلا جاتا ہے۔

CUT

ایک کٹڑی یا گنجان محلّہ۔ ایک بوسیدہ کواڑوں والا دروازہ۔ روشن اور بچّہ آتے ہیں۔ روشن تالا کھول کر اندر جاتا ہے۔ دو چارپائیاں۔ ایک کے چاروں طرف بچّے نے کتابوں اور اخباروں میں سے تصویریں کاٹ کر چپیاں کر رکھی ہیں۔ وہاں وہ اپنا کتابوں والا چھوٹا سوٹ کیس رکھتا ہے۔ ایک طرف گھڑوں کا سٹینڈ ہے۔ جس پر پانچ چھ گھڑے رکھے ہیں۔ روشن آگے بڑھ کر گھڑے کے اُوپر ٹِکے گلاس کو اٹھا کر پانی ڈالتا ہے اور بچّے کی طرف بڑھتا ہے۔ سب گھڑے بھرے ہوئے ہیں۔

روشن :- پی لے بیٹے پیاس لگی ہے ناں ؟

بچّہ :- (ناگواری سے) اتنی سردی میں ؟

روشن :- سردی ہو یا گرمی جسم تو خشک ہوتا رہتا ہے ناں۔ ہمارے بزرگوں کا کہنا ہے کہ پانی کا ایک گھونٹ تھکاوٹ کو، غصّے کو، نفرت کو سرد کر دیتا ہے۔ (خود گھونٹ بھرتا ہے) اور یہ کرتا ہے بیٹے۔ تجھے گرم گرم دُودھ لا دوں حلوائی سے ؟

بچّہ :- نہیں ابّا۔ تجھے کام پر واپس جانے میں دیر ہو جائے گی۔ میں خود پی آؤں گا روٹی کھانے کے بعد۔

روشن :- (ایک پوٹلی کھولتا ہے) ٹھنڈی نہ ہو گئی ہوں۔ آلو کی ٹکیاں لایا ہوں تمہارے لیے۔

بچّہ :- آج پھر وہی ٹکیاں ....

روشن :- میں شام کو جلدی آجاؤں گا تو دونوں باپ بیٹا مل کر بھجیہ بنا لیں گے۔

Marfat.com

بچّہ :- ارے ابّا وہ بھی تو آلو کی ہوگی...

روشن :- تو پھر واپسی پر ہیں شلغم لے آؤں گا۔ چاول بھی ہیں، اُبال لیں گے.

بچّہ :- اور حلوہ بھی ابا ؟

روشن :- ہاں۔ تم نے یاد رکھا آج جمعرات ہے.

بچّہ :- ابّا جب آپ چھوٹے ہوتے تھے تو آپ بھی حلوہ کھایا کرتے تھے ؟

روشن :- بس عید بقر عید پر . . . . اُن دنوں چینی تو ہوتی نہیں تھی۔ گُڑ کا بناتے تھے. میری ماں بناتی تھی.

بچّہ :- بہت مزیدار ہوتا ہوگا ماں کا بنایا ہوا۔

روشن :- (چونک کر) نہیں بس ایسا ہی ہوتا تھا. جس طرح کا ہم بناتے ہیں. ہم تو چینی سے بناتے ہیں. لے اب تُو جلدی سے روٹی کھالے. تھوڑی دیر آرام کرکے پھر اطمینان سے بیٹھ کر گھر کا کام کرنا.

بچّہ :- (فیس کارڈ آگے کرکے) ابّا کل فیس بھی جمع کروانی ہے.

روشن :- تو کروا دیں گے. مالدار لوگ ہیں ہم۔ اس مرتبہ کتنی ہے ؟

بچّہ :- پچھتر روپے . . .

روشن :- دس روپے بڑھ گئے ؟

بچّہ :- کھیلوں کے لیے چندہ ہے.

روشن :- بیٹیا تُو کھیلا ویلامت کر بس کتابوں میں ہی دھیان رکھ.

بچّہ :- ابّا وہ کھلاتے کہاں ہیں. صرف چندہ لیتے ہیں.

روشن :- رب ان کا بھلا کرے. جو کرتے ہیں اچھا کرتے ہیں. بہرحال میں تو چالیس پھیرے لگاؤں تو دس روپے جمع ہوتے ہیں (سوچ کر) یار یہ نہیں ہوسکتا کہ میں فیس دینے کی بجائے تمہارے سکول میں پانی بھر آیا کروں. پچھتر

روپے کی جتنی بھی مشکیں بنتی ہیں چار آنے فی پھیرا کے حساب سے ۔

بچّہ :- میری بے عزتی ہوگی ابّا ۔

روشن :- ہیں ؟ کام کرنے میں بھی بے عزتی ہوجاتی ہے بیٹے ؟

بچّہ :- پہلے ہی تمام بچّے میرا مذاق اڑاتے ہیں کہ تمہارا باپ ماشکی ہے ۔

روشن :- وہ تو میں ہوں ۔ میرے باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے ۔ تم ان کو کہا کرو کہ تمہارے باپ بھی تو لوہار ترکھان اور موچی وغیرہ ہیں ۔ یہ انجینئر اور فرنیچر والے اور شو سٹور والے یہی کچھ تو ہوتے ہیں ۔ (چونک کر) اوہ تین بجنے والے ہیں ۔ میں چلتا ہوں اور پیاس لگے تو ۔ ۔ ۔ ۔ خیر ۔ ۔ ۔ کمرے میں ہی رہنا ۔ میں جلدی آجاؤں گا ۔ پھر کھانا پکائیں گے دونوں ۔

بچّہ :- دودھ پینے بھی نہ جاؤں ؟

روشن :- ہاں سچ — چاچے حلوائی کی دکان تک ہی جانا ۔

پیسے نکال کر دیتے ہوئے —— جُوتا اتار کر بغل میں دباتا ہے ، اور دروازے سے نکل جاتا ہے ۔ بچّہ کھانا کھانے لگتا ہے ۔

—— CUT ——

رات کا وقت ۔ روشن مشک کاندھے پر ڈالے آرہا ہے ۔ بازار خالی ہے ۔ حلوائی کی دکان بھی بند ہے ۔ دروازے کے قریب پہنچ کر جُوتی پہنتا ہے ۔ اندر داخل ہوتا ہے ۔ بچّے کا بستر خالی ہے ۔ پریشان ہو کر باہر آتا ہے ۔ اِدھر اُدھر دیکھتا ہے ۔ پھر اندر جا کر تالا نکالتا ہے ۔ دروازے کو لگانے لگتا ہے کہ سامنے کے مکان سے فاطمہ نکلتی ہے ۔

فاطمہ :- روشن یہ وقت ہے آنے کا ؟

روشن :- بس کیا بتاؤں بہن فاطمہ ۔ ۔ ۔ ۔ اور مُراد ۔ ۔ ۔

Marfat.com

فاطمہ :۔ اندر آجا . . .

دونوں فاطمہ کے مکان میں جاتے ہیں. اندر مُراد سویا ہوا ہے .

روشن :۔ اوہ شکر ہے . میں تو گھبرا گیا تھا .

جا کر اُس کا ماتھا چومتا ہے .

فاطمہ :۔ تھوڑی دیر پہلے روتا روتا آیا تھا کہنے لگا ابّا نہیں آئے مجھے ڈر لگ رہا ہے . میں نے دم دلا سا دیا . کھانا کھلایا . پھر را بیاں کے ساتھ کھیلتا رہا . ابھی ابھی سویا ہے .

روشن اپنی پوٹلی ٹٹولتا ہے جس میں شلغم ہیں . فاطمہ کا خاوند آنکھیں ملتا ہوا آتا ہے .

شریف :۔ تم بھی حد کرتے ہو روشن دین .

روشن :۔ بس پانی نے پاؤں باندھ لیے تھے . ٹھیکیدار کہنے لگا کہ سا نڈ والی کوٹھی پر لینٹر پڑ رہا ہے . پھیرے کے دُگنے پیسے دوں گا . میں لالچ میں آگیا . اس کی فیس بڑھ گئی ہے ورنہ . . . . .

شریف :۔ کتنی مرتبہ کہا ہے کہ دیر سے آنا ہو تو اِسے اِدھر چھوڑ جایا کر .

روشن :۔ شریف بھائی آپ کے سہارے ہی تو اسے یوں اکیلا چھوڑ کر اطمینان سے چلا جاتا ہوں ورنہ روز اخباروں میں آتا ہے کہ بچّہ گھر سے نِکلا اور . . . . . رب خیر کرے . اللہ رحم کرے .

فاطمہ :۔ میں تو آتی جاتی جھانک کر آتی ہوں . مگر پھر بھی تجھے شام ہوتے ہی لوٹ آنا چاہیئے .

شریف :۔ اچھا بھلا گزارہ ہوتا ہے تم دونوں کا ، پھر کیوں لالچ کرتے ہو . بچّے کو اکیلا چھوڑ دیا جائے تو وہ خرگوش کی طرح ہو جاتا ہے سہما ہوا . دُبکا ہوا .

Marfat.com

روشن :۔ بس غلطی ہو گئی.

مُراد کو اٹھاتا ہے.

اللہ تم دونوں پر ہمیشہ خوشبوں کا مینہ برسائے.

فاطمہ :۔ کھانا کھاؤ گے روشن بھائی ؟

روشن :۔ میرے دانے پانی کا بندوبست ہے۔ مہربانی۔ اچھا بہن.

CUT

اپنے کمرے میں لا کر مُراد کو لٹاتا ہے. مُراد آنکھیں کھولتا ہے.

مُراد :۔ تم آگئے ابّا۔

روشن :۔ (گلے لگا کر) ہاں میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے بیٹے... میرے بیٹے.

..روتا رہا ہے ؟ ارے ہم زیادہ دیر کام نہ کریں گے تو مالدار آسامی کیسے کہلائیں..... مالدار آسامی ہیں تو تجھے بہترین اول نمبر سکول میں ڈالا ہوا ہے ناں... اور پھر کپڑے بھی اُس دکان سے لے کر پہناتے ہیں جہاں سے وہ سارے انجینئر اور افسر وغیرہ اپنے بیٹوں کے لیے خریدتے ہیں... ارے روتا رہا ہے ؟

کندھے سے ہٹا کر دیکھتا ہے. مُراد سویا ہوا ہے. مُسکرا کر لٹا دیتا ہے. پھر پوٹلی کھول کر شلغم چھیلنے لگتا ہے. مگر پھر کچھ سوچ کر اٹھتا ہے اور پانی کا ایک گلاس پی کر سو جاتا ہے....

CUT

صُبح کی اذان۔ روشن جاگتا ہے. کیل سے ٹنگی مشک اُٹھا کر اسے فرش پر بچھاتا ہے پھر اُس پر ہاتھ رکھ دیتا ہے.

Marfat.com

روشن :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے رب ہمیشہ کی طرح آج بھی تجھ سے روزی کا طلب گار ہوں۔

چھوکر

اسے ہلکا رکھنا۔ میرا بوجھ کم کرنا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

مشک اٹھاکر کاندھے پر ڈال لیتا ہے۔ مراد کروٹ لیتا ہے۔

مراد :۔ ابا آپ ہر صبح مشک اٹھانے سے پہلے بسم اللہ کیوں پڑھتے ہیں۔

روشن :۔ یہ ہم ماشکیوں کا دستور ہے بیٹے۔ اس طرح برکت ہوتی ہے۔ ہمارے بڑے بوڑھوں میں ایسے لوگ بھی تھے جن پر اللہ پاک اتنا مہربان تھا کہ ان کی بھری ہوئی مشکوں کو موتیے کے پھول سے بھی ہلکا رکھتا تھا۔

مراد :۔ وہ بھی ننگے پاؤں پانی بھرتے تھے۔

روشن :۔ ہاں۔ پانی پاک ہوتا ہے۔ اور پاک جگہ پر آدمی ننگے پاؤں ہی جاتا ہے۔ لیکن تو کیوں اٹھ کر بیٹھ گیا ہے صبح سویرے .... ابھی سوجا تھوڑی دیر۔ شاباش۔ میں چاچے حلوائی کو بھگتا کے آتا ہوں۔

—— CUT ——

نلکے سے مشک بھرتا ہے اور حلوائی کی دکان پر جاکر اس کی دکان میں پانی ڈالتا ہے۔ صفائی کرواتا ہے۔ کڑاہیوں اور مٹی کے مٹکوں میں پانی ڈالتا ہے۔

حلوائی :۔ پیشہ ہم دونوں نے مشکل چنا ہے روشن دین۔

روشن :۔ میرا تو جدی پشتی کام ہے چاچے .... پیشہ تو میرا بیٹا چنے گا پڑھ لکھ کر۔ اُسی کے لیے تو گاؤں چھوڑ کر شہر کے ایک ڈربے میں بند ہو گیا ہوں۔ اور پھر ویسے بھی ہمارا پیشہ اب سوکھ رہا ہے۔ ختم ہو رہا ہے۔ رب بھلا کرے اس پانی کے محکمے کا دوسری تیسری منزل پر رہنے والے تو سوکھے ہی رہتے ہیں اور ہماری روزی لگی ہوئی ہے یا پھر تم جیسے یار بیلی ہیں جو

Marfat.com

کرم کر دیتے ہیں۔

حلوائی :۔ اللہ پاک کرم کرنے والا ہے روشن۔ جتنا پانی ہمیں درکار ہوتا ہے ناں، صبح سویرے اس کے لیے تو ٹیوب ویل بھی لگوا لیں تو گذارہ نہ ہو... رات دیر سے آیا تھا؟

روشن :۔ ہاں بس...

حلوائی :۔ مُراد آیا تھا دودھ پینے۔ تو اُسے پیسے دے کر کیوں بھیجتا ہے۔ میرا کوئی حق نہیں اس پر؟

روشن :۔ لے چاچے تُو مجھ سے مُفت میں پانی بھروا لیا کر تو میں بھی....

حلوائی :۔ کمینی باتیں ہی کرتا ہے یار۔ اور سُن۔ سچ سچ بتا دے رات کو دیر سے کیوں آیا تھا؟

روشن :۔ اب تُو کمینی باتیں کر رہا ہے۔ بڑی کالونی میں ایک مکان کا لینٹر پڑ رہا تھا وہاں لگا رہا۔ پھر واپسی پر بس نہ ملی تو پیدل آنا پڑا۔

حلوائی :۔ ہاں شہر بہت پھیل رہا ہے۔ جہاں زمین کا ٹکڑا خالی نظر آئے ایجنٹ لوگ کالونی بنا کر پلاٹ بیچنے لگتے ہیں۔

روشن :۔ اناڑی ماشکی ہو ناں تو اس کی مشک بہت پُھول جاتی ہے مگر اس میں پانی کم ہوتا ہے اور ہوا زیادہ۔ شہر بھی اس طرح پھیل رہا ہے۔ لے یہ مٹ بھی بھر گیا ہے۔ اب مجھے چھ مشکوں کے بدلے میں حلوہ پُوری دے دے۔ مُراد انتظار کر رہا ہو گا۔

حلوائی :۔ یہ لے۔ مُراد پڑھ لکھ کر نوکر ہو جائے ناں تو اس مُشک کے ٹکڑے کاٹ کر محلّے کے بچّوں میں بانٹ دینا۔

روشن :۔ نہ چاچے۔ بس اس میں جان نہیں ہے ورنہ تو اس نے مجھے ایک ماں

Marfat.com

کی طرح اپنے سینے سے لگائے رکھا ہے۔ یہی تو ہم باپ بیٹوں کے پیٹ کی پیاس بجھاتی ہے۔ مُراد کی فیس ادا کرتی ہے۔ کوٹھڑی کا کرایہ دیتی ہے۔ ناں چاچے۔ مُراد جب بڑا افسر ہوگا تو اسے اس کے ڈرینگ روم میں سجاؤں گا۔ تاکہ اسے یاد رہے کہ اسے بڑا بنانے والا کون تھا۔

ہنس کر لو ابھی تو آسمان پر بادل چھائے ہیں۔ پہلا قطرہ بھی نہیں گرا اور میں دھواں دار بارش کے خواب دیکھنے لگا۔

—— CUT ——

کمرے میں آتا ہے۔ مُراد کو حلوہ پُوری کھلاتا ہے جو اس دوران سکول جانے کے لیے تیار ہو چکا ہے۔ اُسے سکول لے کر جاتا ہے۔ پھر دو تین شاٹ اس کی مصروفیت کے اور پھر ڈیڑھ بجے وہ مُراد کو لینے جاتا ہے۔ مُراد کی انگلی پکڑتا ہے اور واپس آ رہا ہے۔ پیچھے پیچھے دو نوجوان لڑکے آ رہے ہیں۔ لڑکے آواز دیتے ہیں۔

نوجوان ۱:۔ ارے او بھائی . . . . اوئے میاں . . . .

روشن ٹھہر جاتا ہے۔

نوجوان ۲:۔ کون ہو تُم . . . .

نوجوان ۱:۔ کہاں سے آ رہے ہو ؟

روشن:۔ مَیں . . . مَیں روشن ماشکی ہوں جی اور . . . .

نوجوان ۱:۔ اور یہ لڑکا کیا لگتا ہے تمہارا۔

روشن:۔ (سمجھتے ہوئے) آپ کا کیا خیال ہے باؤ کہ کیا لگتا ہے۔

نوجوان:۔ (طنزیہ) بیٹا ہوگا تمہارا۔

روشن:۔ ہاں۔

نوجوان:۔ ہاں۔ تمہارا ہی لگتا ہے۔ وہی صاف ستھرے کپڑے، وہی صورت شکل

Marfat.com

انگریزی سکول میں پڑھا رہے ہو؟

روشن :- جی ہاں . . .

نوجوان :- جی ہاں کے بچے ۔ بچے کو اغوا کر رہے ہو چلو تھانے ۔ قہر خدا کا دن دہاڑے معصوم کو بیچے جا رہا ہے ۔

روشن :- (قدرے پریشان ہو کر) نہیں بابو جی غلطی لگی ہے آپ کو ۔ خون کے رشتوں کا اندازہ کپڑوں سے تو نہ لگائیے ۔ میرا بیٹا ہے ۔ کیوں مراد بیٹے ؟

مُراد :- ہاں اباجی ۔ یہ میرے اباجی ہیں ۔

نوجوان :- دیکھو اس معصوم کو کتنا ڈرا رکھا ہے ۔ کیوں بیٹے ۔ اس نے کہا تھا کہ ہاتھ پاؤں توڑ دوں گا ۔ اگر . . .

مُراد :- میرے اباجی ہیں ۔

روشن :- بیٹے یہ نہیں مانیں گے ۔ اور ان کا قصور بھی نہیں ہے ۔ (اپنے کپڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے) چلو ٹھیک ہے ان کی سیر ہو جائے گی ۔ آئیے میرے ساتھ ۔

CUT

حلوائی کی دکان بازار میں ۔ وہ نوجوان جیسے پوچھ چکے ہیں ۔ معذرت بھری نظروں سے روشن کو دیکھتے ہوئے چلے جاتے ہیں ۔

حلوائی :- یا تو اسے اتنا بنا سنوار کر نہ بھیجا کر اور یا پھر خود کام کے کپڑے پہنا کر ۔

روشن :- سوٹ پہن کر پانی بھرا کروں ۔

حلوائی :- تو پھر بھگتا کر ۔ ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی تیری گردن دبوچے چلا آ رہا ہوتا ہے ۔

روشن :- چاچے پانی کا قیدی ہو کر اچھے کپڑے کیسے پہن لوں ۔ جوتی پہن کر تو جاتا ہوں ۔

Marfat.com

حلوائی :- بڑا احسان کرتے ہو مُراد پر۔ کم از کم مشک تو اتار کر کہیں رکھ آیا کرو۔

روشن :- (کھسیانا ہو کر) یہ کندھے سے اتار دوں تو ذرا کنّی کھانے لگتا ہوں۔ سیدھا نہیں چلا جاتا۔ چل دودھ پلا مُراد کو۔

حلوائی :- (ہنس کر) کتنی مشکوں کا۔

CUT

کوٹھڑی میں۔ روشن زمین پر بیٹھا مشک گانٹھ رہا ہے۔ مُراد چارپائی پر پڑھ رہا ہے۔

مُراد :- ابّا، یہ طوفانِ نوحؑ کیوں آیا تھا۔

روشن :- حضرت نوحؑ کی قوم سیدھے راستے پر نہیں چلتی تھی۔ اللہ میاں نے پانی کا عذاب بھیج دیا۔

مُراد :- مگر ابّا آپ تو کہتے ہیں پانی اللہ میاں کی رحمت ہے۔ پاک شے ہے۔

روشن :- بندہ پاک ہو تو پانی بھی پاک رہتا ہے۔ ورنہ عذاب بن جاتا ہے دیکھو نا اگر مشک اس کھال کی بنی ہو جو حلال کیے ہوئے جانور کی ہوتی ہے تو اس کا پانی پاک ورنہ......

مُراد :- (اٹھ کر) ابّا طوفانِ نوحؑ میں ماشکیوں کا کام تو ٹھپ ہو گیا ہوگا۔ میں اسے کندھے پر اٹھا کر دیکھ لوں۔

روشن :- (خوش ہو کر) ہاں ہاں کیوں نہیں۔

مُراد بڑی مشکل سے کندھے پر اٹھاتا ہے۔ اِدھر اُدھر گھومتا ہے۔ جیسے پانی دے رہا ہو....

روشن :- مُٹھی مضبوط رہنی چاہیئے۔ کمر کو ایک دم مت جھکاؤ۔ آہستہ آہستہ۔ (ایک دم سنجیدہ ہو کر اٹھتا ہے۔ اور مراد کے کندھے سے مشک اتار لیتا ہے)

مُراد :- کیا ہوا ابّا ؟

روشن :- جو انسان ایک مرتبہ اٹھالے وہ ہمیشہ کے لیے جُھک جاتا ہے۔ میں تجھے ایک سرو کے درخت کی طرح سیدھا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں آخری جُھکا ہوا آدمی میں ثابت ہوں۔ ہم بھی سر اٹھا کر چاروں طرف چوفیرے دیکھیں کہ دنیا کیسی ہے۔

مُراد :- ابّا آدمی جُھک کیوں جاتا ہے؟

روشن :- بیٹے ایک اچھی مشک تبھی بنتی ہے اگر کھال میں کوئی ٹک نہ ہو۔ کوئی سوراخ نہ ہو۔ اللہ میاں نے سب کی کھال کو بے داغ بنایا ہے۔ پھر کچھ لوگوں کی کمینگیاں اور لالچ ان کی کھالوں میں سوراخ کر دیتی ہیں۔ ان سوراخوں میں سے ان کے حصّے کا بوجھ بہہ جاتا ہے۔ جو دوسروں کو اٹھانا پڑتا ہے۔ اور وہ جُھک جاتے ہیں۔

مُراد :- ابا آپ نے اب کام پر نہیں جانا ؟

روشن :- نہیں آج میں تیرے پاس رہوں گا۔ رات دیر سے آیا تھا نا۔ فیس دے آیا تھا ؟

مُراد :- ہاں ابا۔ اور پتہ ہے میں کلاس میں واحد لڑکا ہوں جو پورے وقت پر ہر ماہ فیس جمع کرواتا ہے۔ ابا میں رابیاں کے گھر چلا جاؤں کھیلنے کے لیے۔

روشن :- میں تو تیرے لیے ــ خیر چلا جا، گھر جلدی آجانا، پھر دونوں باپ بیٹا بیٹھ کر ہانڈی پکائیں گے۔ اور ٹھہر۔ (اُٹھ کر پانی کا گلاس دیتا ہے) لے پی لے

مُراد منہ بناتا ہے۔ اور روشن خود ہی ایک گھونٹ بھر کر رکھ دیتا ہے۔

روشن :- اچھا جلدی آجانا.

واپس آکر مشک گانٹھنے لگتا ہے.

CUT.

ایک مونتاژ روشن کی زندگی کا۔ چھوٹے برتنوں سے بڑے مٹوں تک بھرتے ہیں. روشن کی مٹھی کھلتی ہے۔ اجرت ملتی ہے۔ یہی مٹھی کوٹھڑی میں مراد کی پھیلی ہوئی ہتھیلی میں کھلتی ہے۔ مونتاژ۔ پھر مٹھی۔ مونتاژ۔ پھر مٹھی۔ مراد ہتھیلی بند کر دیتا ہے۔ اور کیمرہ آہستہ آہستہ اس پر جاتا ہے۔ وہ جوان ہو چکا ہے.

روشن :- بیٹے ایم اے تو تم نے پاس کر لیا ہے اب کون سے امتحان کے لیے فیس داخلہ چاہیئے...

مُراد :- تیرا پُرا ایم اے کرنے سے آج کل کیا ہوتا ہے۔ ابا۔ پرائیویٹ فرموں میں تو باپ کا نام اور کام دیکھ کر نوکریاں ملتی ہیں۔ میں مقابلے کے امتحان میں بیٹھنا چاہتا ہوں. شاید قسمت وہاں ساتھ دے جائے.

روشن :- وہاں باپ کا نام اور کام نہیں پوچھتے.

مُراد :- انٹرویو میں پوچھتے ہیں لیکن اگر تحریری امتحان میں نمبر اچھے ہوں تو اتنا زیادہ فرق نہیں پڑتا.

روشن :- پڑتا ضرور ہے (مراد کندھے اُچکاتا ہے) تو پھر یہ مت کہنا نا کہ تیرا باپ ماشکی ہے کہنا کہ پانی کے ٹھیکے میں ہے. بلکہ سپلائی کے محکمے میں لیکن تمہیں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے. جھکے ہوئے لوگ جھوٹ نہیں بولتے. کہہ دینا کہ میرا باپ ماشکی ہے. اس کا باپ بھی ماشکی تھا. مگر میں سرو کا بوٹا ہوں. کیونکہ میری جڑوں کو حق حلال کی روزی کا پانی ڈال کر سینچا گیا ہے. یہ تو فخر کی بات ہے بیٹے.

Marfat.com

مُراد :۔ میرے لیے تو ہے ابّا. لیکن آپ نے ضرور ڈھول بجا کر اعلان کرنا ہے کہ ہم ماشکی ہیں. اس روز بھی جب میرے دوست مجھے ملنے آئے تو آپ نے یہی باتیں چھیڑ دیں کہ کون سے چمڑے کی مشک اچھی بنتی ہے۔ اور اس کی سلائی کے لیے کون سا دھاگا استعمال کرنا چاہیئے.

روشن :۔ مجھے جو باتیں آتی ہیں وہی کر سکتا ہوں. میں نے جو کسب کیے ان کا ذکر ہی کر سکتا ہوں تو نہ لایا کر اپنے دوستوں کو (آنکھوں میں نمی)

مُراد :۔ اوہو ابّا۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا مجھے معاف کر دیں. قسم سے آپ کہیں نا تو میں اب بھی مشک اٹھا لوں اس طرح میں پہلا ایم اے پاس ماشکی ہوں گا. مجھے معاف کر دیں.

روشن :۔ جا... جا کر فیس جمع کروا دے. رب سچا تجھے اس امتحان میں بھی پاس کرے۔

مراد جانے لگتا ہے.

روشن :۔ اور سن۔ (پانی کا گلاس بھر کر دیتا ہے) یہ پی لے. سائیکل چلاتے وقت پیاس لگے گی. (مراد پانی پیتا ہے. اور سائیکل نکال کر باہر چلا جاتا ہے)

—— CUT ——

رات کا وقت. مُراد سائیکل پر حلوائی کی دکان کے قریب سے گزرتا ہے "سلام چاچے" پھر کوٹھڑی کے دروازے پر رکتا ہے. دروازہ بند ہے۔ سامنے دیکھ کر وہاں جاتا ہے. رابیاں جھاڑو دے رہی ہے. مُراد ناک پر رومال رکھ کر کھڑا رہتا ہے. وہ پاس آ کر اُدھر دیکھتی ہے.

رابیاں :۔ (دوپٹہ اوڑھ کر) تم مُراد۔ بڑے دنوں کے بعد آئے ہو.

مُراد :۔ مقابلے کے امتحان کے لیے بڑی پکّی تیاری چاہیئے. سارا دن لائبریری میں

بیٹھا رہتا ہوں۔ اب بھی وہیں سے آ رہا ہوں۔ چاچا، چاچی کہاں ہیں۔

رابیاں :۔ کسی شادی پر گئے ہیں۔

مُراد :۔ اور تجھے گھر چھوڑ گئے ہیں۔

رابیاں :۔ کبھی نہ کبھی تو چھوڑ ہی جاؤں گی۔ مراد تو کب تک فارغ ہو جائے گا پڑھائی سے۔

مُراد :۔ (اُسے شک کی نظروں سے دیکھتا ہے) کیوں پوچھتی ہے؟

رابیاں :۔ چاچے روشن نے کہا تھا کہ جب تو پڑھائی سے فارغ ہو جائے گا۔۔۔

مُراد :۔ تو کیا؟

رابیاں :۔ تو پھر۔

مُراد :۔ پھر؟

رابیاں :۔ (موضوع بدل کر) رومال کیوں رکھا ہے اپنے ناک پر۔ بُو آتی ہے ہمارے گھر میں سے۔

مُراد :۔ ارے نہیں۔ وہ تم اتنی دُھول اڑا رہی تھیں کہ۔۔۔ ہاں سچ ابا نہیں آیا ابھی تک کچھ کہہ گیا تھا؟

رابیاں :۔ ہاں کہتا تھا ایک شاپنگ سنٹر کی چھت پڑ رہی ہے۔ دیر سے آؤں گا۔ مُراد کو کھانا کھلا دینا۔ لاؤں؟

مُراد :۔ کیا۔

رابیاں :۔ کھانا نہیں کھاؤ گے؟

مُراد :۔ نہیں۔ میرا مطلب ہے مجھے بھوک نہیں ہے۔ ایک گلاس دودھ پی لیتا ہوں۔

رابیاں :۔ میں نے تو آلو کی ٹکیاں بنائی تھیں۔

Marfat.com

مُراد :۔ ٹھنڈی ہوں گی.

نکل جاتا ہے.

——— CUT ———

مُراد سائیکل پر آتا ہے. بازار میں ہر کسی سے سلام لے رہا ہے. چاچا حلوائی ایک گاہک کو مٹھائی کا ڈبہ دینے کو ہے. مُراد اُسے سلام پھینک کر ڈبہ لے لیتا ہے. مُڑتا ہے. ایک لڈّو نکال کر حلوائی کے منہ میں رکھتا ہے اور پھر سائیکل پر بیٹھ کر آگے بڑھ جاتا ہے.

کوٹھڑی کا دروازہ روشن مشک اٹھائے نکلتا ہے. مُراد اسے روکتا ہے اور مشک کو کندھے سے اتار کر اندر چلا جاتا ہے. روشن حیران ہو کر پیچھے جاتا ہے. مراد مٹھائی کا ڈبہ کھول کر ایک لڈّو اس کی طرف بڑھاتا ہے.

مُراد :۔ تیرے سارے بوجھ ختم ہو گئے ابّا. اب تو سیدھا ہو کر چل سکتا ہے.

روشن :۔ (کچھ کچھ سمجھتے ہوئے) میں صرف باہر سے جھکا ہوا ہوں. اندر سے تو نہیں. پَر ہوا کیا ہے ؟

مُراد :۔ ملک بھر میں میری نویں پوزیشن آئی ہے. میں سلیکٹ۔ پاس ہو گیا ہوں ابّا.

روشن :۔ (آسمان کی طرف منہ کر کے) بارش آ ہی گئی. میں ہرا بھرا ہو گیا ہوں۔ (پانی کا گلاس بھر کر پیتا ہے.) میری پیاس ختم ہو گئی. (مشک کو اٹھا کر سینے سے لگاتا ہے) ربّ سچّے کے بعد میں تیرا شکر گزار ہوں. (مُراد مشک کو چھین کر پرے رکھ دیتا ہے) بڑا افسر ہو گیا ہے. کتنا بڑا ؟

مُراد :۔ بہت بڑا ابّا ؟

روشن :۔ کب سے دفتر جانا شروع کرے گا ؟

مُراد :۔ ابھی نہیں ابّا. پہلے چھ ماہ کی ٹریننگ ہو گی اکیڈیمی میں. پھر پوسٹنگ

Marfat.com

ہو گی۔

روشن :- چاچے چاچی کو خبر کی ؟ چاچے حلوائی کو بتایا ؟ اور ... (بیاں (مسکراکر)

اسے ضرور بتاکر آیا ہوگا۔

مُراد :- میں تو سیدھا تمہارے پاس آرہا ہوں۔

روشن مٹھائی کا ڈبہ لے کر باہر نکلتا ہے۔ اور سب کو بانٹتا ہے۔

——— CUT ———

ایک پُرشکوہ عمارت۔ کٹ کر کے اندر جاتے ہیں۔ مراد لڑکوں کی ایک کلاس میں بیٹھا ہے۔ تقریباً پندرہ بیس لڑکے سوٹوں میں ملبوس ہیں انسٹرکٹر لیکچر دے رہا ہے۔ پھر مونتاژ۔ مراد ٹینس کھیل رہا ہے۔ گھڑ سواری کر رہا ہے۔ ڈرائینگ روم میں کھانا کھا رہا ہے۔ ویٹر مؤدب ہو کر کھڑے ہیں۔ ایک ویٹر گلاس میں پانی ڈالتا ہے۔ مُراد ٹھر ٹھرا کر دیکھتا ہے۔ اور پانی پرے کر دیتا ہے۔ چپراسی آتا ہے۔

چپڑاسی :- سر آپ کے وزیٹر ہیں ؟

مراد :- میرے ؟

چپراسی :- جی سر۔ ویٹنگ روم میں تشریف رکھتے ہیں۔

——— CUT ———

ویٹنگ روم۔ روشن ایک کونے میں بیٹھا ہے۔ دوسرے کونے میں ایک اور لڑکا اپنے والدین کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا ہے۔ مُراد آتا ہے۔

مُراد :- (پاس آکر سرگوشی سے) ابّا جی آپ۔

روشن :- (بلند اور EXCITED آواز میں) مراد بیٹے۔

مُراد :- ذرا آہستہ ابّا جی۔ وہ۔

روشن :- (ادھر ادھر دیکھ کر) تو اتنے دنوں سے نہیں آیا تھا تو میں نے ....

مُراد :۔ تو فون کر دیتے۔

روشن :۔ کہاں سے ؟

مُراد :۔ خیر

روشن :۔ چاچے حلوائی نے بھی کہا رابیاں نے بھی صلاح دی کہ تم خود چلے جاؤ۔

وہاں بڑے سکول میں وہ چوکیدار تو آنے ہی نہیں دیتا تھا۔ بڑی مشکل

سے ۔ ۔ ۔ ۔

روشن :۔ ابّا میں خود آ جاتا تم نے خواہ مخواہ تکلیف کی۔

گفتگو کے دوران ویٹنگ روم میں بیٹھے والدین بڑی دلچسپی سے روشن کو دیکھتے ہیں۔

مراد قدرے شرمندہ ہے۔

روشن :۔ دیکھ میں تیرے لیے پنجیری بنوا کر لایا ہوں چاچے حلوائی سے۔ چار دں

مغز ہیں اس میں دماغ چمک اٹھتا ہے ایک پنّی سے۔

مُراد :۔ (پوٹلی لیتا ہے) ٹھیک ہے ابّا۔

روشن :۔ تُو جلدی میں ہے کیا ؟

مُراد :۔ وہ ابّا دراصل ایڈمنسٹریشن کلاس میں تھا کہ آپ کا پیغام پہنچا میں۔۔۔

روشن :۔ اچھا ؟ چپراسی تو کہتا تھا کہ کھانا کھا رہے ہیں۔ خیر تجھے اَن پانی تو

ٹھیک دیتے ہیں ناں یہاں۔

مُراد :۔ ہاں ہاں ابّا۔ کیا کرتے رہتے ہو اب سارا دن۔

روشن :۔ کھونٹی پر ٹنگی مشک سے کہتا رہتا ہوں کہ بی بی اب ہم نے تجھے طلاق

دے ڈالی۔ اب ہم ایک بڑے افسر کے باپ ہیں کوئی ماشکی نہیں اور

ہاں تجھ سے ایک بات کرنی تھی تو یہاں سے فارغ ہو جائے نا تو

رابیاں ۔ ۔ ۔ ۔

مُراد :- ابّا تُو چل مَیں شام کو آؤں گا پھر بات کریں گے ۔ ٹھیک ہے .

روشن :- ٹھیک ہے .

اُس کا ماتھا چُومتا ہے

پھر آنا ضرور ۔ چاچا حلوائی بھی .

مُراد :- اچھا اچھا ابّا ۔

روشن جاتا ہے. مُراد والدین اور لڑکے کو دیکھتا ہے جو اسے دیکھ رہے ہیں.

اور باہر نکل جاتا ہے .

——— CUT ———

روشن چارپائی پر لیٹا انتظار کر رہا ہے مگر مُراد نہیں آتا.

——— CUT ———

لڑکے کلاس روم سے باہر نکل رہے ہیں. مُراد اپنے دوست جلال کے ساتھ

باہر آتا ہے .

جلال :- شُکر ہے. یہ دو تین دن تو میں مکمل طور پر RELAX کروں گا۔ تم

کتنے بجے جا رہے ہو .

مُراد :- میں نہیں جا رہا .

جلال :- ویک اینڈ پر گھر نہیں جا رہے. کیوں ؟

مُراد :- یار وہ سول لا کے کچھ نوٹس تیار کرنے ہیں اور ویسے بھی طبیعت

کچھ ٹھیک نہیں.

جلال :- اس اکیڈیمی کا میس اتنا لاؤزی ہے کہ توبہ۔ بھٹیار خانہ ہے بالکل.

یار گھر جاؤ. گھر کا کھانا کھاؤ اور لان میں کُرسی ڈال کر RELAX کر دو دو

دن ۔ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے .

مُراد :- اَور سِول لارکے نوٹس

جلال :- کوئی اور سبجیکٹ تو نہیں ہے ؟ ذرا بچ کر رہا کرو۔ انڈر ٹریننگ آفیسر تو بڑے فیورٹ ٹارگٹ ہوتے ہیں لڑکیوں کی ماؤں کے۔ خیراب دو روز بعد ملاقات ہوگی۔ تم اپنے کمرے میں ہی ہوگے ناں۔ ہو سکتا ہے فون کروں کسی وقت۔ خدا حافظ۔

مُراد :- خدا حافظ۔ انجائے یور سیلف۔

جلال :- آئی وِل

——— CUT ———

مُراد اپنے کمرے میں اکیلا لیٹا ہوا ہے۔ اُدھر روشن بھی کوٹھڑی میں لیٹا ہوا ہے۔ دونوں کے دو تین کٹ۔ پھر کیمرہ مُراد پر آتا ہے۔ فون کی گھنٹی اوولیپ ہوتی ہے۔ مُراد فون اٹھاتا ہے۔

مُراد :- ہیلو جلال۔ اوئے یہ تم۔ RELAX کر رہے ہو۔

——— CUT ———

جلال فون پر اس کے قریب ایک معزز بنی سنوری۔ باوقار۔ POSH خاتون کھڑی ہیں۔

جلال :- بھئی مجھے کیا پتہ تھا کہ گھر پہنچوں گا تو کراچی سے آنٹی ڈیئر نازل ہو جائیں گی۔ ایک لمحے کے لیے چین نہیں لینے دیتیں۔ اب کہہ رہی ہیں کہ اکیڈمی میں ٹریننگ لینے والے تمام دوستوں کو فوراً شام کے کھانے پر بلاؤ۔ میں انہیں ملنا چاہتی ہوں۔ سات بجے پہنچ جاؤ۔ پہنچ جاؤ گے ناں !

——— CUT ———

Marfat.com

ایک اور نمبر ڈائل کرتا ہے۔

جلال :- ڈسٹرب تو نہیں کیا نہیں انور۔ آج شام کیا کر رہے ہو؟ نہیں اس ہنستا ہے کے علاوہ۔ تو پھر شام سات بجے ہمارے ہاں آجاؤ۔ میری آنٹی آئی ہوئی ہیں کراچی سے۔ میرے دوستوں سے ملنا چاہتی ہیں۔ سات بجے پہنچ جانا۔

CUT

جلال :- سات بجے۔

CUT

جلال :- سات بجے۔

CUT

جلال :- پورے سات بجے۔

کلاک پر سات بجے ہیں۔

ایک وسیع وعریض ڈرائینگ روم۔ جو امارت کے ساتھ ساتھ عمدہ ذوق کا بھی پتہ دیتا ہے۔ صوفوں پر وہی نوجوان بیٹھے ہیں جو اکیڈمی کے کلاس روم میں دکھائے جا چکے ہیں۔ جلال کے ماں باپ بھی ہیں۔ مُراد داخل ہوتا ہے۔ قدرے گھبرایا ہوا۔ ڈرائینگ روم اور اس کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ جلال اٹھ کر ملتا ہے۔

جلال :- یار آئی ایم گریٹ فُل ۔سول لارکے نوٹس تو بنتے ہی رہیں گے۔ اِدھر آجاؤ۔

مُراد سب سے سلام دعا کرتے بیٹھ جاتا ہے۔ ایک ملازم ٹرے میں مشروب لیے آتا ہے۔

ملازم :- صاحب . . .

مُراد ہاتھ بڑھاتا ہے تو گلاس جس میں کوکا کولا ہے۔ اُسے پانی کا گلاس دکھائی

Marfat.com

دیتا ہے۔ انکار کر دیتا ہے۔

ڈرائینگ روم میں آنٹی داخل ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی ثروت ہے۔ جدید فیشن کی مگر SOBER اور پڑھی لکھی لڑکی۔ جلال آگے بڑھتا ہے۔ سب لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جلال تعارف کروا رہا ہے۔

جلال :۔ یہ میرے بہت ہی ڈیر دوست انور۔ اور یہ میری ڈارلنگ آنٹی۔

آنٹی :۔ جلال نے مجھے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ آپ بھی انڈر ٹریننگ ہیں ناں ؟

انور :۔ جی۔

آنٹی :۔ ہاؤ ونڈرفل

جلال :۔ اور یہ شاہد ہے آنٹی۔

آنٹی :۔ ہیلو شاہد بیٹے۔ جلال نے مجھے آپ کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ بہت خوشی ہوئی۔

جلال :۔ ان کا نام مُراد ہے۔ میرے روم میٹ ہیں اکیڈمی میں۔

آنٹی :۔ ہاؤ ایکسائیٹنگ۔ جلال نے مجھے آپ کے بارے میں..... جلال تم نے ان کے بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔ بیٹے آپ کے ابو کیا کرتے ہیں؟

مُراد :۔ جی وہ..... دراصل میرے ابو....

آنٹی :۔ ہاؤ ویری سیڈ۔ آئی ایم سوری۔ آپ بالکل اکیلے ہیں۔

بہت دلچسپی لیتی ہے۔

جلال :۔ اور یہ آفتاب ہے بہت ہی پیارا دوست۔

کیمرہ مُراد پر ہی رہتا ہے۔ ثروت ایک آدھ مرتبہ مڑ کر دیکھتی ہے۔ تعارف سے فارغ ہو کر آنٹی کہتی ہے۔

Marfat.com

آنٹی :۔ میرے لیے یہ کتنی قابلِ فخر بات ہے کہ اتنے جینئس اور اتنے انٹیلیجنٹ لڑکے صرف مجھے ملنے آئے ہیں. پلیز آپ بیٹھئے.

مُراد ایک مرتبہ ثروت کی جانب دیکھتا ہے تو وہ اسی کی جانب دیکھ رہی ہے. آنٹی دوسرے لڑکوں کے ساتھ گفتگو کرتی ہے پھر مُراد کو آواز دیتی ہے.

آنٹی :۔ مراد بیٹے... آئیں ناں ہمارے پاس بھی تو بیٹھیں.

اسے اپنے اور ثروت کے درمیان بٹھا دیتی ہے.

جلال نے مجھے آپ کے بارے میں اتنا کچھ بتایا ہے کہ.... بہت جی چاہ رہا تھا تم سے ملنے۔ تو کب تک ختم ہو رہی ہے آپ کی ٹریننگ؟

مُراد :۔ صرف دو ہفتے اور ہیں پھر پوسٹنگ ہو جائے گی.

آنٹی :۔ پہلی پوسٹنگ کے دوران تو لڑکے بے حد اپ سیٹ رہتے ہیں. اپ سیٹ اور LONELY۔ ثروت۔ بھئی کوئی بات ہی کرو مُراد بیٹے سے.

ثروت اس کی طرف دیکھ کر کوئی بات کرتی ہے.

FADE OUT

مہمان رخصت ہو رہے ہیں. دروازے پر آنٹی ثروت اور جلال کھڑے ہیں.

مُراد :۔ اچھا جلال.... آنٹی....

آنٹی :۔ ہاؤ سویٹ آف یُو ٹو کال مِی آنٹی.

مُراد :۔ بہت بہت شکریہ

آنٹی :۔ میں اور ثروت ابھی چند روز یہیں ہیں. آپ آیا کریں نا۔ کل شام آپ کیا کر رہے ہیں.

——— CUT ———

Marfat.com

مُراد اپنے کمرے میں آتا ہے. بستر پر لیٹتا ہے. اس کے کلوز پر رابیاں جھاڑو دیتی ہوئی کٹ ہوتی ہے. اور پھر ٹردٹ کا لونگ شاٹ کلوز میں آجاتا ہے. یہاں تک کہ رابیاں پر مکمل طور پر حاوی ہو جاتا ہے.

CUT

روشن حلوائی کے پاس بیٹھا دودھ پی رہا ہے.

حلوائی :- مُراد نظر نہیں آیا بہت دنوں سے!

روشن :- نوکری پر جانے سے پہلے آیا تھا ایک شام. دانے پانی کے لیے پیسے بھی دے گیا اور یہ کمبل بھی.

حلوائی :- نوکری پر چلا گیا ہے؟ تمہیں ساتھ کیوں نہیں لے گیا روشن؟

روشن :- اسے سرکار کی طرف سے بنگلہ ملا ہے ناں وہاں ابھی کچھ بندوبست نہیں ہوا کھانے پکانے کا- جونہی کوئی انتظام ہوا مجھے لے جائے گا.

اور پھر مجھے خرچہ جو دے گیا ہے.

حلوائی :- تیری آزمائش کے دن تو ختم ہوئے.

روشن :- رب سچّے نے ختم کر دیے . . . پر چاچے یوں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا. مراد سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اب مشک کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا ورنہ . . . .

حلوائی :- ورنہ کیا؟

روشن :- ورنہ تجھے ہی آٹھ دس مشکیں دے کر شوق پورا کر لیتا.

حلوائی :- تُو اچھا لگتا ہے اب پانی بھرتا ہوا- اتنے بڑے افسر کا باپ ہو کر!

روشن :- اچھا تو میں ویسے ہی لگتا ہوں لیکن خیر اولاد کی بات تو ماننی ہی پڑتی ہے.

CUT

Marfat.com

رابیاں کا گھر۔

رابیاں :۔ (چائے کا کپ لاتی ہے) لے چاچا۔ میٹھا کم ہو تو اور لے لینا ... وہ مُراد ...

روشن :۔ راضی خوشی ہے۔ اس کے افسر بہت خوش ہیں اس کے کام سے۔ خط میں یہی لکھا تھا۔

رابیاں :۔ خط آیا ہے ؟

روشن :۔ ہاں اس ماہ کا خرچہ بھیجا ہے تو اُس کے ساتھ ایک چٹھی بھی تھی۔

رابیاں :۔ اور کیا لکھا تھا ؟

روشن :۔ تیرے بارے میں کچھ نہیں لکھا تھا۔ کیسے لکھے ؟ بعد میں لکھے گا ....

رابیاں :۔ کہاں پر ہے ان دنوں ؟

روشن :۔ ملتان میں۔ اسی لیے تو لے کر نہیں گیا۔ کہتا ہے وہاں گرمی بہت ہے ان دنوں۔

آبدیدہ ہو کر بہت خیال رکھتا ہے میرا۔ خیال تو بہت رکھتا ہے مگر ....

رابیاں :۔ خاک خیال رکھتا ہے۔ دو چار ماہ بعد رات کے اندھیرے میں چوروں کی طرح آتا ہے اور تجھے خیرات دے کر چلا جاتا ہے۔

روشن :۔ بیٹا ہے میرا !

رابیاں :۔ بیٹا ہے تو پاس کیوں نہیں رکھتا۔

روشن :۔ (ڈانٹ کر) میں تم پر بوجھ ہوں تو مت خیال رکھا کر میرا .... یہ باپ بیٹے کا معاملہ ہے۔ وہ خود در بدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ آج یہاں کل وہاں مجھے کہاں گھسیٹتا پھرے .. میرا بیٹا ہے۔ لے اپنی چائے۔

——— CUT ———

حلوائی کی دکان پر بیٹھا ہے۔ ڈاکیہ آتا ہے۔ پیسے دیتا ہے۔ اپنے کمرے میں آتا ہے مٹک کو دیکھتا ہے۔ مُراد کے پرانے بستے کو گلے لگا کر سوتا ہے۔ پانی پیتا ہے۔ اس طرح آٹھ

Marfat.com

برس بیت جاتے ہیں ۔ بہت بوڑھا ہو چکا ہے ۔

CUT

ڈاکیہ آتا ہے ۔ روشن کی کوٹھڑی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے ۔ جواب نہیں ملتا ۔ آواز دیتا ہے ۔

بابا روشن ۔ بابا روشن

اندر سے ہائے ہائے کی آواز آتی ہے ۔ تالا توڑ کر اندر جاتا ہے ۔ روشن بخار میں پھنک رہا ہے ۔ نیم بے ہوش ہے ۔ ڈاکیہ جا کر حلوائی کو بلاتا ہے ۔ حلوائی دیکھ کر رابیاں کو بلاتا ہے جس کی گود میں اب ایک بچہ ہے ۔

حلوائی :- پرسوں کہہ گیا تھا مُراد نے بلایا ہے ۔ دو تین روز میں آجاؤں گا ۔ مجھے کیا پتہ تھا باہر سے تالا ڈلوا کر اندر لیٹا ہوا ہے ۔ روشن ۔ روشن دین ۔

روشن :- ارے تم چاچے ؟ لو بھئی میں تو ابھی ابھی واپس آیا ہوں ۔ بڑی خدمت کی مُراد نے میری ۔ اس کی بیوی نے . . . . تمہیں پتہ ہے نا اُس نے شادی کر لی ہے ۔ بہت رئیس خاندان ہیں . . . . مجھے بھی بلایا تھا ۔ ہاں ہاں گیا نہیں تھا ایک روز نئے کپڑے پہن کر ۔ میری بہو نے بستر پر بٹھا کر میری خدمت کی ۔ اٹھنے ہی نہیں دیا . . . اور دو بچے بھی ہیں اُن کے . . . . میرا پوتا اور پوتی تو مجھے آنے ہی نہیں دیتے تھے ۔ ان کی تصویر دیکھی ہے تم نے مجھے بھیجی تھی مُراد نے ۔ تصویریں بھیجتا رہتا ہے ۔ بھیجتا رہتا ہے ۔

رابیاں :- چاچا روشن تیری طبیعت ٹھیک نہیں ۔ میرے ساتھ چل ۔

روشن :- تو بچوں کی دیکھ بھال کرے گی یا میری ؟ تیرا گھر والا واپس نہیں آیا دبئی سے ۔

رابیاں :- اگلے ماہ آئے گا ۔ میرے ساتھ چل چاچا ۔

Marfat.com

روشن :۔ تو مجھے پانی پلا دے . . . . میں ٹھیک ہو جاؤں گا . خوراک بہت کھائی ناں
میں نے وہاں گوشت بھون بھون کر کھلاتی رہی میری بہو . اس لیے . . .
پاک پانیوں کی کمائی سے پالا ہے میں نے مراد کو . . اس لیے تو خدمت کرتا ہے .
آنے ہی نہیں دیتا تھا . میں تو زبردستی آ گیا . تمہیں یقین نہیں ہے ؟ نہیں
ہے ؟ تو نہ کر دیقین . . . . نہ کر د .

رابیاں اور چاچا حلوائی ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہیں .

—— CUT ——

مراد کا ڈرائینگ روم . چاچا حلوائی اور رابیاں سکڑے ہوئے بیٹھے ہیں . ہم گفتگو کے
درمیان پہنچتے ہیں .

مراد :۔ چاچا مجھے تو انکار نہیں ہے . . . . ابا جان خود ہی .

رابیاں :۔ انکار نہیں تو نہیں جا کر لے آ . . .

مراد :۔ میں نے تو اُن کی خوشی کی خاطر . . . میں ان کو باقاعدہ خرچہ بھیجتا ہوں .
گرمیوں سردیوں کے کپڑے بھجواتا ہوں . جب بھی فرصت ملے ، مل آتا ہوں .

حلوائی :۔ یہ سب کچھ اُسے پہلے ہی ملتا تھا مراد . . . اسے اب آرام کی ضرورت ہے .

مراد :۔ میں نے کہا ناں مجھے انکار نہیں . . . . رابیاں سنا ہے تیری شادی
ہو گئی ہے .

رابیاں :۔ اور سنا ہے تو نے شادی کر لی ہے . . . .

مراد :۔ دکھیا ہو کر ، بہت عرصہ ہو گیا . اب تو ماشاءاللہ دو بچے بھی ہیں .

حلوائی :۔ کہاں ہیں ؟

مراد :۔ سکول گئے ہیں .

اتنے میں ثروت ڈرائینگ روم میں داخل ہوتی ہے اور بھر کچھ کہے بغیر دوسرے

Marfat.com

کمرے میں چلی جاتی ہے۔

رابیاں :- تیری بیوی ہے ؟

مُراد :- ہاں اس کی صحت خراب ہے ؟

حلوائی :- تو پھر کب ؟

مُراد :- میں آج شام آؤں گا۔۔۔

رابیاں اور حلوائی خوشی خوشی اٹھ کر جاتے ہیں۔ ثروت آتی ہے۔

ثروت :- یہ کون تھے ؟

مُراد :- میرے رشتے دار تھے۔

ثروت :- کوئی سفارش لے کر آئے تھے۔۔۔

مُراد :- ہاں۔۔۔۔

ثروت :- تو مان لی۔۔۔۔

مُراد :- ہاں

CUT

رات کو مراد کوٹھڑی میں پہنچتا ہے۔ اور روشن کو ساتھ لے کر گھر آتا ہے۔ اسے سہارا دیتا ہے۔ مگر وہ بیٹے کو دیکھ کر بالکل ہشاش بشاش ہو جاتا ہے۔ ایک بیڈ روم میں لے جاتا ہے۔ روشن میز پر پڑے گلاس کو اٹھاتا ہے۔ اِدھر اُدھر پانی کے لیے نظریں دوڑاتا ہے۔ اور پھر مسکراتا ہوا سو جاتا ہے۔

CUT

روشن لان میں کھڑا ہے۔ ہاتھ میں ربڑ کی نالی ہے جس سے وہ پودوں کو پانی دے رہا ہے۔ کوٹھی کے گیٹ سے دو بیگمات اندر داخل ہوتی ہیں۔

بیگم ۱ :- کیوں مالی بیگم صاحبہ گھر پر ہیں۔۔۔۔

Marfat.com

روشن :- دکھ برا مناتے ہوئے) دیکھ لو بابا کر۔ ۔ ۔

وہ اندر جاتی ہیں اور ساتھ ہی ایک نوکر دونوں بچوں کو لے کر باہر نکلتا ہے۔

روشن :- کہاں جا رہے ہیں بیٹے ؟

بچے :- دادا جان ہم سکول جا رہے ہیں۔

روشن :- سکول ؟ دفلیش بیک مُراد کو سکول لے جا رہا ہے) بھئی تم کوئی اور کام کرو۔ ۔ ۔ ۔ بیٹوں کو سکول میں لے کر جاؤں گا۔ ۔ ۔ ۔

بچے بہت خوش ہو کر ساتھ چل دیتے ہیں۔

——— CUT ———

ڈرائینگ روم میں بیگمات بیٹھی ہیں۔

بیگم ۱ :- تو مینا بازار کا پروگرام تو طے ہو گیا۔

بیگم ۲ :- بیگم مراد باہر کے ملکوں میں تو بوڑھے اور معذور لوگوں کے لیے ——— OLD PEOPLE'S HOME ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں انہیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ۔ ۔

ثروت :- اس مینا بازار کی آمدنی سے ہم کم از کم بوڑھوں کے لیے ایک گھر کی بنیادیں تو رکھ سکیں گے۔

بیگم ۱ :- سچ آپ سموسوں کے سٹال پر کھڑی ہو جائیں تو سارا شہر اُمڈ پڑے۔ ۔ ۔ اور ہاں یہ آپ کا نیا مالی بہت بدتمیزی سے بولتا ہے۔

نوکر اندر داخل ہوتا ہے۔

ثروت :- اتنی جلدی چھوڑ آئے ؟

نوکر :- وہ باباجی کے ساتھ چلے گئے ہیں۔

ثروت کچھ شرمندہ ہو کر ان کی طرف دیکھتی ہے۔

——— CUT ———

Marfat.com

مونتاژ۔ روشن بچّوں کو سکول چھوڑنے جا رہا ہے۔ لان میں کھیل رہا ہے۔ سکول سے باہر چھابڑی والے سے مٹھائی لے کر دے رہا ہے۔ ڈرائینگ روم میں گھوڑا بنا ہوا ہے۔ ثروت نہایت ناپسندیدگی سے دیکھ رہی ہے۔ مراد لاتعلّق ہے۔

CUT

ڈرائینگ روم میں

ثروت :- پھر میں چلی جاتی ہوں ممّی کے پاس اور تم سنبھالو اپنے خاندان کو۔

مُراد :- لیکن تمہیں شکایت کیا ہے اُن سے۔

ثروت :- ظاہر ہے وہ مجھے مارتے تو نہیں۔ مارتے تو دوسرے لوگ ہیں۔

مُراد :- وہ میرے ابا ہیں۔

ثروت :- اور میں... جب سے آئے ہیں بچّے ان کو چمٹے رہتے ہیں۔ کوئی ایرا غیرا گھر میں آجائے اس کے سامنے اپنے شاندار ماضی کے قصّے بیان کرنے لگتے ہیں۔ میں دو من کی مشک اٹھا کر اتنے پھیرے لگا سکتا تھا۔ اتنی سیڑھیاں بے تکان چڑھ جاتا تھا... جی مینا بازار میں بیگم آفتاب نے پتہ ہے کیا کہا؟ بیگم مراد آپ تو کولڈ ڈرنکس والے سٹال پر کھڑی ہو جائیں۔ سُنا ہے آپ کا آبائی پیشہ ہے۔

مُراد :- میں اتنے برس تو 5187 کرتا رہا البتہ... گھر محلّے والے....

ثروت :- محلّے والوں کے ساتھ ہم نے کوئی رشتے کرنے ہیں.... ان کا کیا حق ہے کہ ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کریں.. ہم باقاعدگی سے خرچ دیتے رہے ہیں۔

روشن بچّوں کے ساتھ سکول سے واپس آتا ہے۔

روشن :- آج بڑا لطیفہ ہوا.. سکول میں ایک ماشکی کو دیکھ کر بٹیا پوچھنے لگا۔ دادا جان

Marfat.com

یہ آدمی کس طرح اتنا بوجھ اٹھاتا ہے تو میں نے بتایا کہ بیٹے .....

مُراد :- (سختی سے) ابّا جان آپ ذرا بیٹھ جائیے۔ (بچّوں سے) تم جا کر کچن میں کھانا کھاؤ۔ ابا جان شاید چند دنوں میں میری ٹرانسفر ہو جائے۔ آپ ہمارے ساتھ کہاں مارے مارے پھریں گے... میں... میں آپ کو خرچہ بھیجتا رہوں گا... بعد میں...

روشن :- لیکن مراد ابھی تو پچھلے ماہ...

ثروت :- انہوں نے کہا ہے کہ خرچہ ملتا رہے گا۔

روشن :- (سمجھتے ہوئے) مُراد بیٹے تمہارے اندر کا کچا کوٹھا ڈھے گیا ہے پانی سے دور رہ کر— اور اب وہاں ایک پکا مکان بن گیا ہے۔ بہت مضبوط اتنا کہ خلوص اور محبت کی بارش اس کے اندر نہیں جا سکتی۔ بس دیواروں سے سر ٹکرا کر بہہ جاتی ہے... میں ذرا بچّوں سے مل لوں؟

ثروت :- وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ ڈسٹرب ہوں گے۔

چلا جاتا ہے۔

CUT

روشن کوٹھڑی میں لیٹا ہے۔ بچّوں کی آوازیں اوو ڈیپ ہوتی ہیں۔ "دادا جان — دادا جان — دادا جان" بے چین ہو کر اٹھتا ہے۔ حلوائی کے پاس جاتا ہے۔

روشن :- چاچے تُو مجھے دو سیر لڈو اور برفی اُدھار دے سکتا ہے؟

حلوائی :- (حیران ہو کر) روشن... تو ویسے ہی لے جا... مگر کرے گا کیا؟

روشن :- اپنی پیاس بجھاؤں گا۔

CUT

بچّوں کا سکول۔ روشن مٹھائی کا چھابا لگائے بیٹھا ہے۔ چھٹی ہوتی ہے، بچّے باہر نکلتے

Marfat.com

ہیں۔ روشن سے مٹھائی خرید نا چاہتے ہیں۔ مگر وہ سب کو انکار کرتا چلا جاتا ہے۔ پھر دونوں بچے باہر نکلتے ہیں۔

روشن :۔ میرے بچو۔ بیٹے۔ بیٹی ۔۔۔۔ لڈو ایک ایک آنے۔ لڈو ایک ایک آنے۔

بچے آکر روشن سے لپٹ جاتے ہیں۔ وہ آبدیدہ ہو کر "لڈو ایک ایک آنے" پکارتا ہے اور اُن کو کھلاتا ہے۔

—— CUT ——

نوکر :۔ جی میں بچوں کو لے آؤں ؟

ثروت :۔ لے آؤ ۔۔۔ اور سنو ۔۔۔ پہلے دو بجے گھر آجاتے تھے اب ڈھائی بجے پہنچتے ہیں۔ سکول ٹائم زیادہ ہو گیا ہے کیا ؟

نوکر :۔ جی نہیں ۔۔۔۔ دراصل ۔۔۔ بس جی ویسے ہی دیر ہو جاتی ہے۔ بس جی ویسے ہی ۔۔۔۔

باہر جاتا ہے۔ ثروت بیگ اٹھا کر پیچھے جاتی ہے۔

—— CUT ——

سکول کا گیٹ خالی ہے۔ صرف روشن کا خوانچہ ہے۔ دونوں بچے اس کے قریب بیٹھ کر گپیں ہانک رہے ہیں۔ نوکر ایک طرف ہو کر بیٹھا ہے۔ ثروت دور سے دیکھتی ہے پھر گیٹ کے اندر جاتا ہے۔

ثروت :۔ پرنسپل صاحبہ ابھی ہیں یا چلے گئے ؟

چپراسی :۔ ابھی بیٹھے ہیں بیگم صاحبہ۔

—— CUT ——

پرنسپل کا کمرہ۔

ثروت :۔ آپ کو فوری طور پر کوئی بندوبست کرنا چاہیئے۔

Marfat.com

پرنسپل :۔ آپ نے بہت ہی اچھا کیا بیگم مراد۔ ۔ ۔ میں بے حد شرمندہ ہوں کہ میرے سکول میں ۔ ۔ ۔

ثروت :۔ آپ کا کوئی قصور نہیں ۔ یہ شخص پہلے ہمارے ہاں ملازم تھا لیکن مجھے چند ہی دنوں میں معلوم ہو گیا کہ یہ دراصل کوئی عادی قسم کا مجرم ہے ۔ اور ہمارے بچوں کو اغوا کرنا چاہتا ہے ۔ میں نے نکال دیا تو اب اس مقصد کی خاطر گیٹ کے باہر چھابڑی لگا کر بیٹھ گیا ہے، میں دیکھ کر آئی ہوں ۔ بچے اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ۔

پرنسپل :۔ میں ابھی بندوبست کرتی ہوں ۔

دونوں باہر نکلتے ہیں ۔ پرنسپل چند ملازموں کو ہدایات دیتا ہے ۔ ثروت آگے بڑھ کر بچوں کو گھسیٹتی ہوئی لے جاتی ہے وہ "دادا جان دادا جان" کا شور مچاتے ہیں ۔ روشن کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا ہو رہا ہے ۔ ملازم اس کا خوانچہ الٹ دیتے ہیں اور دھکے مارتے ہوئے نکال دیتے ہیں ۔

CUT

اپنے کمرے میں داخل ہوتا ہے ۔ جوتی اتارتا ہے ۔ پانی کے گلاس اٹھاتا ہے ۔ سب گھڑے جو پہلے بھرے ہوئے تھے اب خالی ہیں ۔ مشک کھونٹی سے اتار کر اسے فرش پر بچھاتا ہے ۔

روشن :۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ۔ ۔ اے رب رحیم کی طرح آج بھی تجھ سے روزی کا طلب گار ہوں ۔ اسے ہلکا رکھنا ۔ میرا بوجھ کم کرنا ــ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

مشک اٹھا کر کندھے پر ڈالتا ہے ۔

اختتام

Marfat.com

○ مہک

پہلا منظر

شام کا وقت قریب ہے.

(ایک چھوٹی کار ایک کچّے راستے پر دُھول اڑاتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ کار کو فضل خاں چلا رہا ہے جو درمیانی عمر کا شخص ہے بسوٹ پہنے ہوئے. اگلی نشست پر اس کی بیٹی مریم بیٹھی ہے. ٹیپ ریکارڈ پر تازہ ترین انگریزی نغمے چل رہے ہیں جنہیں وہ غور سے سُنتی ہے اور سر ہلاتی ہے. پچھلی نشست پر اُس کا بھائی عارف ہے وہ بھی موسیقی سُن رہا ہے. آس پاس سے جو منظر گذرتے ہیں وہ دیہاتی زندگی کے ہیں. کوئی گڈ جا رہی ہے. بیل گاڑی. مویشی. سرسوں کے کھیت. کسان گھروں کو لوٹ رہے ہیں. ان کے مویشیوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی آواز وغیرہ)

مریم :- ابّو ابھی آپ کا گاؤں کتنی دُور ہے؟

ابّو :- بس ہم پہنچنے ہی والے ہیں. اُدھر وہ بڑے بند کے پرے... جنگل کے ساتھ (مُسکرا کر)، میرا خیال ہے کہ وہ والا گاؤں ہی ہے۔

عارف :- آہا آپ اپنے گاؤں کا راستہ بھول رہے ہیں ابّو.

ابّو :- نہیں. لیکن مجھے اِدھر آئے ہوئے عرصہ بھی تو بہت بیت چکا. شاید بارہ برس پہلے آیا تھا . . . ہاں راستے تو چلنے سے یاد رہتے ہیں. ہم چلے نہیں سو بھُول رہے ہیں.

مریم :- کیا جنگل بہت قریب ہے. (خوفزدہ)

ابّو :- تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے.

مریم :- اور اُس میں جانور بھی ہوں گے.

عارف :- ہاں. زرافے اور شتر مُرغ تو عام پائے جاتے ہیں. دیکھو سٹوپڈ صاف نظر آ رہا ہے کہ شیشم اور سفیدے کے چند درخت ہیں جنہیں ابّو رومانٹک ہو کر جنگل کہہ رہے ہیں. وہاں زیادہ سے زیادہ خرگوش ہو سکتے ہیں.

ابّو :- نہیں. اس میں جانور ہوتے ہیں. جو رات کے اندھیرے میں ہماری فصلوں کو اُجاڑ جاتے ہیں. اسے تو ذرا آہستہ کرو. (کیسٹ کی طرف)

مریم :- ہم یہاں صرف دو دن ہی ٹھہریں گے ناں ابّو؟

ابّو :- ہاں. بس ہم جس کام سے آئے ہیں وہ ہو جائے تو پھر یہاں سے سیدھے مری اور نتھیا گلی سنو فال دیکھنے کے لیے . . .

مریم :- ویسے یہ آپ کا گاؤں کچھ گندہ تو ہو گا؟ خیر مجبوری ہے.

(کار گاؤں کے قریب. شام ہو رہی ہے. گاؤں کے اندر داخل ہوتی ہے. ایک چوڑی اور کچّی گلی. کار کھڑی ہوتی ہے. کار کے پیچھے بھاگنے والے بچّے گرد ہو جاتے ہیں. چند عورتیں اپنے بچّے اٹھائے دروازوں میں کھڑی ہیں. تینوں باہر نکلتے ہیں. عارف اور مریم کے چہرے پر ناگواری. فضل خان کچھ شرمندہ. بچے قریب آ کر ہنس رہے ہیں. ایک دو کی ناکیں بہہ رہی ہیں. مریم انہیں دیکھ کر اُبکائی لیتی ہے)

مریم :- یہ کون ہیں ؟

عارف :- یقیناً ہمارے کزنز۔ ہیلو کزن ۔

ایک بچّے کے ساتھ ہاتھ ملاتا ہے۔ لیکن نفرت کے ساتھ۔

ہاؤڈُو یوڈُو (بچّہ ہنستا ہے)

ابّو :- پہلے تو یہاں میدان ہوتا تھا۔ اب مکان بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے یہی گلی ہے ۔

مریم :- (ایک بچّے سے) اوئے ہاتھ مت لگاؤ وِنڈ شیلڈ کو ۔

عارف :- اوئے باز آتے ہو کہ نہیں ۔

مریم :- دے آر سو ڈرٹی ۔ ہاؤ کین دے بی سو ڈرٹی ؟

عارف :- (مُسکرا کر) یہ تو کزنز ہیں ۔

دور سے زبیدہ آتی ہے چودہ پندرہ برس کی لڑکی۔ تیل سے چپڑے ہوئے بال اور گندے کپڑے۔ ہر وقت دانت باہر رہتے ہیں۔ ہنستی رہتی ہے اور آتے ہی "آپاں جی آپاں جی" کہتے ہوئے مریم سے چمٹ جاتی ہے ۔

مریم زبیدہ کو پرے دھکیلتے ہوئے۔ اگرچہ وہ پھر آ کر چمٹنے کی کوشش کرتی ہے ۔

مریم :- کون ہو تم۔ کون ہو ۔

زبیدہ :- میں بیدی ہوں، آپاں جی۔ سلام پھا جی

عارف :- واعلیکم السلام۔ جیتی رہو کزن بیدی ۔

ابّو :- تم بھائی فیض کی بیٹی تو نہیں ؟

زبیدہ :- سلام اے چاچا جی ۔

ابّو کے ساتھ بھی چمٹنے کی کوشش کرتی ہے ۔

میں اُپلے تھاپ رہی تھی تو ایک بال نے بتایا کہ بیدی تمہارے بہناں

Marfat.com

بھائی آئے ہوئے ہیں شہر سے اور ساتھ میں چاچا جی بھی۔ آہو۔ آؤ

ناں گھر چلو۔ وے ...

ایک بچّے کو کار سے گھسیٹ کر الگ کرتی ہے۔

پراں ہو جاؤ۔ میرے بھا جی کی گڈی ہے۔ چلو بھا جی۔ (عارف منہ بناتا

ہے) آؤ آپاں جی (مریم منہ بناتی ہے) چلو چاچا جی (آبو مسکراتا ہے)

تینوں گلیوں میں چلتے جا رہے ہیں۔ اب وہ اکیلے رہ گئے ہیں۔ بچّے پیچھے رہ گئے

ہیں۔ زبیدہ دو مرتبہ گلی میں کھڑی ہو کر کسی عورت کو مخاطب کر کے کہتی ہے۔

زبیدہ :- میرے چاچا جی آئے ہیں۔ ساتھ بھا جی اور آپاں جی بھی ہیں ــ

آہو۔

ایک دروازے کے قریب رُکتے ہیں۔ زبیدہ دروازے کو دھکیل کر کھولتی ہے۔

اور چاروں اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

CUT

ایک پرانا کچّا مکان۔ دو دروازے۔ کچّی سیڑھیاں جو کوٹھے پر جا رہی ہیں۔ سیڑھیوں

کے ساتھ تندوری۔ قریب ہی ایک ہینڈ پمپ۔ چولہے اور ایک درخت بیری

کا۔ اس مکان کے ساتھ مشترکہ صحن والا ایک کمرہ ہے۔ درمیان میں چھوٹی سی

دیوار ہے جسے پھلانگا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے زبیدہ داخل ہوتی ہے۔ باقی

تینوں اندر آتے ہیں، تو اس مکان کو دیکھتے ہیں۔ جو تقریباً ڈھے رہا ہے پُرانا

ہے اور کچّا ہے۔

زبیدہ :- اماں۔ نیں اماں

چاچی جنتے نل کے پاس برتن مانجتی ہوئی اٹھتی ہے۔ ہاتھوں میں راکھ لگی ہے

جو دھوتی ہے جلدی جلدی۔

Marfat.com

چاچی جنتے :۔ بسم اللہ

تینوں کی طرف آتی ہے. مریم اور عارف کے سر پر پیار دیتی ہے. منہ چومتی ہے. پھر یکدم سیدھی کھڑی ہو کر ایک لمبا گھونگھٹ نکال کر آہستہ آہستہ چلتی فضل خاں کے قریب جا کھڑی ہوتی ہے.

چاچی :۔ سلام بھائی جی۔ (سر آگے کرتی ہے)

فضل :۔ وعلیکم السلام۔

چاچی :۔ سلام بھائی جی۔ (سر کو اور آگے کرتی ہے)

فضل :۔ اچھا اچھا. (پیار دیتا ہے)

چاچی :۔ نیں بیدی جلدی کر جلدی۔ اندر سے نوار والی چارپائی لا میرے بھائی جی کے لیے۔

بیدی بھاگتی ہوئی اندر جاتی ہے، ساتھ ہی چاچی بھی جاتی ہے.

مریم :۔ (مکان دیکھتے ہوئے) WHAT A PLACE

عارف :۔ A PROPER RUIN

بیدی چارپائی لاتی ہے. چاچی ایک کروشیے کے کور والی کرسی لاتی ہے.

بیدی :۔ بیٹھو بھاجی... آپاں جی.

فضل خاں کرسی پر بیٹھتا ہے.

فضل :۔ بھائی فیض کہاں ہے؟

چاچی :۔ وہ تو ابھی کنوئیں پر ہے (مریم کی طرف دیکھ کر) اور روشنا بھی اس کے ساتھ ہے. ابھی آتے ہوں گے... میں بلا لاؤں.

فضل :۔ نہیں بہن رہنے دو.

چاچی :۔ آج یہ چاند کس طرح چڑھ گیا. کیسے خیال آ گیا بھاجی ہمارا۔

Marfat.com

فضل :۔ بس بیٹھے بٹھائے پروگرام بن گیا۔

(مکان کی طرف دیکھ کر) اس کی مرمت وغیرہ نہیں کروائی۔

چاچی :۔ لو میں نے خود پوچا دیا ہے اِسے اگلے دن۔ بارش کی وجہ سے ذرا خراب ہوگیا ہے۔ بھائی فضل ہم تو تیرے بہت بہت شکر گزار ہیں۔ تو نے ہمیں اپنا گھر رہنے کو دیا ہوا ہے۔

فضل :۔ شکریہ تو تمہارا ہے بہن ... تم یہاں نہ رہتے تو یہ گھر کب کا گر چکا ہوتا۔

چاچی :۔ نیں بیدی پروہنے صحن میں بیٹھے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی ہے اٹھ چائے کے لیے پانی رکھ... نہیں یہ لسّی نہیں پئیں گے۔ اٹھ شاباش۔

فضل :۔ آپ نے کوئی اپنا بندوبست ابھی تک کیا ہے کہ نہیں۔ میرا مطلب ہے مکان وغیرہ بنوایا ہے۔

چاچی :۔ نہیں۔ وہ ... بس گنجائش ہی نہیں نکلی۔ آپ اب رہو گے ناں ہفتہ دس دن۔ نیں بیدی وہ رضائیاں اور تلائیاں۔

بیدی اشارہ کرتی ہے کہ صرف دو تین ہیں۔

میں ابھی آئی مولوی صاحب کے گھر سے ایک دو رضائیاں لے آؤں۔ پالا شروع ہوگیا ہے۔

اٹھ کر جاتی ہے۔ فضل اٹھتا ہے اور مکان کو دیکھتا ہے۔ صحن میں گھومتا ہے۔

فضل :۔ اس صحن میں میرے باپ دادا کی باراتیں اتری تھیں۔ سنا ہے میری دادی اتنی حسن والی تھی کہ جب اس نے اس صحن میں قدم رکھا تو شام ہونے کے باوجود ہر طرف روشنی ہی روشنی ہوگئی۔ اور اسی صحن سے میرے باپ دادا کے جنازے اٹھے۔ (مسکراتا ہے) میں اس صحن میں مرغیوں کے پیچھے بھاگا کرتا تھا۔

Marfat.com

زبیدہ :- آپاں جی اب آپ رہوگے ناں ہمارے پاس۔

مریم :- ہاں۔ (عارف سے) I AM GETTING OUT OF HERE FIRST THING IN THE MORNING.

اٹھ کر ٹہلنے لگتی ہے۔ پھر پہلی مرتبہ سیڑھیوں کو دیکھتی ہے اور اسے کچھ ہوتا ہے۔ سیڑھیاں ڈزالو ہو رہی ہیں۔ مریم کی آنکھیں سیڑھیاں اور ایک خاص موسیقی۔ مریم دیکھتی رہتی ہے اور پھر سر جھٹکتی ہے۔

مریم :- ابو یہ سیڑھیاں کہاں جاتی ہیں ؟

بیدی :- کوٹھے پر جاتی ہیں آپاں جی . . . میں آپ کے ساتھ چلوں۔

مریم :- نہیں۔

سیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر چھوٹی دیوار کے پاس آ کر کھڑی ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے سے چاچا مہربان نمودار ہوتا ہے۔ مریم ایک ہلکی سی چیخ مارتی ہے۔

مہربان :- ناں تو مُرغی نہ کریں آج تمہارے لیے۔ لاؤں۔ اوئے ہوئے فضل خاں بھی آیا ہوا ہے۔

فضل :- بھائی مہربان آپ۔ بچو یہ تمہارے چچا مہربان ہیں۔ (بچے سلام وغیرہ کرتے ہیں)

مہربان :- ہاں میں تمہارا چاچا ہوں اور یہ ہے میرا گھر دیوار کے اُدھر۔ تم میرے گھر آتے ہو یا فیض بخش کے۔

فضل :- دونوں ایک ہی گھر ہیں، اور سناؤ مہربان کیا حال ہے۔

مہربان :- اللہ کی مہربانی ہے۔ اوئے کُڑیے بیدی۔ کیا بندوبست کیے ہیں کھانے پینے کے۔

بیدی :- (بیزاری سے) ہمارے مہمان ہیں ہم جو مرضی کریں۔

Marfat.com

مہربان :۔ نہ خاطر پوری پوری کرنا . . . . ناں تو مرغی نہ کریں ان کے لیے لاؤں ؟

فضل :۔ آج کھیتوں پر نہیں گئے بھائی مہربان .

مہربان :۔ گیا تھا . . . پھر میں نے سوچا میرا کون سا جیا جنت ہے جس کے لیے خون پسینہ جلاتا رہوں نہ کوئی آگے نہ کوئی پیچھے . بھینسوں کو چارہ ڈال کر واپس آ گیا . . . . ادئے کڑیے چائے بنائی ہے مہمانوں کے لیے .

بیدی :۔ آہو بنا رہی ہوں .

مہربان :۔ پھر مجھے بھی دینا . چینی ہے گھر میں یا میں دے دوں . آج بڑے دنوں بعد ایک ہی دادے کی اولاد اس صحن میں اکٹھی ہو گی . تم میں اور بیدی کا باپ فیض بخش . میرا تو کوئی جیا جنت نہیں ہے . بس تمہارا یہ چھوہر ہے اور فیضے کا روشنا ہے . اللہ جیاتی دے . کاکی پڑھتی ہے ؟

مریم :۔ جی میں فائنل میں ہوں .

مہربان :۔ (کچھ نہ سمجھتے ہوئے) اچھا اچھا . . . تو پھر تم . . . بس ٹھیک ہے شاباش . ادئے کڑیے جلدی لا چا مہمانوں کے لیے .

چاچی آتی ہے اور نذرے کے سر پر دو رضائیاں ہیں جو وہ مولوی صاحب کے گھر سے لائی ہے .

چاچی :۔ اندر رکھ دے نذریا . بالکل نویں نکور ہیں . میں نے کہا خیر سے میری بیٹی بیٹا آئے ہیں پہلی بار تو . . . .

فضل :۔ یہ پہلی بار تو نہیں آئے بھابھی . یاد ہے جب ان کی ماں زندہ تھی تو ہم تقریباً ہر سال آتے تھے .

چاچی :۔ ہاں بس اسی بہشتن کو ہم سے پیار تھا . وہ دکھ سکھ بانٹتی تھی ہمارا . گرمیوں کی شاموں میں کوٹھے پر چارپائی ڈال لیتی تھی اور دے نذریا . . .

Marfat.com

اس دوران ندرا رضائیاں اندر رکھ کر صحن کے ایک کونے میں دوسروں سے الگ براجمان ہو چکا ہے اور سر جھکائے بیٹھا ہے۔

ندرا :۔ میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔ (اُٹھے بغیر)

چاچی :۔ ہا ہائے کہاں گیا اور کہاں آیا۔ بیٹھا رہ آرام سے مہمان آئے ہوئے ہیں . . .

مہربان :۔ بہن جنتے یہ پکھیرو کبھی کبھار اترتے ہیں ہمارے صحن میں۔ ان کی اچھی طرح خاطر کرنا۔ ناں تو مُرغی نہ کرلیں؟ لاؤں؟

چاچی :۔ لے آؤ۔

مہربان :۔ ہیں . . . اچھا . . . وہ تو زندہ ہے نمانی۔ حلال کرنی پڑے گی۔

چاچی :۔ چُھری ہے میرے پاس۔

مہربان :۔ وہ . . . ہاں وہ تو یاد آیا کہ بیمار ہے۔ کل کریں گے۔ کیوں بھئی بچو آپ کل یہاں رہو گے ناں تو کل آپ کا چاچا مہربان آپ کو مُرغی کھلائے گا۔ ابھی تو ذرا بیمار ہے۔

زبیدہ چائے لاتی ہے۔ عارف کو دیتی ہے۔

بیدی :۔ لو بھاجی۔

عارف :۔ (ایک گھونٹ لیتا ہے) اس میں تو نری چینی ہے۔ میٹھی شہد۔

بیدی :۔ آہو میں نے خود چمچ بھر بھر کے ڈالے ہیں اپنے بھاجی کے لیے۔ لو آپاں جی۔

مریم :۔ نہیں بس چائے نہیں پیتی۔

مہربان :۔ کُڑیے ذرا ادھر بھی لے آ ٹھیک بنی ہے چائے؟

بیدی ادھر جاتی ہے اور چائے دیتی ہے۔ گھونٹ بھرتا ہے۔

Marfat.com

آہو ٹھیک بنی ہے۔

فضل :- بہن جنتے میں ذرا بھائی فیض اور روشنے سے مل آؤں۔ کنویں پر ہی ہوں گے ناں ؟

چاچی :- وہ تو آنے والے ہیں دودھ لے کر۔ آپ آرام کرو۔

فضل :- نہیں ایک دو ضروری باتیں کرنی ہے اُس سے میں ہو آتا ہوں۔

جنتے کے چہرے پر تشویش۔

جنتے :- دے نذریا۔

نذرا :- میں تو ابھی گیا اور ابھی آیا۔

جنتے :- کہیں نہیں جانا مرن جوگیا۔ بھائی فضل کو کنویں تک لے جا۔ کہیں اپنی زمین کو جانے والا راستہ نہ بھول گئے ہوں۔

نذرا :- بالکل جی۔ آؤ بھائی جی۔

فضل :- مریم۔ عارف میں ذرا تمہارے چچا فیض کو مل آؤں۔ اسی کام کے سلسلے میں چل بھئی۔

نذرا اور فضل جاتے ہیں۔

جنتے :- مریم ہم سب ایک ہی دادے کی اولاد ہیں۔ لیکن دُور دُور ہو گئے ہیں۔ ... دیکھ تو ہی بیدی کی شکل تمہارے جیسی نہیں ہے۔

مریم منہ بنا کر دیکھتی ہے۔

اور میرا روشن تو اللہ رکھے ... ہمیں مل بیٹھنا چاہیئے، پہلے کی طرح ... سیانے کہتے ہیں اتفاق میں برکت ہی برکت ہے ...

عارف :- آپ کے پاس کوئی لالٹین وغیرہ نہیں ہے ... شام ہو گئی ہے۔

بیدی :- ہمارے پاس تو بجلی ہے بھاجی ... بلب لگا ہے۔

عارف :۔ تو جلاتی کیوں نہیں ؟

بیدی :۔ میں نے سوچا ابھی تو دکھائی دے رہا ہے۔ خواہ مخواہ بجلی ضائع تو نہیں کرنی ....

جا کر بلب جلاتی ہے۔

ہنستے :۔ آ ہو سچ شام ہو رہی ہے۔ کچھ اُن پانی کا کروں... کُنالی میں آٹا لے آ بیدیے۔

اِدھر اُدھر دیکھ کر مریم کے پاس جاتی ہے۔

مریم بھائی فضل کو کیا کام ہے فیض کے ساتھ ؟

مریم :۔ پتہ نہیں۔

اُٹھتی ہے سیڑھیوں کی طرف جاتی ہے۔ موسیقی بجتی ہے۔

——— ڈزالو ———

شام گہری ہو چکی ہے، رات بھی ہو سکتی ہے۔ کنوئیں پر فضل اور فیض بیٹھے ہیں۔

فیض :۔ نہیں بھائی فضل ہمارے خاندان میں پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا .... نہیں۔

فضل :۔ نہیں کا کیا مطلب ہے۔ تم مجھے روک لو گے ؟

فیض :۔ نہیں۔ میرا کسب ہی نہیں ہے تمہیں روکنا۔ تم خود سیانے بیانے ہو....

فضل :۔ بس تم گاہک تلاش کرو... اور اگر تمہارے پاس رقم ہے تو تم خرید لو۔ مکان اور زمین دونوں، میرے لیے ان کا کوئی مصرف نہیں ہے۔

فیض :۔ اپنی زمین بیچ دو گے ؟

فضل :۔ کیا فائدہ ہے مجھے اس زمین کی ملکیت کا....

Marfat.com

فیض :- زمین والے کہلاتے ہو۔ گاؤں میں آتے ہو تو لوگ عزّت کرتے ہیں.

فضل :- میرا بیٹا تعلیم کے لیے امریکہ جانا چاہتا ہے. بیٹی کی شادی کے لیے بھی مجھے خاصی رقم درکار ہے اور میرے وسائل تم جانتے ہو، محدود ہیں. ہیں مجبور ہوں.

فیض :- میں بھی تھوڑا سا مجبور ہوں. تمہارے مکان میں رہتا ہوں. تم اب وہ بھی بیچنا چاہتے ہو... ہمارا اجدّی پُشتی مکان ہے. بھائی فضل.. ہمارے بزرگ اس کے صحن میں....

فضل :- دیکھو بھائی فیض .... زمین آدھی بنجر ہے اور باقی آدھی پر چارہ وغیرہ کاشت کر لیتے ہو، اس کا کچھ فائدہ نہیں اور مکان ....میں نے کیا کرنی ہے گاؤں کی عزّت ... دس بارہ برس بعد آگیا ہوں. آئندہ شاید کبھی نہ آؤں .... میرے بال بچے یوں بھی گاؤں کو پسند نہیں کرتے.

فیض :- میرے پاس تو رقم نہیں ہے بھائی .... میں تو پھر عرض کر دیتا ہوں. بھائی اس زمین میں ہمارے بزرگوں کا خون پسینہ جذب ہے. تمہیں پتہ ہے کہ پہلے ہماری کوئی زمین نہ تھی. ہم در بدر کی ٹھوکریں کھاتے تھے پھر ہمارے بزرگوں نے اپنی محنت سے اور دن رات کی جد وجہد سے زمین کا یہ ٹکڑا حاصل کیا. اب ہم صرف اسی کی وجہ سے عزّت والے ہیں.

فضل :- دکھ تو مجھے بھی ہو گا... پر کیا فائدہ اس زمین کا جو بندے کو سُکھ نہ دے. اور پھر چھوٹا سا ٹکڑا ہے اور وہ بھی زیادہ تر بنجر.

اندھیرے میں سے روشن آتا ہے.

روشن :- بنجر زمین والے اپنی زمین کو بیچ تو نہیں دیتے چاچا اسے آباد کرتے ہیں.

فضل :- روشن

روشن :- سلام چاچا... نہ چاچا ایسا نہ کر.... بے شمار ایسے لوگ ہیں جن کی

Marfat.com

زمین ہم سے بھی کم ہے۔ ہم تو خاصے خوشحال ہیں ان کے مقابلے میں...

فضل :۔ میں تمہاری نہیں صرف اپنی زمین بیچنا چاہتا ہوں۔

روشن :۔ زمین تو سب کی ہے۔ ہم سب اسے کاشت کرتے ہیں۔ اسی میں سے رزق اُگاتے ہیں۔ اگر ایک بھائی اپنا حصہ بیچ دے، دوسرا دیوار کھڑی کر دے تو کھیت چھوٹے ہو جائیں گے... سبھی کا نقصان ہے۔ فائدہ اکٹھے رہنے میں ہے۔

فضل :۔ (طنزیہ) بڑا دانا ہو گیا ہے۔

روشن :۔ ہاں چا چا جو زمین کے قریب رہتا ہے زمین اسے اپنی دانائی دے دیتی ہے۔

فیض :۔ بیٹا کچھ بندوبست ہو سکتا ہے تو چاچے کے ساتھ سودا کر لے...

روشن :۔ میرے پاس تمہارے سے کوئی الگ تھوڑا ہے۔ وہی کچھ ہے جو بیدی کی شادی کے لیے جمع کر رکھا ہے۔ ہم میں سکت نہیں ہے زمین خریدنے کی۔

فیض :۔ اور مکان ؟

روشن :۔ وہ ہم ایک کُلّی بنا لیں گے یہاں... اپنی زمین کا یہ فائدہ تو ہونا ہے ناں کہ اس پر جب جی چاہے بندہ چھت ڈال کر سر چھپا سکتا ہے۔

فضل :۔ ہیں... میں تمہیں... تم بے شک دو تین مہینے اور رہ لو مکان میں... لیکن زمین...

روشن :۔ (اندھیرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) چاچا فضل اُدھر اندھیرا ہے۔ جنگل ہے اور جنگل میں طرح طرح کے جانور ہیں جو ہماری فصلوں کے دشمن ہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ اپنے کھیتوں کی راکھی کی ہے۔ کسی جانور کو اپنے کھیت میں نہیں آنے دیا۔ ہم اس زمین کے لیے

جتنی زیادہ تکلیفیں سہیں گے اور قربانیاں دیں گے ۔ اتنے ہی پاکیزہ خالص اور مضبوط ہوجائیں گے ۔ چاچا تمہیں پتہ ہے کہ جن لوگوں کی اپنی زمین نہیں ہوتی ان کا کیا حشر ہوتا ہے ۔ ۔ ؟

CUT

مکان کا ایک کمرہ ۔ آدھے حصے میں جست کی دو بڑی بڑی پیٹیاں ہیں ۔ دیواروں پر برتن سجے ہیں ۔ کچی دیواریں اور تین چارپائیاں بالکل ساتھ ساتھ بچھی ہیں ۔ کیونکہ کمرے میں مزید جگہ نہیں ہے ۔ اگر پراپرٹی کے پاس " بھڑولا " ہو تو وہ بھی کمرے میں میں رکھ دیں ۔ ایک بلب جل رہا ہے ۔ مریم اور عارف اپنے اپنے بستروں پر بیٹھے ہیں ۔ چھینٹ کی رضائیاں ایک طرف رکھی ہیں ۔ عارف کے ٹیپ ریکارڈر پر کوئی دُھن چل رہی ہے یعنی کٹ کریں تو یکدم موسیقی کا شور ہو ۔

مریم :۔ عارف ۔ ۔ ۔ عارف ۔ ۔ ۔ بھئی آہستہ کرو اسے ۔

عارف :۔ میں اور کیا کروں اس گاڈ فارسیکن پلیس میں ، مریم یہ ہمارے باپ دادا اس مکان میں کیسے رہتے تھے ۔ ۔ ۔ اتنی گندگی ہے ہر طرف اور بیدی وہ کتنی غلیظ ہے ۔

مریم :۔ (ہنس کر) کزن ہے تمہاری ۔

عارف :۔ تمہاری بھی تو ہے ۔

مریم :۔ تمہیں پتہ ہے اس کے ہاتھوں میں سے گوبر کی بُو آرہی تھی ۔ سچ آئی سوئیر ۔ ۔ ۔ خالص تازہ گوبر کی بُو ۔ ۔ ۔

(منہ بناتی ہے)

اینہہ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ جو چاچی جنتے ہے بسم اللہ بسم اللہ کرتی پھرتی ہے ۔ اس نے مجھے زبردستی پیار دیا تو اس کے کپڑوں سے یہ گھی یا مکھن وغیرہ کی

Marfat.com

SMELL آرہی تھی قسم سے۔

عارف :- ہم کو یہاں سے فرار ہو جانا چاہیئے جلد از جلد۔ اور یہاں سردی بھی تو بہت ہے۔

مریم :- تو ان خوب صورت رضائیوں میں گھس جاؤ۔

عارف :- یہی تو مصیبت ہے ان میں پتہ نہیں کس طرح کی SMELL ہے شاید مرغیوں کی اور پتہ نہیں کس طرح...

مریم :- لاہور سے چلتے وقت میں نے ابو سے پوچھا تھا کہ وہاں گاؤں میں اکاموڈیشن تو پرابر ہے ناں۔ کہنے لگے فرسٹ کلاس۔ یہ ہے فرسٹ کلاس اکاموڈیشن۔

عارف :- ویسے مریم وہ انڈوں کا سالن بہت مزے دار تھا۔

مریم :- ہاں یوں تو یہاں کی گندم کا ذائقہ بھی بہت اچھا ہے شائد خالص ہے ناں...

عارف :- ہاں اور یہاں کی SMELLS بھی تو خالص ہیں اور گندگی بھی خالص ہے۔

مریم :- (چھت کی طرف دیکھتی ہے) عجیب سا لگتا ہے کہ ابو اور دادا اور اُن کے دادا اسی کمرے میں ہوا کرتے تھے اور میری طرح چھت کو دیکھا کرتے تھے۔ چھت کے اسی حصے کو جسے میں دیکھ رہی ہوں۔

عارف :- زیادہ غور سے دیکھو گی تو گر پڑے گی۔ بہر حال ہم تو بھر پائے اپنے گاؤں سے۔

فضل آتا ہے۔

مریم :- بہت دیر کر دی ابو۔

ابو :- ہاں ڈیرے پہ بہت سارے لوگ ملنے کے لیے آگئے۔ ہماری برادری

Marfat.com

خاصی بڑی ہے ناں ۔

عارف :- اور اُس کام کا کیا ہوا ؟

ابّو :- ہو جائے گا ... بالکل ہو جائے گا ۔

اس کے ساتھ بستر پر لیٹتا ہے ۔

اب سونے کی کوشش کرو ۔ صبح نہیں کنوئیں پر لے کر جانا ہے ۔

سب لوگ رضائیاں اوڑھتے ہیں ۔ چند لمحوں بعد چاچا مہربان دروازہ کھول کر جھانکتا ہے ۔

مہربان :- ناں صبح سویرے مرغی ذبح کر لیں ... ہیں ... ابھی بتا دو ۔

ابّو :- تکلّف کی کیا ضرورت ہے بھائی مہربان ۔

مہربان :- اچھا جیسے تمہاری مرضی ... بس وہ مرغی تمہارے لیے رکھی ہوئی ہے ۔ جب کہو گے کر لیں گے ۔

بیدی کی آواز :- چاچا مہربان بھاجی اور آپاں جی کو سونے دو ، تھکے ہوئے ہوں گے ۔

مہربان :- اچھا اچھا ... لو بھئی سو جاؤ ۔

جاتا ہے ۔ سب مسکراتے ہیں ۔

——— CUT ———

صبح ۔ مُرغ بولتا ہے ۔ صحن میں سے دودھ کے رِڑکنے کی آواز ۔ کیمرہ مریم پر جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ مدھانی کی آواز بلند ہوتی ہے ۔ مریم خوفزدہ ہو کر آنکھیں کھولتی ہے اور آواز کو سنتی ہے پھر کھسک کر عارف کے قریب جاتی ہے ۔

مریم :- عارف ... عارف .. سنو یہ کچھ بول رہا ہے ۔

عارف :- (سنتا ہے ، پتہ نہیں کیا ہے ۔

مریم :- لگتا ہے کوئی خطرناک شے ہے .

عارف :- نہیں . (خوفزدہ ہے)

مریم :- ہاں ... سُنو ... ذرا پتہ تو کریں کہ کیا ہے .

عارف :- (خوفزدہ) خود ہی تو کہتی ہو کہ خطرناک شے ہے .

مریم :- اٹھو ... دیکھتے ہیں . ———— CUT ————

صحن کا پورا شاٹ . ایک کونے میں چاچی مدھانی رڑھک رہی ہے . بیدی جھاڑو دے رہی ہے . کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور دونوں جُھکے جُھکے باہر آتے ہیں .

چاچی :- آؤ جی بسم اللہ .... جاگ گئے .

مریم :- چاچی .... یہ ذرا چلانا .

چاچی :- کیا ... یہ مدھانی ... (چلاتی ہے)

عارف :- ہاں اسی کی آواز تھی . اس میں ہے کیا ؟

چاچی :- دودھ جواب مکھن اور لسّی بن چکا ہے ، پیو گے .

مریم :- میں ذرا اسے چلالوں ؟

چاچی :- بسم اللہ ۔کیوں نہیں . آخر تم بھی گاؤں والوں کی بیٹی ہو ۔ آؤ .

مریم بیٹھ کر چلانے کی کوشش کرتی ہے مگر ناکام رہتی ہے .

بیدی :- آیاں جی زور لگاؤ ... ہا ہائے آیاں جی آپ سے تو ہونا ہی نہیں . بھاجی چار بناؤں ؟

عارف :- نہیں .

مریم :- تم ذرا اندر چلو عارف ...

ایک مرتبہ سیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے .

عارف :- کیوں ؟

Marfat.com

مریم :- بس چلو . . . .

عارف اندر جاتا ہے .

مریم :- (اِدھر اُدھر دیکھ کر) وہ چاچی . . . تم پرے ہو جاؤ بیدی .

بیدی :- اچھا آپاں .

مریم چاچی کے قریب جا کر کچھ کہتی ہے تو وہ ہنستی ہے . اور پھر اٹھ کر کچھ اشارہ کرتی ہے کہ آؤ .

CUT

چاچی اور مریم کھیتوں میں جا رہی ہیں . اِدھر اُدھر دیکھ کر بیٹھ جاتی ہیں .

CUT

کنواں - روشن ایک ولٹوہے میں دودھ دوہ رہا ہے . فیض چارہ کاٹ رہا ہے ، اور مویشیوں کے آگے ڈال رہا ہے .

فیض :- روشنیا . . .

روشن :- ہاں چاچا .

فیض :- بھائی فضل کے بچوں کو آج ذرا اِدھر اُدھر گھما پھرا دے .

روشن :- پتہ نہیں وہ پسند کریں نہ کریں .

فیض :- ہمارا تو فرض ہے ناں . . . ادھر لے آنا ڈیرے پر . . . زمین پر . . . .
ادھر قبرستان میں فاتحہ پڑھ آنا بزرگوں کی ڈھیریوں پر .

روشن :- اچھا چاچا .

دودھ سر پہ اٹھاتا ہے ، جیسے گاؤں جا رہا ہے .

CUT

رہ - عارف لیٹا ہوا ہے . فضل باہر جا چکا ہے . مریم آتی ہے . اور بہت اپ سیٹ

آتی ہے ۔

مریم :- عارف ...

عارف :- کہاں چلی گئی تھیں ۔ ابّو پوچھ رہے تھے ۔

مریم :- عارف تمہیں پتہ ہے میرے ساتھ کیا ہوا ؟ YOU CAN'T IMAGINE I TELL YOU....

عارف :- ہوا کیا ؟

مریم :- تمہیں پتہ ہے کہ اس گھر میں ... ہمارے گھر میں باتھ روم نہیں ہے ۔
ڈو یو نو ڈیٹ ؟

عارف :- وہ ہینڈ پمپ تو ...

مریم :- نہیں نہیں ۔ آئی مین پراپر باتھ روم ... میں نے صبح چاچی سے پوچھا کہ باتھ روم کہاں ہے تو وہ کہنے لگی کہ یہاں تو نہیں ہے ۔ کھیتوں میں جانا ہوگا ... اچھا تو

I THOUGHT THAT THEY BUILD THEIR BATHROOMS IN THE FEILDS .... OR SOMETHING .....

چنانچہ میں چاچی کے ساتھ کھیتوں میں چلی گئی ۔ اور وہاں کوئی باتھ روم نہیں تھا ۔ وہاں وہ بس کھیتوں میں ....

عارف :- DON'T TELL ME THAT.

مریم :- I AM TELLIN YOU THAT

عارف :- THAT'S FUNNY

مریم :- IT'S RIDICULOUS

Marfat.com

بیدی جھانکتی ہے۔

بیدی :۔ آپاں جی آپاں جی۔۔۔ آپ کا پروٹھا پک گیا ہے۔ بھاجی آپ بھی آجاؤ۔۔۔۔

عارف :۔ اچھا۔۔۔ (جاتی ہے) ایک تو میں اس آپاں جی سے بہت بیزار ہوں۔

مریم :۔ (مسکرا کر) کزن ہے تمہاری۔

عارف :۔ تمہاری بھی تو ہے۔۔۔۔

دونوں اٹھتے ہیں۔ صحن میں کٹ کرتے ہیں۔ چاچی پراٹھے بنا رہی ہے۔ یہ دونوں جاتے ہیں۔ پیڑھیاں بیدی رکھتی ہے آگے آگے کر کے۔۔۔ کھانے لگتے ہیں۔ دیوار پر سے مہربان جھانکتا ہے۔

مہربان :۔ اچھا تو جاگ گئے مہمان۔۔۔۔ جنتے چار نہیں بنائی ان کے لیے۔

جنت :۔ بنائی ہے۔

مہربان :۔ تو پھر پلا ان کو بھی اور مجھے بھی۔۔۔ اور میں نے ان کا کھانا کرنا ہے۔ میرے کچھ نہیں لگتے۔۔۔ ہیں۔۔۔

جنت :۔ کر لینا کھانا (چائے بیدی کو دیتی ہے) لے بیدی چاچے مہربان کو دے۔۔۔۔ مریم رَجھ کے کھا میرے ہاتھ کے بنائے ہوئے پراٹھوں سے بندہ موٹا نہیں ہوتا۔۔۔

روشن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے۔ چونکہ آرام سے خاموشی سے آتا ہے۔ اس لیے کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ صرف مریم کا چہرہ ادھر ہے۔ وہ اسے دیکھتی ہے۔ روشن بھی اسے دیکھتا ہے۔ لیکن کچھ کہے بغیر دودھ کی گاگر زمین پر رکھ کر بیٹھ جاتا ہے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ لیکن اس دیکھنے میں محبت وغیرہ نہیں بلکہ تجسس ہے۔

Marfat.com

(فلیش بیک)

ایک درمیانے درجے کا گھر۔ بیڈروم یا ڈرائینگ روم۔ BLANK پس منظر سے کریں تو بہتر ہوگا۔

مریم :- کیا ابّو کیا ؟

ابّو :- کچھ نہیں ... بس یونہی میرا خیال تھا کہ .... ہاں تم ٹھیک کہتی ہو ... پتہ نہیں کیوں بس ... بہر حال جانے دو۔

مریم :- لیکن ابّو آپ نے عجیب وغریب بات کہہ دی ... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ....

ابّو :- مریم میں نے کہا تو ہے کہ بس یونہی۔

مریم :- آٹھ جماعت پاس اور کھیتوں میں مزدوری کرنے والے ایک لڑکے کے بارے میں آپ یہ سوچیں کہ ...

ابّو :- تمہاری ماں نہیں ہے تو مجھے ہی یہ سب ...

مریم :- ہاں لیکن ابّو ... آپ اپنی بیٹی کے لیے یہی سوچ سکتے ہیں۔

ابّو :- آئی ایم سوری .... بس ایسے ہی خیال آگیا تھا۔

(فلیش بیک ختم)

مریم سیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہے اور پھر روشن کی طرف ایک نظر ڈال کر کھانا کھانے میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اس دوران جنتے روٹی پکاتے پکاتے پیچھے مڑ کر دیکھتی ہے۔

جنتے :- روشن ... تو کب آیا .... یہ مریم ہے ناں اور یہ عارف —— چاچا فضل باہر گیا ہوا ہے، دوستوں سے ملنے .... یہ خیر سے روشن ہے .... (سلام دعا ہوتی ہے) تورات کو نہیں آیا۔

Marfat.com

روشن :- میں راکھی پر تھا ۔

جنتے :- ہماری زمین کے ساتھ ہی بیلا ہے ناں جنگل تو اُدھر سے جنور آ جاتے ہیں۔
فصل اجاڑنے ۔ ۔ ۔ ۔ پر روشن ساری ساری رات راکھی کرتا ہے مجال ہے
کسی کی ۔ تو بھی کھالے ناں ۔ ۔ ۔

روشن :- پہلے مہمانوں کو بُھگتا لے ۔ ۔ ۔ اس کے بعد میں نے ان کو لے کے جانا ہے۔
۔ ۔ ۔ اگر ان کی مرضی ہوئی تو ۔ ۔ ۔ ۔

عارف :- کہاں جانا ہے بھائی ۔ ۔ ۔ روشن ۔

روشن :- جس طرح گاؤں کا کوئی بندہ شہر جاتا ہے تو آپ اسے چڑیا گھر اور عجیب
گھر نہیں دکھاتے تو ہمارے بھی اپنے عجیب گھر ہیں ۔ ۔ ۔ یہاں وہ
دیکھیں گے ۔ ۔ ۔

عارف :- کیوں مریم ؟

مریم :- I DON'T MIND

عارف :- میں ذرا جوگرز اور جین وغیرہ پہن لوں ۔

بیدی :- (روشن سے) بھاجی میں بھی چلوں ۔ ۔ ۔

جنتے :- بیٹھ آرام سے ، دوپہر کے لیے ہانڈی ٹکر نہیں کرنا مہمانوں کے لیے ۔ ۔ ۔

روشن :- جانے دے اماں ۔ ۔ ۔ اِسے بڑا چا رہے شہریے رشتہ داروں کا ۔

بیدی :- تو پھر میں بھی چھینٹ کا سوٹ پہن لیتی ہوں ہیں اماں ۔ ۔ ۔

جاتی ہے ۔

کمرے میں عارف واک مین کے پلگ کانوں میں لگائے جھوم رہا ہے ۔ ظاہر ہے
آواز نہیں ہے ۔ بیدی دروازہ کھول کر جھانکتی ہے اور پریشان ہو جاتی ہے ۔
کہ اس شخص کو کیا ہو گیا ہے ۔ اسے دیکھ کر بھاگتی ہوئی صحن سے واپس جاتی ہے ۔

Marfat.com

بیدی :- اماں نیں اماں بھاجی کو کچھ ہو گیا ہے ....

جنتے :- (فوراً اٹھتی ہے) ہا ہائے .. کی ہو گیا ہے .

بیدی :- پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے . ملنگوں کی طرح سر مارتے ہیں یوں یوں کر کے ....
آپاں جی .

مریم اٹھنے لگتی ہے پھر کچھ سوچ کر مسکراتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے . بیدی اور جنتے بھاگ کر کمرے کی طرف جاتی ہیں . جہاں عارف موسیقی پر سر دھن رہا ہے . حیرت سے دیکھتی ہے .

جنتے :- عارف ... عارف بیٹے ... ہا ہائے اس پر تو سایہ ہو گیا ہے بیدی .

بیدی :- ہائے بھاجی ...

جنتے :- وے روشنیا ... روشن .

روشن آتا ہے .

جنتے :- اسے دیکھ کیا ہو گیا ہے .

روشن آگے آتا ہے اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے . عارف مڑتا ہے . کانوں میں سے پلگ نکالتا ہے .

عارف :- جی کیا بات ہے ؟

روشن :- چلنا نہیں عجیب گھر دیکھنے .

عارف :- چلنا ہے .

روشن :- تو چلو پھر ... اور اچھی طرح لپیٹ لپاٹ لو اپنے آپ کو ، باہر کھلی فضا میں سردی ہوتی ہے .

——— CUT ———

روشن - عارف - مریم - بیدی گاؤں کی ایک گلی میں - ایک دو مرد اور عورتیں رک

Marfat.com

کران سے بات کرتے ہیں۔ اور بچے دیکھ رہے ہیں۔ گاؤں میں گھوم رہے ہیں یاد رہے کہ اب مریم اور عارف کی ناپسندیدگی کچھ کم ہو چکی ہے۔ روشن ان کے ساتھ زیادہ بے تکلف نہیں ہوگا۔ اس کے ذہن پر زمین کی فروخت کا مسئلہ ہے۔ یہ چاروں گاؤں سے باہر نکلتے ہیں۔ ایک قبرستان کے نزدیک سے گزرتے ہیں۔ روشن ٹھہرتا ہے۔

روشن :۔ وہ اُدھر ہمارے دادے کی قبر ہے۔۔۔ اور دادی کی۔۔

عارف :۔ (حیران ہو کر) اچھا؟۔۔۔۔ وہ ہمارے بھی تو دادا اور دادی تھے۔

روشن :۔ ہاں لیکن تم نے ان کو یاد نہیں رکھا۔۔۔

بیدی :۔ بھا روشن محرم کے دنوں میں قبروں پر مٹی ڈال دیتے ہیں۔۔۔ اور میں پوچا کرتی ہوں۔

مریم :۔ کچھ قبریں بالکل خستہ حال ہیں۔

روشن :۔ جن کے بیٹے مٹی نہیں ڈالتے اُن کی قبروں کا یہی حال ہوتا ہے۔۔۔۔ چلیں؟

عارف :۔ ہاں۔

روشن :۔ فاتحہ نہیں پڑھنا؟۔۔۔

عارف :۔ ہاں آں۔۔۔ ضرور

فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مریم سوچ میں ہے، آگے جاتی ہے۔

مریم :۔ کون سی قبر ہے؟

روشن :۔ یہ ہماری دادی جان ہیں۔۔۔ اور یہ پردادا ہے ہمارا۔

مریم بیٹھ کر قبروں کو ہاتھ لگاتی ہے۔ جیسے ان سے رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ ہتھیلی پر مٹی لگ جاتی ہے۔ ہتھیلی کا کلوز۔ جھاڑنے لگتی ہے۔ پھر نہیں جھاڑتی۔ ایک بوڑھا آتا ہے اس نے گدھے پر چارہ لاد رکھا ہے۔ اسے ہانکتا ہوا آرہا ہے۔ سب کو

کر کھڑا ہو جاتا ہے۔

بوڑھا :- اوئے روشنیا۔۔۔ یہ امام دین کے ہیں ہیں ؟۔۔۔۔ واہ بھئی واہ ادھر آؤ۔۔۔ میں تمہارا چاچا شیرا ہوں۔۔ پیار لو بھئی۔۔ (پیار دیتا ہے، مریم آرام سے پیار لیتی ہے اور کچھ محسوس کرتی ہے، بیٹا تمہاری زمین ہے یہاں، مکان ہے یہاں۔۔ آیا کرو اپنے گاؤں میں۔۔۔ اور راضی بازی ہوناں ؟۔۔۔ روشنیا میں نے تیرے کھیت میں سے دو گنے لیے تھے۔ میں رہ نہیں سکا۔۔۔ میٹھے بہت ہیں۔

روشن :- چاچا تیرا اپنا کھیت ہے تو بے شک سارے گنے پٹر کے ان کا گڑ بنا لے۔

بوڑھا :- جیتا رہ۔ جیتا رہ۔

عارف :- یہ کون سا چاچا ہے ؟ رشتے دار ہے ہمارا ؟

روشن :- ہاں۔۔۔ ہم سب آپس میں رشتے دار ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔

مریم :- اور وہ ساری عورتیں جو مجھے روک روک کر پیار دیتی تھیں۔۔۔ ملتی تھیں۔۔۔

عارف :- (مسکرا کر) کزنز۔۔۔۔

مریم :- ہاں کزنز (روشن کو دیکھتی ہے) جی تو اب کدھر جانا ہے ؟

روشن :- اپنی زمین کی طرف۔

CUT

ایک راستے پر جا رہے ہیں۔۔۔ پھر ایک جگہ پہنچتے ہیں، جس کے پس منظر میں جنگل وغیرہ ہونا چاہیئے۔ ایک پھونس کی جھگی یا کوئی ڈھارا وغیرہ۔ وہاں ایک دو چارپائیاں ہیں۔ مویشی۔ کھیت۔ اور پرے گنے کا ایک کھیت۔ یہاں جب یہ بیٹھ رہے ہیں،

Marfat.com

تو ارد گرد کا نظارہ دکھائی دے اور موسیقی، کیونکہ یہی زمین ہے. روشن کھڑی ہوئی چارپائیوں کو بچھاتا ہے.

بیدی :- آپاں جی میں آپ کے لیے گنے لاؤں ؟ ہیں بھاجی ؟

روشن :- ہاں دفع ہو...

بیدی :- میں ہوگئی دفع بھاجی.

مریم :- (کھیتوں کی طرف دیکھتی ہے اور پھر جُھک کر زمین کریدتی ہے) کیا یہی ہماری زمین ہے ؟

روشن :- ہاں... (اشارہ کرتا ہے) وہ دو کھیت تمہارے ہیں اور وہ ہمارے.... اور وہاں کچھ کلّر زدہ زمین ہے جسے میں خود آباد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں...

مریم :- یہ فضا میں کس چیز کی خوشبو ہے ؟

روشن :- سرسوں کی.... ان دنوں ہوا میں سرسوں کی خوشبو تیرتی رہتی ہے... اور یہ تمہارے کھیت سے آ رہی ہے. وہی کھیت جسے تم لوگ بیچ دینا چاہتے ہو.

عارف :- روشن بھائی دراصل میں امریکہ جانا چاہتا ہوں اور... مجبوری ہے.

مریم :- تم ساری رات راکھی پر بیٹھتے ہو روشن ؟

روشن :- ہاں مجھے جاگنا پڑتا ہے... اس کی حفاظت کے لیے... میں ان دنوں یہیں ہوتا ہوں.

مریم اٹھتی ہے اور اِدھر اُدھر گھومتی ہے. وہ سرسوں کے کھیت میں ہے، اور اس کی خوشبو سے لُطف اندوز ہوتی ہے مختلف کھیتوں میں. ایک مونتاژ جس سے ظاہر ہو کہ زمین کی کشش اس پر حاوی ہو رہی ہے. واپس آتے ہیں عارف اور

Marfat.com

روشن پر۔

روشن :- یہ جو تمہاری عزت ہوتی ہے اس گاؤں کی گلیوں میں چلتے ہوئے اور ہر ایک نے تمہاری راہ میں آنکھیں بچھائی ہیں تو جانتے ہو کیوں ... ؟ اس پہچان کی وجہ سے۔ اس زمین کی وجہ سے اور اس پرانے گھر کی وجہ سے جہاں اب بھی ہمارے بزرگوں کی مہک ٹھہری ہوئی ہے۔

عارف :- روشن بھائی میں تو .... مجھے دراصل کچھ پتہ ہی نہیں تھا کہ زمین اور عزت میں کیا رشتہ ہے ... لیکن آبو نہیں مانیں گے۔

بیدی آتی ہے۔

بیدی :- آپاں جی کہاں ہیں ؟

روشن :- آجاتی ہے بیٹھو۔

بیدی :- لو بھاجی گنّے (عارف کو دیتی ہے ... مریم کو دیکھتی ہے، آپاں جی آ گئے ....

سب لوگ ایک ایک گنّا لیتے ہیں۔ مریم اور عارف چوس نہیں سکتے۔

بیدی :- میں چھیل دوں آپاں جی ... میں آپ کو گنڈیریاں بنا کر دیتی ہوں۔

مریم :- ہاں مجھ سے تو .... بہت مشکل ہے بابا۔

عارف :- ہاں میری تو باچھیں زخمی ہو گئی ہیں اندر سے۔

پرے جا کر بیٹھ جاتا ہے۔

مریم :- سردی کچھ زیادہ نہیں ؟

روشن :- کھلی فضا ہے ناں اس لیے۔ تم لوگوں نے کل واپس جانا ہے ناں ؟

مریم :- ہاں .... بس وہ کام ہو جائے (بددلی سے)، تو... چلے جائیں گے۔

روشن :- مریم .... مجھے تم سے ایک کام ہے۔

Marfat.com

مریم :- مجھ سے ؟

روشن :- اپنے ابے کو کہو کہ زمین کسی اور کو نہ بیچے . . . . مجھے صرف چھ مہینے دے دے . . . میں مر نہ جاؤں پر میں رقم بنالوں گا . . . تم یہ سفارش کردو تو میں ساری حیاتی تمہارا احسان یاد رکھوں گا (آبدیدہ) دیکھ مریم ان کھیتوں کو، یہ ہمارے ہیں . . . یہ مجھے پیارے ہیں . میں ان سے جدا نہیں ہو سکتا .

مریم :- (کچھ محسوس کرتے ہوئے کانپتی ہے) مجھے سردی لگ رہی ہے .

روشن :- ہم ایک دوسرے کو نہیں جانتے، پر ایک ہی دادے کی اولاد ہیں . . . میں تمہارے دادے کی قبر کو آباد رکھتا ہوں مریم . . . . اس پر مٹی ڈالتا ہوں ہر دو مہینے بعد . . . . اپنی زمین نہیں ہوگی تو مٹی کہاں سے ڈالیں گے .

CUT

کنوئیں پر ۔ مریم ایک طرف ہو کر بیٹھی ہے اور اس کی طبیعت ٹھیک نہیں . عارف ابھی تک گنے کو لگا ہوا ہے . بیدی کوئی کام کر رہی ہے . روشن دودھ دوہ رہا ہے . گاگر بھرتی ہے تو اٹھا کر باہر رکھتا ہے اور پھر اٹھانے کے لیے سر پر اِنّوں رکھتا ہے . اٹھانے لگتا ہے تو مریم آگے آتی ہے .

گاگر پر ہاتھ رکھ کر

مریم :- میں مدد کر دوں ؟

روشن :- نہیں میں اٹھالوں گا . (ہاتھ لگتا ہے) تمہیں تو بخار ہے . . . بتایا کیوں نہیں ؟

عارف :- روشن بھائی .

روشن :- کچھ نہیں ہوتا ... یونہی ... سردی تھی ناں۔ گھر جا کر دودھ میں گھی
ملا کر پلائیں گے تو ٹھیک ہو جائے گی۔

بیدی :- آپاں جی ...

روشن :- تم ٹھہرو ...

قریب ہی دو گدھے بندھے ہوتے ہیں۔ اُن کو لاتا ہے۔ ایک پر مریم کو بٹھاتا ہے اور دوسرے پر عارف کو۔ گاگر اٹھا کر چلتا ہے۔ آگے روشن۔ اس کے پیچھے دونوں گدھے۔ سب سے پیچھے بیدی اچھلتی ہوئی۔ شام کا وقت۔ نہر یا کوئی راستہ جس پر LONG SHOT میں دکھاتے ہیں۔

CUT

گھر۔ فیض۔ فضل اور جنتے بیٹھے ہیں۔

جنتے :- ٹھیک ہے بھائی فضل ... ہم یہ مکان خالی کر دیں گے۔

فیض :- تمہارے حصے میں آیا تھا تمہاری مہربانی ہے کہ اتنا عرصہ ہمیں یہاں
سر چھپانے دیا:

فضل :- مجھے مجبوری نہ ہوتی ناں تو ... نہ میں یہ مکان بیچتا اور نہ زمین۔

جنتے :- زمین کس کے ہاتھ بیچی بھائی فضل ؟

فیض :- اس نے نمبرداروں سے بیانہ پکڑ لیا ہے۔

فضل :- تمہارے پاس رقم نہیں تھی انہوں نے اچھی قیمت لگائی تو ... پر
بھائی فیض ایک وعدہ چاہیئے مجھے آپ کا ... آپ حق شفع نہیں
کرو گے۔

فیض :- نہیں تم میرے بھائی ہو ... میں بھائیوں سے جھگڑا نہیں کیا کرتا۔

فضل :- اور روشن ...

Marfat.com

فیض :- اُسے میں سمجھا لوں گا۔

روشن ۔مریم ۔ عارف اور بیدی داخل ہوتے ہیں ۔

جنتے :- آؤجی بسم اللہ . . . ہوگئیں سیریں . . .

بیدی :- اماں آپاں جی کو بخار چڑھ گیا ہے . . .

جنتے :- خیری صلے . . .

فضل :- کیا ہوا بیٹی . . .

مریم :- یونہی بس . . . کوئی خاص بات نہیں ہے ابو . . .

روشن :- اس کو عادت نہیں ہے ناں کھلی فضاؤں کی . . . . ذرا ہوا لگ گئی ہے ۔

مریم سیڑھیوں کے پاس جاتی ہے ۔موسیقی ۔اب پہلی مرتبہ ان پر چڑھتی ہوئی . . . نصف سیڑھیوں پر کھڑی ہوتی ہے ۔ اور کچھ آوازیں جو صاف نہیں اس پر اودولیپ ہوتی ہیں ۔

فضل :- کہاں جا رہی ہو ۔

مریم ان آوازوں کو سننے کی کوشش کرتی ہے پھر نیچے آجاتی ہے ۔

جنتے :- اس کی ماں اللہ بخشے چھت پر چارپائی ڈال کر بیٹھ جاتی تھی اور اسے بلاتی تھی مریم مریم اور یہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں پھلانگتی اس کے پاس چلی جایا کرتی تھی . . . تم لیٹ جاؤ فوراً . . . . بیدیے ذرا ہاتھ پاؤں دبا دے ، بہن کے ، میں دودھ گرم کر کے لاتی ہوں گھی کے ساتھ !

فضل :- یہاں نزدیک ہی کوئی ڈاکٹر ہوگا ؟

فیض :- ڈاکٹر تو نہیں ہے البتہ ایک ترکھان ہے جو بڑے اچھے ٹیکے لگاتا ہے۔

فضل :- ہم واپس نہ چلے چلیں ابھی ۔

مریم :- او ہو ابو ہلکا سا بخار ہے . . . پلیز مجھے بس آرام کرنے دیں . . .

Marfat.com

چاچا مہربان آتا ہے۔

مہربان:۔ اوہو پُتری کو بخار ہو گیا.... جنتے مرغی نہ کریں... یخنی بنالیں۔
ذرا طاقت آجائے گی۔

مریم:۔ بس آپ لوگ مجھے ریسٹ کرنے دیں... پلیز۔

سب باہر آجاتے ہیں۔

عارف:۔ یہ کوئی ڈاکٹر ہے جو ٹیکے لگاتا ہے؟

جنتے:۔ نہیں پُتر... ترکھان ہے پر اس کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔

عارف:۔ تو اسے نہ بلالیں ابّو....

فضل:۔ ہاں دکھالیں تو بہتر ہے اور انشاء اللہ صبح سویرے نکل چلیں گے
یہاں سے...

روشن:۔ میں جاتا ہوں۔

جنتے اور فیض بھی کمرے سے باہر جاتے ہیں۔ بیدی مریم کے ہاتھ پاؤں دبا
رہی ہے۔

مریم:۔ بس کر بیدی۔

بیدی:۔ آپاں جی۔ آپاں جی۔ اب ٹھیک ہوناں۔

باہر جاتی ہے۔

فضل:۔ (جیب میں سے روپے نکال کر) عارف ان پیسوں کو سنبھال لو...
(مریم دیکھتی ہے) مکان اور زمین کے بیانے کے ہیں۔

عارف:۔ ابّو.... وہ۔ آپ نے بات ہی نہیں کی ہم سے۔

فضل:۔ اچھی قیمت مل گئی ہے۔

عارف:۔ ابو ہماری زمین میں ان دنوں سرسوں پھولی ہوئی ہے۔ آپ نے

دیکھی ہے ؟

فضل :- نہیں میں اس طرف نہیں گیا .

عارف :- آپ دیکھتے تو سہی .

روشن اور ترکھان ڈاکٹر کرمّلی داخل ہوتے ہیں .

روشن :- اس بی بی کو بخار ہے .

کرمّلی بڑے درست انداز میں اس کا بخار دیکھتا ہے .

کرمّلی :- بس ٹھنڈ لگ گئی ہے . شہر والے ذرا نازک ہوتے ہیں ناں . . . .
ٹھیک ہو جائے گی صبح تک . . . . (بیگ میں سے گولیاں نکالتا ہے) یہ
ابھی کھالو . . . اور یہ ایک ٹیکہ لگا دیتا ہوں طاقت کا .

عارف :- سرنج تو ٹھیک ہے ناں ؟

کرمّلی :- جی ؟ ہاں . . . بیس برس سے اس گاؤں میں میرے مقابلے میں
کوئی ایم بی بی ایس ڈاکٹر نہیں ٹھہرا . اللہ کے فضل سے ٹھیک ہو جائے
گی سویر تک .

ٹیکہ لگاتا ہے . مریم پر غنودگی طاری ہو رہی ہے .

کرمّلی :- ابھی سو جائے گی .

روشن کرمّلی کو کچھ پیسے دیتا ہے اور وہ چلا جاتا ہے . روشن تھوڑا سا پریشان ہے .

روشن :- آپ فکر نہ کریں چاچا فضل . . . اچھا میں چلتا ہوں .

مریم :- کہاں جا رہے ہو روشن ؟

روشن :- میں ؟ میں راکھی کرنے جا رہا ہوں اپنے کھیتوں کی مریم . . . اپنے اور
تمہارے کھیتوں کی .

عارف اور فضل ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں ، روشن جاتا ہے .

مریم :- وہ کھیت تو ہمارے نہیں رہے۔ ہمارے نہیں رہے۔

فضل :- بیٹے تم آرام کرو۔ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔

ماتھے پر ہاتھ رکھتا ہے اور اس کا چہرہ تشویش سے بھر جاتا ہے۔ عارف سے کہتا ہے۔

بخار تو بہت ہی تیز ہے۔

جنتے اور بیدی آتے ہیں۔

جنتے :- (ہاتھ میں گلاس) مریم ۔۔۔۔ شاید سو گئی ہے۔ چلو سب لوگ اسے آرام کرنے دو۔ بھائی فضل۔ عارف تمہارے بستر میں نے ساتھ والے کمرے میں کر دیے ہیں۔ چلو اٹھو۔ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی صبح تک۔

سب اٹھ کر جاتے ہیں۔ کیمرہ مریم پر، وہ اگرچہ غنودگی میں ہے۔ لیکن بے چین ہے۔

——— CUT ———

روشن ڈانگ ہاتھ میں پکڑے کھڑا ہے۔ جنگل میں سے جانوروں کی آوازیں آ رہی ہیں اور وہ بالکل مستعد ہے۔

——— CUT ———

عارف اور فضل لیٹے ہوئے ہیں۔ لیکن جاگ رہے ہیں۔

——— CUT ———

مریم کروٹیں بدل رہی ہے اس کے ماتھے پر پسینہ ہے۔

——— CUT ———

جنتے، بیدی اور فیض بھی اپنے اپنے بستروں پر لیکن سبھی جاگ رہے ہیں۔ البتہ جنتے کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ ——— CUT ———

Marfat.com

ہم مریم کے کلوز پر جاتے ہیں۔ اب آہستہ آہستہ وہ زیادہ بے چین ہو گئی۔ اس پر وہی موسیقی اور ریپ ہو گی جو سیڑھیاں دیکھتے وقت چلتی تھی۔ اور پھر وہ آوازیں جو سمجھ بھی نہیں آرہی۔ وہ پہلو بدلتی ہے۔ پھر دھیرے دھیرے اٹھتی ہے۔ باہر جاتی ہے۔ سیڑھیوں کے قریب۔ سیڑھیوں پر چڑھتی ہے۔ درمیان میں رکتی ہے اور یہاں سے وہ آوازیں جو اس کی ماں کی ہیں، صاف ہونے لگتی ہیں۔

آواز :- مریم۔ مریم ... تم مجھے بھول گئے ہو بیٹے۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ میرے پاس آؤ بیٹے۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے ... اپنے جھگڑوں میں اُلجھے رہتے ہو ... مریم۔ مریم۔ میں تمہاری ماں ہوں۔ میرے پاس آؤ۔ میرے پاس آؤ۔

مریم اوپر جاتی ہے۔ چھت پر ایک چارپائی ہے اور وہاں ایک عورت ہے۔ جو اس کی ماں ہے اسے بلا رہی ہے مریم اس کے پاس جاتی ہے۔ اس کا ہیولا غائب ہو جاتا ہے۔ لیکن مریم پریشان نہیں ہوتی۔ اب وہی آوازیں نیچے سے آرہی ہیں اور مریم اُن کو سنتی ہے، نیچے اترتی ہے۔ صحن میں آتی ہے۔ صحن کا دروازہ کھول کر گلی میں جاتی ہے۔ اب وہ گاؤں کی گلیوں میں سے گذر رہی ہے۔ گاؤں سے باہر آتی ہے۔ اور وہ موسیقی اور وہ آوازیں آرہی ہیں۔ جیسے وہ مجبور ہو کر ان کے پیچھے پیچھے جا رہی ہے۔ بالآخر وہ اس مقام تک پہنچتی ہے۔ جہاں اس کی زمین ہے۔ وہ اپنی زمین پر بیٹھ کر اطمینان کا سانس لیتی ہے۔ اُسے مٹھی میں لیتی ہے۔ جیسے وہ تندرست ہو گئی ہے۔ وہ مسکراتی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں۔ جو مٹی میں جذب ہوتے ہیں۔ ہے تو روشن کھڑا ہے۔ وہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ دیتا ہے۔

مریم کھڑی ہوتی ہے اور جوڑا انگ روشن پکڑے ہوئے ہے، اس کو تھام لیتی ہے جیسے اب وہ بھی راکھی میں شریک ہوگئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی امانت علی خان کا "اے وطن پیارے وطن" اوور لیپ ہوتا ہے۔

(اختتام)

Marfat.com

○ جنگل میں راستہ

پہلا منظر

ایک تنگ گلی۔ گلی اتنی تنگ ہو کہ ہاتھ پھیلانے سے کسی ایک دیوار کو لگیں، درمیان میں بہتی ہوئی نالی۔ فرید سکول سے واپس آ رہا ہے، گلے میں بستہ۔ بہت صاف ستھرا لڑکا۔ بال بھی بنے ہوئے اور لباس بھی بے داغ۔ بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے۔ بالکل آہستہ چلتا ہے۔ اس گلی میں سے گزر کر گھر پہنچنے تک تین جگہ ایسی ہوں جنہیں وہ ایک ہاتھ سے چھُو کر گزرتا ہے۔ جیسے بچّے مختلف چیزوں کو ہاتھ لگا کر چلتے جاتے ہیں۔ یہ جگہیں آؤٹ ڈور کی مناسبت سے چن لی جائیں۔ اس منظر پر ٹیلپ چل سکتے ہیں۔

——— CUT ———

دوسرا منظر

فرید گھر کے دروازے میں سے اندر آتا ہے۔ گھر جیسا کہ قصبوں میں مڈل کلاس خاندانوں کا ہوتا ہے۔ ایک وسیع صحن۔ سامنے برآمدہ اور پیچھے دو کمرے۔ ایک کونے میں پانی کا نل یعنی ہینڈ پمپ اور دوسرے کونے میں باورچی خانہ۔ لیکن

اس کے لیے تھڑا نہ بنائیے گا، فرش کی سطح پر ہونا چاہیئے) فرید اندر آتا ہے۔ اپنا بستہ رکھتا ہے۔ نلکے سے منہ ہاتھ دھو کر باورچی خانے میں جاتا ہے۔ وہاں اسے معلوم ہے کہ روٹی کہاں ہوگی، اور اچار یا سالن وغیرہ کہاں۔ نکال کر کھانے لگتا ہے تو ماں سر پر کنالی رکھے اندر آتی ہے)

ماں :- فرید پتر یہ ٹبری رکھ دے ہاتھ سے۔

فرید :- کیوں اماں جی ؟

ماں :- ضرور رات کی باسی روٹی کھائی ہے تم نے... کرماں ماری سکینہ ماچھن نے تنور گرم کرنے میں دیر کر دی۔ یہ لے۔ ہے ناں گرم ؟

فرید :- جی اماں جی۔

ماں :- جی اماں جی۔ ہاں اماں جی... پُتر لوگوں کے پُتر تو دن رات ٹر ٹر باتیں کرتے ہیں اپنی اپنی ماؤں کے ساتھ اور تو... صابر شاکر... جی اماں جی۔ اور ہاں اماں جی....

فرید :- (مسکرا کر) جی اماں جی۔

ماں :- مجھے تو بڑا شوق ہے کہ تو میرے ساتھ ہر وقت گالڑوں کی طرح پٹر پٹر باتیں کرے.. پر تو تو جب سے پیدا ہوا ہے.... خیر آ لینے دے میری بہو بلقیس کو..... اس کے ساتھ رجھ کے باتیں کروں گی۔

فرید :- اس نے تیرے کان کھا لینے ہیں اماں جی۔ وہ تو نرا ٹیپ ریکارڈر ہے۔

ماں :- (اس کی طرف غور سے دیکھتی ہے) یہ چیر تم نے خود نکالا ہے ؟

فرید :- (شرمندہ ہو کر) ہاں اماں جی۔

ماں :- تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ خود جو مرضی کر۔ ہاتھ منہ دھو.. جو مرضی... پر تیری کنگھی ہمیشہ میں کروں گی۔ اب یہ ٹیڑھا چیر نکال کر بیٹھا ہوا

ہے ادھر آ۔

فرید اٹھ کر پاس جاتا ہے۔ اماں کنگھی کرتی ہے۔ پیار سے چہرہ سیدھا کرتی ہے۔

ماں :- فرید تو ماشاءاللہ جب بال بچوں والا ہو جائے گا ناں۔۔۔ جب تو بڑا سارا مرد بن جائے گا۔ تب بھی میں نے ہی تیری کنگھی کرنی ہے۔ ٹھیک ہے ناں؟

فرید :- ہاں اماں جی۔۔۔

ماں :- (سر جھٹک کر) ہا ہائے تو نے جی اور ہاں اماں جی کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا؟

فرید :- نہیں اماں جی۔

——— CUT ———

تیسرا منظر

رات کا وقت۔ فرید ایک مکمل طور پر تاریکی میں ڈوبے ہوئے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے، اور جب کچھ نہیں دکھائی دیتا تو پریشان ہو جاتا ہے۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر بالآخر ماچس تلاش کرتا ہے اور ایک لیمپ جلاتا ہے۔ جس میز پر اُس کی کتابیں وغیرہ پڑی ہیں کرسی پر بیٹھ کر لیمپ کی لَو کو دیکھتا ہے۔ لیمپ کی لو اور فرید کی آنکھوں کے انٹرکٹ۔ آنکھوں میں لیمپ کی روشنی۔ خورشید ہاتھ میں دودھ کا گلاس پکڑے اندر آتی ہے۔ اسے مگن دیکھتی ہے، اور شرارت سے لیمپ کی لَو کو پھونک مارتی ہے۔ جھلاتی ہے۔ فرید پریشان ہو جاتا ہے۔

فرید :- بھابی۔۔۔ اوہ۔۔۔

Marfat.com

بھابی :- کیا نظر آتا ہے اس میں تمہیں ۔

فرید :- (پھر لَو کی جانب دیکھتا ہے) اس میں ؟ بھابی اس لَو کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے جاؤ تو روشنی کے چمکتے بھڑکتے دریا نظر آتے ہیں ... جیسے نور کی بارش ہو ... جیسے ...

بھابی :- (مسکراتی ہے) یہ دودھ پی لو ۔

فرید :- بھائیے نے اس مہینے کا ڈرافٹ بھیج دیا ؟

بھابی :- تمہیں پیسوں کی ضرورت ہو تو ...

فرید :- نہیں نہیں بھابی اب بھائیے کو واپس آ جانا چاہیئے ۔

بھابی :- (قدرے جذباتی) ہاں اب تو آ ہی جانا چاہیئے ۔ بہت کمائیاں ہو گئیں ۔ اُدھر ابو دوبئی سے آیا ہے شادی کی ہے اور چوتھے روز فلائٹ پر واپس ... یہ کوئی بات تو نہیں فرید .... ہم نے پھُوکنی ہیں کمائیاں ۔

ماں کی آواز آتی ہے ۔ خورشید ۔ خورشید ۔

لے میں نے تو ابھی برتن بھی صاف کرنے ہیں ... آئی اماں جی ۔

خورشید جاتی ہے ، فرید پھر لیمپ کی لَو کو گھورنے لگتا ہے ۔

——— CUT ———

چوتھا منظر

اسی گلی میں سے فرید سکول جا رہا ہے ۔

——— CUT ———

وہی صحن ۔ تین چارپائیاں ۔ دو خالی ۔ صبح کی ہلکی روشنی ۔ مُرغ کی بانگ وغیرہ بھابی خورشید گھر کے کام کاج میں مصروف اماں جی کھانا وغیرہ بنا رہی ہے ۔ اس

Marfat.com

دوران فرید اُٹھتا ہے۔ آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھ کر پھر لیٹ جاتا ہے)

(ڈزالو)

روشنی زیادہ ہو چکی ہے اور فرید ابھی تک سو رہا ہے۔

ماں :- فرید۔ فرید پُتر اُٹھ۔ سکول نہیں جانا؟

فرید :- (آنکھیں کھولتا ہے) کیا ہے امّاں جی!

ماں :- پُتر اُٹھ۔ سکول نہیں جانا۔

فرید :- (اِردگرد نگاہ ڈال کر) لو منہ اندھیرے چلا جاؤں سکول۔

ماں :- منہ اندھیرے؟ (مسکرا کر) لو اوپر سے تِکر دوپہر ہونے کو ہے اور کہتا ہے منہ اندھیرے۔ اُٹھ پُتر۔

فرید :- (اُٹھتا ہے۔ دیکھتا ہے) پر ماں ابھی تو سُورج بھی نہیں نکلا... اندھیرا ہے ہر طرف۔

ماں کو یک دم احساس ہوتا ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اٹھتی ہے اور اس کے پاس آتی ہے۔

ماں :- اندھیرا پُتر؟

فرید :- صبح تو ابھی نہیں ہوئی ناں امّاں جی...

ماں :- (اس کے سامنے بیٹھتی ہے) فرید ہر طرف روشنی ہے۔

فرید :- نہیں ہے امّاں جی۔

آنکھیں ملتا ہے دیکھتا ہے۔

کیا سچ مچ صبح ہو گئی ہے؟

ماں :- ہاں پُتر۔

فرید :- تو پھر... تو پھر... (ماں سے چمٹ جاتا ہے) ہر طرف اندھیرا کیوں ہے۔

Marfat.com

صبح کہاں گئی اماّں جی . . .

ماں :- ماں صدقے پُتر۔ تجھے شاید چکر آگیا ہے اس لیے خورشید۔ خورشید۔

خورشید اندر سے آتی ہے ۔

دیور کا سر پیر دبا اِسے چکر آگیا ہے . میں حکیم احمد دین سے شربت لے کر آتی ہوں۔ میں ابھی آئی چن فرید ۔

خورشید اس کا سر دبانے لگتی ہے . کیمرہ فرید کی آنکھوں پر ۔

CUT

پانچواں منظر

اماّں فرید کو سامنے بٹھا کر پیار سے کنگھی کر رہی ہے ، اور وہ اس کی جانب دیکھ رہا ہے ۔

فرید :- سکول سے میرا نام تو نہیں کٹ جائے گا اماّں جی ۔

ماں :- ہم نے کیا کرنا ہے سکول جا کر۔ دفع کرو ۔

فرید :- آپ ہی تو کہتی تھیں کہ اَن پڑھ بندے اور جانور میں زیادہ فرق نہیں ہوتا اور اب . . . .

ماں :- بڑی ہیں نوجماعتیں ۔

فرید :- اماّں جی تحصیل ہسپتال کے ڈاکٹر نے کیا کہا تھا ایک طرف جا کے ۔

ماں :- وہ کہتا تھا تم ٹھیک ہو جاؤ گے ۔

فرید :- (مسکرا کر) نہیں اماّں جی۔ میرے کان بڑے باریک ہیں . میں نے سُن لیا تھا. اس نے کہا تھا یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ ہے ناں ؟

ماں :- نہیں نہیں . . تو نے ڈرنا نہیں پُتر. . ڈرنا نہیں . . . میں جو تیرے

ساتھ ہوں . میں تیرا خیال رکھوں گی ، تجھے نہلاؤں گی ، کپڑے بدلوں گی . جہاں کہو گے لے کر جاؤں گی .

کنگھی کرتی ہے اور روتی ہے .

CUT

چھٹا منظر

صحن کا ایک کونہ . یہاں ڈزالو کے ذریعے فرید کو بیٹھے دکھایا جائے . آہستہ آہستہ دن گزرتے ہیں . فرید جو پہلے بہت صاف ستھرا تھا . اب بالکل فقیروں کی طرح ہو چکا ہے . خلاؤں میں گھور رہا ہے . اس کونے میں کچھ ایسی چیزیں ہونی چاہئیں . جن سے صحن کے اس حصّے کی با آسانی شناخت ہو جائے . . . کیمرے کو چہرے کی جانب لے جاتے ہوئے ماں اور بھائی کے مکالمے ٥/٥ ہوتے ہیں . یہ مکالمے سرگوشیوں میں ہیں .

ماں :- (رندھی ہوئی آواز میں) پر میرے بعد اس کا کیا ہوگا . میں تو اب بھی اس کا خیال نہیں رکھ سکتی . . . مجھ میں اتنی ہمت طاقت کہاں ہے کہ اسے ہر وقت ساتھ لیے لیے پھروں . نہلاؤں دھلاؤں کپڑے پہناؤں . غسل خانے لے کر جاؤں اور پھر ماشاء اللہ جوان ہے . آخر میں کب تک . . . .

بھابی :- میں اس کا خیال رکھوں گی اماں . . .

ماں :- نہ پتر . دوسروں کی چنگی بھلی اولاد نہیں پالی جاتی . یہ غریب تو پھر نابینا ہے . . .

روتے ہوئے

اس نے گلیوں میں دھکے کھانے ہیں میرے بعد . فقیر ہو جانا ہے . سودائی ہو جانا ہے .

کیمرہ فرید کے بڑے کلوز پر۔

——— CUT ———

ساتواں منظر

صبح کا وقت جو دوسرے منظر میں تھا۔اماں سوئی ہوئی ہے۔ایک ہاتھ اُسے جگاتا ہے یہ فرید کا ہاتھ ہے۔فرید بالکل پہلے کی طرح صاف ستھرا۔صاف کپڑے اور گلے میں بستہ، سکول جانے کے لیے تیار۔

فرید :۔ اماں جی۔ اماں جی اُٹھو۔

اماں بیدار ہو کر دیکھتی ہے اور حیران ہو جاتی ہے۔

ماں :۔ فرید پتر۔۔۔تم۔۔۔تم کہاں جا رہے ہو؟

فرید :۔ سکول اماں جی۔ میری کنگھی کر دو۔

کنگھی اس کی طرف بڑھاتا ہے، جسے وہ آبدیدہ ہو کر تھامتی ہے اور اس کے بالوں میں پھیرتی ہے۔

ماں :۔ پر فرید۔۔۔ تجھے تو پتر۔۔۔۔

فرید :۔ میں نے دھکے نہیں کھانے اماں جی۔ میں نے فیتر نہیں ہونا۔۔ میں نے پڑھنا ہے۔ (مسکرا کر) پڑھنا نہیں سننا ہے اور سیکھنا ہے۔ خدا حافظ اماں جی۔

جانے لگتا ہے۔

ماں :۔ پتر ناشتہ تو کر لے۔

فرید :۔ میں نے خود ہی دودھ پی لیا تھا۔

دروازے تک جاتا ہے۔

Marfat.com

ماں :- (کچھ سوچ کر) ٹھہر پتر۔۔۔

ایک کونے میں رکھی لاٹھی لاکر اس کے ہاتھ میں دیتی ہے۔

فرید :- (لاٹھی کو پرے کرتا ہے) مجھے اس کی ضرورت نہیں اماں جی۔ میں دیکھ سکتا ہوں۔

دروازے کو ٹٹول کر۔

چلا جاتا ہے۔ اماں لاٹھی کی طرف دیکھتی ہے اور پھر روتی ہوئی پرے پھینک دیتی ہے۔

——— CUT ———

آٹھواں منظر

وہی گلی۔ فرید بڑے اطمینان سے چل رہا ہے۔ صرف اُن تین چیزوں کو باری باری چُھو کر چلتا ہے۔ جن کو پہلے چُھوتا تھا۔ کیمرہ اس کے ہاتھوں پر جو ان چیزوں کو چُھو رہے ہیں۔ کبھی گلی میں۔ کبھی کسی سڑک پر۔ باغ میں۔ دروازے پر اور یہیں سے وہ ہاتھ بڑے ہوتے ہیں۔ فرید اب شہر میں ہے۔ ایم اے کا طالب علم ہے۔ ہوسٹل میں رہتا ہے۔۔۔ وہ اپنے آس پاس کو اتنی اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ صرف اس کا ہاتھ کبھی کبھی چُھونے کے لیے آگے آتا ہے اس کی آنکھیں بھی نارمل حرکت میں ہوتی ہیں۔ اور وہ بات سنتے ہوئے چہرہ مخاطب کی جانب کر لیتا ہے۔

مونتاژ

فرید کالج میں۔ کلاس میں۔ ہوسٹل میں۔ دوستوں کے ساتھ۔ لائبریری میں ایک دوست کتاب پڑھ رہا ہے اور وہ سُن رہا ہے۔

نواں منظر

——— CUT ———

کالج یا ہوسٹل کی کینٹین۔ پانچ چھ لڑکیاں لڑکے بیٹھے ہیں۔ ویٹر چائے لاتا ہے۔

Marfat.com

اور برتن فرید کے آگے رکھتا ہے۔

لڑکی ۱ :- لائیے میں بناتی ہوں۔

لڑکا :- خاتون آپ شاید اس محفل کے آداب نہیں جانتیں۔ یہاں چائے ہمیشہ فرید صاحب بناتے ہیں۔

لڑکی ۱ :- (حیرت سے) فرید صاحب۔

فرید بڑے اہتمام اور سلیقے سے چائے بناتا ہے۔ اور پھر پیالیاں سب کو تھماتا ہے۔

فرید :- چینی ایک چمچہ ڈال دی گئی ہے۔ اس سے زیادہ آپ کی صحت کے لیے مضر ہے۔

لڑکی ۱ :- یہ آپ کیسے کر لیتے ہیں فرید صاحب؟

فرید :- میں کیا، کیسے کر لیتا ہوں بی بی؟

لڑکی ۱ :- یہی چائے کیسے بنا لیتے ہیں؟

فرید :- جیسے آپ بنا لیتی ہیں۔ ویسے....

لڑکی ۱ :- لیکن میں تو دیکھ سکتی ہوں۔

فرید :- (مسکراتے ہوئے) میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ خوش شکل ہیں اور اسی لیے آپ کو ذرا لیے دیے رہنے کی عادت ہے۔ آپ نے میری بنائی ہوئی چائے کا صرف ایک گھونٹ پی کر پیالی رکھ دی ہے۔ میرے کانوں نے پیالی کو میز سے ٹکراتے ہوئے سنا تھا۔ میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن میرا طریقہ ذرا مختلف ہے۔

لڑکا ۱ :- فرید نے اپنی معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا۔ ہم سب کو اس پر بہت فخر ہے۔

لڑکا ۲ :- (منہ بنا کر) خاک فخر ہے۔ پچھلی مرتبہ دو مضمون اسے میں نے PREPARE

کروائے۔ امتحان ہوئے۔ یہ فرسٹ ڈویژن میں پاس اور ہم بالکل ہی فیل۔

لڑکا ۳ :۔ بھئی میں تو شکر کرتا ہوں کہ یہ دوڑوں میں حصّہ نہیں لیتا ورنہ وہاں بھی ہمیں پیچھے چھوڑ جائے۔

فرید :۔ میں پیچھے رہنا افورڈ نہیں کر سکتا۔

لڑکی ۲ :۔ آپ نے کیسے اپنی معذوری کو مجبوری نہیں بننے دیا؟

فرید :۔ (مسکرا کر) میں معذور ہی نہیں۔ جسم کا ایک حصہ اگر بیکار ہو جائے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ سارا جسم ختم ہو گیا ہے۔ آنکھیں نہ ہونا ایک کمی ہے۔ اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کمی کو کم سے کم محسوس کروں۔

لڑکا ۱ :۔ جس طرح ان صاحب۔

ایک لڑکے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے۔

میں دماغ کی کمی ہے اور یہ بھی اسے کم سے کم محسوس کرتے ہیں۔

ایک لڑکا اندر آ کر فرید کے کان میں سرگوشی کرتا ہے۔

فرید :۔ معاف کیجئے گا۔۔۔ (اٹھ کر جاتا ہے)

——— CUT ———

دسواں منظر

فرید کا کمرہ۔ کمرے میں فرید کی ماں اور بھابی بیٹھے ہیں۔ بھابی کے ہاتھ میں ایک ٹیپ ریکارڈر ہے اور ماں نے ایک گٹھڑی اٹھا رکھی ہے۔ فرید کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ اور کھڑا ہو جاتا ہے۔ ماں "فرید پتر" کہتی ہے تو اس کی طرف جاتا ہے۔

فرید :۔ آپ!

دونوں حیرت سے ایک دوسرے کو تکتی ہیں۔

Marfat.com

ماں :- تیرا دل اُداس نہیں ہوا تھا فرید۔

فرید :- ہوا تھا امّاں جی۔

ماں :- تم خوش تو ہو ناں پُتر۔

فرید :- جی امّاں جی۔

ماں :- مجھ سے کوئی بات کر پُتر۔

فرید :- اچھا امّاں جی۔

ماں :- جی امّاں جی۔ اچھا امّاں جی.... شہر میں آکر بھی باتیں کرنا نہیں سیکھا۔

فرید :- بھابی... بھائیے کا کوئی خط پتّر۔

بھابی :- (روہانسی ہوکر) اُدھر ابو دوبیّ سے آیا ہے شادی کی ہے اور چوتھے روز فلائٹ پر واپس... نہ یہ کوئی بات ہے۔ ہر مہینے دن سوّنے جوڑے بھیجتا ہے کسی نہ کسی کے ساتھ.... میں نے پھوکنے ہیں جوڑے....اب اس مہینے یہ ٹیپ ریکارڈر بھیج دیا ہے۔ انگریزی کیسٹوں والا۔ نہ میں نے پھوکنا ہے ٹیپ ریکارڈر۔ یے تو رکھ لے فرید۔

فرید :- لیکن بھائیے نے یہ آپ کے لیے بھیجا ہے۔

بھابی :- تیرے کام آئے گا۔ تو کلاس میں لے جاکے ریکارڈ کرلینا جو کچھ پڑھاتے ہیں، اور پھر یہاں آکر سن لینا۔

ماں :- رکھ لے۔ اصل میں خورشید تمہیں صرف ٹیپ ریکارڈر دینے کے لیے ہی آئی ہے۔ اور ہاں بلقیس کی ماں نے عجیب بات کی ہے۔ ایک دن منہ پھاڑ کر کہنے لگی رشتہ تو آنکھوں والے کے ساتھ کیا تھا اس کے ساتھ نہیں۔

بھابی :- لو میرے ویر کو رشتوں کی کمی ہے۔ آج ہاں کرے تو چناب کے کنارے

Marfat.com

کی کوئی سوہنی ڈھونڈ لاؤں .

ماں :- ویسے تو بلقیس اسی شام آئی تھی . اس نے تو رو رو کے بُرا حال کر لیا .

فرید :- کیا کہتی تھی ؟

ماں :- کہتی تھی مجھے فرق نہیں پڑتا ..... پر پُتّر اس کی ماں نے جواب دے دیا ہے تو .....

بھابی :- اماں شام سے پہلے پہنچنا ہے . اُٹھ .

ماں :- تو پُتّر اب جلدی آ اور اپنا گھر سنبھال . میری ہڈیوں اور گھٹنوں میں اب طاقت نہیں رہی .

فرید :- میں فائنل کے فوراً بعد آجاؤں گا . میں نے کون سی نوکری کرنی ہے زمین جو ٹھیکے پر دے رکھی ہے . اسے خود کاشت کروں گا .

اماں دروازے کے قریب جا کر رکتی ہے .

ماں :- فرید . میرے پاس آ پُتّر .

فرید قریب آتا ہے تو اماں کنگھی نکال کر اس کی جانب دیکھتی ہے .

دیکھو تیرا چہرہ پھر سیدھا نہیں .

اس کے بالوں میں کنگھی کرتی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں .

اللہ نگہبان میرے بچے ...

دونوں جاتی ہیں فرید ٹیپ ریکارڈر چھو کر دیکھتا ہے . پھر اُسے آن کرتا ہے .

I JUST CALLED TO SAY THAT I

LOVED YOU

اندھے گلوکار سیٹوی ونڈرز کا گانا سنتا ہے ، اور اس پر اثر

Marfat.com

ہوتا ہے ۔

——— CUT ———

گیارہواں منظر

فرید کلاس میں ۔ پروفیسر کی بات غور سے سن رہا ہے ۔ کلاس سے نکل رہا ہے وغیرہ وغیرہ ۔

——— CUT ———

بارہواں منظر

کالج یا یونیورسٹی کے کلاس روم سے لڑکیاں اور لڑکے نکل رہے ہیں ۔ ان میں نئی لڑکی سویرا شہر یار بھی ہے ۔ وہ ایک بے حد امیر باپ کی اکلوتی بیٹی ہے اور اس میں کچھ کچھ مردانگی ہے یعنی بڑے یقین کے ساتھ اور بغیر ڈرے بات چیت کرتی ہے ۔ سیدھی ہو کر چلتی ہے ۔ خوش شکل ہے اور آنکھیں بے حد خوب صورت ہیں ۔ باہر نکل کر ایک بنچ پر جا بیٹھتی ہے ۔ کچھ دور باقی تینوں لڑکیاں بیٹھ جاتی ہیں ۔

لڑکی نمبر ۱ :۔ مجھے تو بڑی بد دماغ لگتی ہے ۔

نمبر ۲ :۔ لو پیچھے سے رہنے والی تو حافظ آباد کی ہے ناں ۔ ۔ ۔

نمبر ۳ :۔ کیوں بھئی حافظ آباد میں بندے نہیں رہتے ۔ میں خود کالا شاہ کاکو کی رہنے والی ہوں ۔

نمبر ۱ :۔ تمہاری بات اور ہے ۔ سنا ہے اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے ۔ بلکہ باپ کی ۔ اور بابا بہت زبردست امیر ہے ۔

نمبر ۳ :۔ ویسے بھئی یہ تو مانو کہ خوب صورت بہت ہے ۔ اور کیا آنکھیں ہیں

جیسے سیاہ تتلیاں پھڑک رہی ہوں، جیسے دو گہری جھیلیں ہوں۔

۲ :- حافظ آباد میں تو چھپڑ وغیرہ ہوتے ہیں، مائی ڈیئر، جھیلیں نہیں۔

اتنی دیر میں سویرا اپنے بنچ سے اٹھتی ہے اور ان تینوں کے پاس آجاتی ہے۔

سویرا :- السلام علیکم۔

۱، ۲، ۳ :- وعلیکم السلام۔

سویرا :- میرا نام سویرا شہریار ہے۔

۳ :- یہ کلثوم ہیں۔ ادھر طاہرہ اور میں جمیلہ ہوں۔ آئیے، بیٹھئے۔

سویرا :- میں آج کے لیکچر کے نوٹس نہیں لے سکی۔ پہلا دن تھا ناں۔ کیا آپ مجھے اپنے نوٹس ایک دن کے لیے دے سکتی ہیں۔ نقل کر کے واپس کر دوں گی۔

۳ :- (نوٹس دیتے ہوئے) کچھ اتنے شاندار تو نہیں بہر حال...

سویرا :- شکریہ۔

چاروں کچھ دیر چُپ رہتی ہیں۔

سویرا :- دیکھیں ابھی ہمیں پورے چھ ماہ اکٹھے رہنا ہے۔ کیا ہم سب اس طرح چُپ بیٹھی رہیں گی؟

۲ :- آپ ہی کوئی بات کریں۔ (مسکراتی ہے)

سویرا :- ہم لوگ حافظ آباد کے رہنے والے ہیں۔

تینوں ہنسنے لگتی ہیں سویرا حیران ہو کر دیکھتی ہے۔

۱ :- اور جمیلہ کالا شاہ کاکو کی رہنے والی ہے۔

پھر ہنستی ہیں لیکن سویرا کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں ہنس رہی ہیں۔

سویرا :- وہاں میں اپنے ابّو کے ساتھ رہتی ہوں۔

۳ :- اور امّی؟

Marfat.com

سویرا :- وہ نہیں ہیں۔ صرف ابو ہیں اور میں۔ پہلے میں اسلام آباد میں پڑھتی تھی۔ اور اپنی ایک خالہ کے پاس رہتی تھی۔ خالو کی ٹرانسفر ہو گئی تو مجھے یہاں آنا پڑا۔

وہ تینوں بڑے غور سے اس کی آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔

آپ لوگ میری طرف اتنے غور سے کیوں دیکھ رہی ہیں۔

م۲ :- بالکل سیاہ تتلیوں کی طرح پھڑک رہی ہیں۔

م۱ :- اور جھیلیں۔

م۳ :- سبحان اللہ۔

سویرا :- میں سمجھی نہیں۔

م۳ :- یہ مخلوق بڑی بدتمیز ہے۔ آپ اسے چند روز میں سمجھ جائیں گی۔

فرید قریب سے گزر رہا ہے۔ اس طرح چل رہا ہے کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ نابینا ہے....

جمیلہ :- فرید صاحب۔ ذرا ادھر تشریف لائیے۔

فرید مڑتا ہے اور ان کے قریب آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔

فرید :- جی فرمائیے۔

م۳ :- آپ کے پاس چیونگم ہوتی ہے۔ ذرا ہم بے چاروں کو ایک ایک چیونگم تو کھلائیے۔

فرید مسکرا کر جیب میں سے تین چیونگم دیتا ہے۔

م۳ :- ایک اور۔ سویرا شہریار کے لیے۔ یہ آج پہلے دن آئی ہیں۔

فرید :- انہوں نے تنقید کے حوالے سے بہت پرمغز سوالات کیے تھے کلاس میں۔

چوتھی چیونگم نکال کر آگے کرتا ہے۔ سویرا ہاتھ بڑھاتی ہے۔ فرید کا ہاتھ وہیں ہے۔

Marfat.com

سویرا جھنجھلا کر آگے بڑھ کر اٹھاتی ہے ۔ ان کے ہاتھ مَس ہوتے ہیں ۔ فرید کے چہرے کاری ایکشن ۔ سویرا سمجھتی ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے ۔ لہٰذا ناپسند کرتی ہے ۔

سویرا :- اگر آپ کسی ڈرامے میں اندھے کا کردار ادا کر رہے ہیں تو کم از کم اس کی ریہرسل یہاں تو نہ کریں ۔

فرید :- جی ۔

جمیلہ :- (گھبرا کر) دراصل سویرا صاحبہ ۔ میرا خیال ہے اگلے لیکچر کا وقت ہو گیا ہے ۔

ا ، ۲ :- ہاں چلنا چاہیئے ۔

وہ تینوں اس صورت حال سے نکلنے کے لیے جلدی سے چلی جاتی ہیں ۔ سویرا بھی جانے لگتی ہے ۔

فرید :- مس سویرا (سویرا مڑتی ہے) میں آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ مجھے اندھے کا کردار ادا کرنے کے لیے کسی خاص ریہرسل کی ضرورت نہیں ۔

سویرا پر انکشاف ہوتا ہے کہ وہ تو سچ مچ اندھا ہے ۔ اس کا ری ایکشن ۔

CUT

تیرہواں منظر

کینٹین ۔ فرید اپنے ہم جماعت لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ بیٹھا ہے ۔

فرید :- مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں معذور افراد کو معاشرے کے بہاؤ سے الگ کر کے کنارے پر بٹھا دیا جاتا ہے کہ بھئی تم تو بے چارے نابینا ہو ، چل پھر نہیں سکتے ، اپاہج ہو اس لیے ادھر بیٹھے رہو .... ہم تمہیں دیکھ کر

Marfat.com

چہرے پر افسوس اور رنج کے جذبات لے آئیں گے.... زبان سے چچ چچ کریں.... ہمدردی کریں گے... لیکن تمہیں اپنے ساتھ ساتھ نہیں چلائیں گے... تو جناب میں تو ساتھ ساتھ چلوں گا۔

لڑکا ۱ :- (ہنس کر) بس ساتھ ساتھ ہی چلو. تم تو ہم سے آگے نکل جاتے ہو.

فرید :- پہلے میری آنکھیں تھیں، اب نہیں ہیں... اس کے علاوہ تو میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو دوسرے انسانوں کے پاس ہوتا ہے.. یوں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ اگر انسان کی ایک حس چھن جائے تو اس کی بقیہ حسّیں پہلے سے تیز ہو جاتی ہیں تو جناب کوئی چیز کم نہیں ہوتی.... حساب برابر رہتا ہے۔

لڑکا ۲ :- یار ایک چیز تو تم مس کرتے ہو گے!

فرید :- کون سی؟

لڑکا ۲ :- کسی حسین چہرے کو دیکھنا...

فرید :- نہیں... بہت زیادہ نہیں... آپ نہیں جانتے کہ آواز میں چہرے کا حُسن بھی رچا ہوتا ہے۔ مجھے آواز الگ آتی ہے اور حُسن کی پائل کانوں میں الگ چھنکتی ہے۔

تمام لڑکے :- واہ واہ سبحان اللہ۔

فرید :- اگر آنکھیں نہ ہونے سے انسان حُسن نہ دیکھ سکتا تو پھر ہومر اور ملٹن شاعر نہ ہوتے.. .اور بیتھوون اتنا بڑا موسیقار نہ ہوتا.... میں ان دنوں ایک امریکی موسیقار سیٹوی ونڈرز کی کیسٹ سُن رہا ہوں... وہ بھی مجھ ایسا ہے۔

لڑکا ۲ :- یوں تو ڈاکٹر طٰہٰ حسین اتنے بڑے جیّد عالم تھے اور پیدائشی نابینا تھے۔

Marfat.com

لڑکی ۱ :- اوہو سویرا حافظ آبادی تشریف لا رہی ہیں۔

سویرا آتی ہے سنجیدہ اور خاموش۔ سب لوگ انتظار کرتے ہیں کہ بات کرے۔ بالآخر فرید کے سامنے کھڑے ہوکر کہتی ہے۔

سویرا :- فرید صاحب۔

فرید :- جی مس سویرا۔

وہ چائے بنا رہا ہے۔

سویرا :- دراصل آنکھیں میری نہیں تھیں جو آپ کو نہ دیکھ سکی ... میں اپنی حماقت کی معافی چاہتی ہوں۔

فرید :- انسان غلطیوں کا پُتلا ہے ...

لڑکا :- (سرگوشی میں) یہ تو پُتلی ہے۔

سویرا :- آپ کے کسی انداز سے شک نہیں ہوتا تھا ... کہ آپ .... اور میں سمجھی ... کہ آپ جس طرح کے لڑکے ہوتے ہیں آج کل ... لڑکیوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔

فرید :- آپ تشریف رکھیئے۔ (چائے کی پیالی بنا چکا ہے) چینی ایک چمچہ۔ اس سے زیادہ آپ کے لیے مُضر ہے ...

سب لوگ ہنستے ہیں۔

——— CUT ———

چودھواں منظر

سویرا کا چہرہ جو بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہا ہے ... جیسے فرید کو دیکھ رہی ہو۔

——— CUT ———

پندرھواں منظر

ایک عالی شان حویلی۔ ایک راہداری۔ شاندار ڈرائینگ روم۔ ایک صاف ستھرا ملازم چائے کی ٹرالی دھکیلتا چل رہا ہے۔ ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے یہاں شہریار بیٹھا ہوا ہے۔ ایک انتہائی وجیہہ اور بارُعب بوڑھا ہو سکے تو اس کی آنکھیں بھی خوب صورت اور بڑی بڑی ہوں۔ نہایت نفاست سے ملبوس ہے۔ ڈرائینگ روم میں مختلف نودرات رکھے ہیں۔ خاص طور پہ نازک قسم کے بہت سارے گلدان ہیں۔ وہ ایک گلدان کے نقش و نگار دیکھ رہا ہے۔ اور خوش ہو رہا ہے۔ ملازم چائے کی ٹرالی لاتا ہے۔ شہریار خود چائے بناتا ہے۔ پہلی سپ لیتا ہے۔ اور مسکرا کر کہتا ہے۔ "سویرا ۔ ۔ ۔ ۔ بیٹی اب چھپنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ چائے تمہارے ہاتھوں کی بنی ہوئی ہے۔ ۔ ۔ سویرا ۔ ۔" سویرا ایک ستون کے پیچھے چھپی ہوئی ہے، جھانکتی ہے۔

سویرا :۔ ہیلو ابّو ڈیئر ۔ ۔ ۔

ہنستی ہوئی آتی ہے اور شہریار سے ملتی ہے۔ شہریار چل نہیں سکتا۔ لیکن اس منظر میں یہ نہیں بتایا جاتا۔

شہریار :۔ جب بھی آتی ہو، پہلے کچن میں جاتی ہو اور میرے لیے چائے بنا کر بھیج دیتی ہو ۔ ۔ ۔ اور پھر بچوں کی طرح چھپ جاتی ہو۔

سویرا :۔ لیکن آپ ہمیشہ جان جاتے ہیں ۔ ۔ ۔ کیسے ابّو ۔ ۔ ۔ کوئی E S P وغیرہ کا چکر ہے۔

شہریار :۔ محبت تو ہے ہی AXTRA SENSORY PERCEPTION حسیّات سے پرے اور ہوتا ہے۔ جو جاگتا ہے ۔ ۔ ۔ میں نے چائے کا پہلا گھونٹ

بھراتواس میں تمہاری انگلیوں کی خوشبو تھی۔ (سویرا اپنی انگلیوں کو سونگھ کرمنہ بناتی ہے) میری آنکھیں بند ہوں تو بھی جان جاؤں کہ تم کمرے میں داخل ہوگئی ہو۔

سویرا :۔ اگر آنکھیں بند ہوں تو بھی ابّو....

شہریار :۔ ہاں...

سویرا :۔ کوئی بھی کمرے میں داخل ہو یا صرف میں....

شہریار :۔ صرف تم... کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لیے صرف تم۔ اسلام آباد کے بعد لاہور کچھ بیک ورڈ نہیں لگا...

سویرا :۔ صرف عمارتیں... لوگ نہیں...

شہریار :۔ ہوسٹل کا EXPERIENCE کیسا لگا؟

سویرا :۔ ٹھیک ہے... (سر ہلا کر) ٹھیک ہے.. خود یہاں عیش کر رہے ہیں۔ اور مجھے وہاں تعلیم کے بہانے ایک چھوٹے سے کمرے میں قید کر رکھا ہے۔

شہریار :۔ قید تو میں ہوں بیٹے.... پتہ نہیں کب رہائی کا حکم آتا ہے۔

سویرا :۔ (پاس آکر) ابّو آپ کیسی باتیں کرتے ہیں.. آپ کی صحت تو ماشاء اللہ اب بہت اچھی ہے۔

شہریار :۔ پچھلے ماہ میرے ایک صحت مند دوست کا انتقال ہوگیا۔ میں نے اس کے ڈاکٹر سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ "کبھی کبھار بالکل صحت مند آدمی کا دل یکدم ساکت ہوجاتا ہے... اور جہاں ہوتا ہے جیسا ہوتا ہے، ایک سیکنڈ میں ختم ہوجاتا ہے... بلکہ رہا ہوجاتا ہے"

سویرا :۔ (بیگ میں سے ایک گلدان نکال کر) یہ دیکھئے ابّو۔

شہریار :۔ (بے حد خوش) سویرا بیٹے یہ.... یہ تو... منگ خاندان کے عہد

Marfat.com

کا ہے . . . واہ واہ کیا نزاکت ہے . پھول بوٹوں میں . . . . تم نے کہاں سے لیا . . . .

سویرا :- تحفے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا کرتے . . . مجھے معلوم ہے کہ خوبصورت گلدان آپ کی کمزوری ہیں . . . .

شہریار :- خوب صورت گلدان اور تم . . . . تمہاری امی . . . وہ پھولوں . . . وہ ہر وقت پھولوں کو اپنے سامنے رکھتی تھی . . . کہتی تھی کہ میں پھولوں پر نظر جماتی ہوں . تو سانس چلتا ہے . ورنہ رکتا ہے . . . سانس تو اس کا رک ہی گیا . . . اور یہ گلدان رہ گئے . . .

سویرا :- امی کمرے میں داخل ہوتی تھیں تو بھی بند آنکھوں کے باوجود آپ کو پتہ چل جاتا تھا ابو .

شہریار :- ہاں . . . تم ہفتے کی صبح کو جاؤ گی ناں . . . میں اب بہت تنہا ہو جاتا ہوں . تم امتحان دے لو . . . پھر . . . اچھا تو نہیں لگتا . لیکن میری خواہش ہے کہ شادی کے بعد تم میرے پاس رہو . یہ حویلی . . . بیٹے آپ کچھ ریسٹ کر لو ناں . . . اتنی لمبی ڈرائیو کر کے آئی ہو . . .

سویرا :- اچھا ابو .

CUT

سولھواں منظر

نہر کا کنارہ . فٹ پاتھ پر فرید چل رہا ہے . دوسری جانب سویرا آہستہ آہستہ کار چلا رہی ہے . کافی دیر تک وہ اُسے مگن ہو کر دیکھتی رہتی ہے . بالآخر فرید کھڑا ہو جاتا ہے . کار بھی رک جاتی ہے .

فرید :- مس سویرا کیا یہ آپ ہیں ؟

سویرا :- (حیران ہوکر) ہاں ... لیکن آپ ... آپ کو کیسے معلوم ہوگیا ۔

فرید :- آپ کی کار کے انجن کی خاص آواز ...

سویرا :- آپ میرے ساتھ آجائیں ، میں بھی کالج ہی جا رہی ہوں ...

فرید :- لیکن میں تو کالج نہیں جا رہا ۔

سویرا :- آپ کہاں جا رہے ہیں ؟

فرید :- سیر کرنے ... پہلے دو پیریڈ خالی ہیں ... اگر آپ پسند کریں تو آپ بھی آجائیں ... دیکھئے کیا خوب صورت منظر ہے ۔

سویرا کار روک کر اُترتی ہے ، اور اس کے ہمراہ چلنے لگتی ہے ۔ باتیں کرتے جاتے ہیں ۔ اور چلتے جاتے ہیں ... یہاں سے ایک مونتاژ شروع ہوتا ہے کہ یہ دونوں آہستہ آہستہ نزدیک آ رہے ہیں ۔ اگر مناسب ہو تو سٹیوی ونڈر کا گانا اوورلیپ کروا دیا جائے ۔

CUT

کسی بھی سیٹ پر ۔ سویرا اور فرید ۔

فرید :- آنکھیں نہ ہوں تو زندگی گذارنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ معذور انسان اگر اپنے آپ پر ترس کھانا اور آنسو بہانا چھوڑ دے تو آدھے مسئلے حل ہو جاتے ہیں ...

سویرا :- اور باقی آدھے ...

فرید :- ان کے لیے صرف ہمت درکار ہے ... میں پچھلے چھ سات برس سے ہر وہ کام کر رہا ہوں جو ایک نارمل انسان کرتا ہے ۔ گاڑیوں اور بسوں میں سفر کرتا ہوں ۔ پڑھتا ہوں ۔ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتا ہوں ... اپنے آپ کو

Marfat.com

تھوڑا سا ڈسپلنڈ کرنا پڑتا ہے بس۔

سویرا :- آئندہ کے بارے میں کیا سوچا ہے ؟

فرید :- بلقیس کی والدہ اگر انکار نہ کر دیتیں تو اس کے ساتھ شادی کرتا اور اپنی زمین کی دیکھ بھال کرتا۔

سویرا :- (مسکراتی ہے) یوں بھی تم شاید اب کسی کم پڑھی لکھی لڑکی کے ساتھ زندگی بسر نہ کر سکو . . .

فرید :- نہیں میں تو کر لوں . . .

سویرا :- (غصّے سے) تو پھر بلقیس بیگم سے بات کی جائے ؟

فرید :- بات . . . پتہ نہیں . . . ویسے تو ماں جی کہتے تھے کہ بلقیس روتی بہت ہے۔

سویرا :- اچھا اچھا بہت روتی ہے . . . ٹھیک ہے . . . ٹھیک ہے فرید جاؤ اپنی رونے والی ٹریجڈی کوئین کے پاس . . . خدا حافظ . . .

جاتی ہے۔

فرید :- (حیرت سے) اب اسے کیا ہوا ہے ؟

—— CUT ——

سترہواں منظر

فرید اپنے کمرے میں پڑھ رہا ہے۔ ساتھ میں ہلکی آواز میں ٹیپ ریکارڈر بھی چل رہا ہے۔ سویرا اندر آتی ہے اور خاموشی سے کھڑی ہو جاتی ہے۔

فرید :- (تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر) سویرا (خاموش رہتی ہے) مجھے معلوم ہے تم ہو . . . .

سویرا :- کوئی بھی کمرے میں داخل ہو جاتا تو تمہیں معلوم ہو جاتا ؟

فرید :- نہیں صرف اماں جی ... اور اب تم...

سویرا پر شہریار کی آواز اوور لیپ ہوتی ہے۔ "صرف تم ... کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لیے صرف تم ...."

سویرا مسکراتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

CUT

اٹھارہواں منظر

امتحان ہو رہے ہیں۔ سویرا، اور باقی لوگ تو لکھ رہے ہیں۔ جب کہ فرید کے ہمراہ ایک نوجوان لڑکا ہے۔ فرید کو پیپر پڑھ کر سناتا ہے اور فرید جو کچھ بتاتا ہے وہ پرچے پر لکھتا جاتا ہے۔

CUT

انیسواں منظر

فرید کا ہوسٹل۔ اس کے دوست پیکنگ کر رہے ہیں۔ گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔

لڑکا ۱ :- (کمرے میں جھانکتے ہوئے) او ہو صاحب بہادر جانا نہیں ہے اس پھٹیچر جگہ سے ... اب کیا ضرورت ہے یہاں رہنے کی .... امتحان تو ختم ہو گئے۔

فرید :- میں کل جاؤں گا ... خدا حافظ!

لڑکا ۲ :- اگر تین بجے کی گاڑی پر جانا ہے تو میرے ساتھ آجاؤ فرید ... نہیں تو خدا حافظ ...

فرید :- شکریہ ... خدا حافظ

لڑکا[۳] :- اللہ تیرا شکر ہے۔ فرید صاحب آج شام میں اپنی پیاری امی کے پاس بیٹھا دیسی گھی کے پراٹھے کھا رہا ہوں گا اور آپ کینٹین کی سڑی ہوئی روٹیاں کھا رہے ہوں گے۔ خدا حافظ۔

سویرا آتی ہے۔ سانس چڑھا ہوا۔ اندر جھانکتی ہے اور پھر اسے اطمینان ہوتا ہے۔

سویرا :- مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم بھی امتحان سے فارغ ہوتے ہی یہاں سے بھاگ نہ جاؤ . . . .

فرید :- میں نے دراصل اماں جی اور بھابی کے لیے ایک دو جوڑے خریدنے تھے اس لئے رُک گیا۔

سویرا :- بلقیس کے لیے کچھ نہیں خریدنا؟

فرید :- اس لیے اگر اس معصوم دیہاتی لڑکی کو معلوم ہو جائے کہ ایک انتہائی پڑھی لکھی اور خوب صورت لڑکی صرف اس کی وجہ سے جل جل کر کباب ہوئی جاتی ہے تو وہ کیا کہے . . .

سویرا :- میں خواہ مخواہ . . . اچھا اب آپ ذرا اٹھیے اور میرے ساتھ چلئے . . .

فرید :- کہاں ؟

سویرا :- جہاں میں لے چلوں . . .

فرید :- کوئی بہت خفیہ پروگرام ہے ؟

سویرا :- ہاں . . . (اس کا بازو تھام لیتی ہے) اور یہ ٹیپ ریکارڈر بھی لے چلو۔ ہاں ہاں لے چلو

——— CUT ———

بیسواں منظر

دونوں کار پر جا رہے ہیں۔ کوئی ایک مقام جہاں اردگرد جنگل ہو۔ بہت سارے

درخت ہوں ۔ درختوں کے قریب کار کھڑی ہوتی ہے ۔ فرید حیران ہے کہ یہاں کیوں لائی ہے ۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنگل میں چل رہی ہے ۔ پھر ایک نسبتاً صاف جگہ آتی ہے ۔ یہاں ایک میز ہے ۔ اس پر ایک کیک ہے اور ایک موم بتی جل رہی ہے ۔ صرف دو کرسیاں ہیں ۔ سویرا ٹیپ ریکارڈر بھی وہیں رکھ دیتی ہے ۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ایک کرسی پر بٹھاتی ہے اور خود سامنے بیٹھ جاتی ہے ۔

سویرا :- میری طرف دیکھو فرید ۔

فرید :- (مسکرا کر) اچھا ۔

سویرا :- میں سویرا ہوں ۔

فرید :- وہ تو تم ہو . . . .

سویرا :- تم مجھے ہیپی برتھ ڈے نہیں کہو گے فرید . . .

فرید :- برتھ ڈے ۔ تمہاری ! . . . کیا ہو رہا ہے سویرا . . .

سویرا :- ہم ایک گھنے جنگل کے درمیان میں بیٹھے ہیں ۔ میز پر میری سالگرہ کا کیک ہے اور ایک موم بتی روشن ہے ۔

فرید :- اچھا . . . (ہاتھ آگے کر کے) ہاں بہت تپش ہے اس میں ۔

سویرا :- بہت تپش ہے فرید . . . بہت زیادہ ۔

فرید :- ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سویرا . . .

سویرا :- نہیں ابھی نہیں ۔

وہ موم بتی کو پھونک مار کر بجھاتی ہے ۔ اور پھر وہی پھونک فرید کے چہرے پر اور پھر کیک کاٹتی ہے ۔ فرید تالیاں بجا کر کہتا ہے ۔ "ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سویرا . . ." ٹیپ ریکارڈر پر سٹیوی ونڈر کا گانا کیمرہ پُل آؤٹ کرتا ہے اور جنگل دکھائی دیتا ہے ۔

—— CUT ——

اکیسواں منظر

ایک ٹرین جا رہی ہے... ایک کار جا رہی ہے۔

——— CUT ———

بائیسواں منظر

فرید واپس اپنے قصبے میں۔ اس کی تنہائی دکھانے کے لیے چند شاٹس۔ گلی میں چل رہا ہے۔ صحن میں ٹہل رہا ہے... سویرا کے کچھ مکالمے اوور لیپ ہو رہے ہیں۔ آخر میں اسی کونے میں جا کر اسی انداز میں گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ جیسے بچپن میں بیٹھا کرتا تھا اماں داخل ہوتی ہے۔

ماں :- ماں واری کہاں چلے گئے ہو... میں خیری صلی وہاں کونے میں کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔ دپاس جاتی ہے، کیا بات ہے۔ اب یہاں دل نہیں لگتا۔

فرید :- لگتا ہے ماں جی۔

ماں :- تو اگر کہے تو میں بلقیس کی ماں سے بات کر لیتی ہوں۔ خیر سے تو اب ایم اے ہو جائے گا۔ چار جماعت پڑھی ہوئی لڑکی کو سولاں جماتاں والا ملے گا کہیں سے ؟

فرید :- نہیں اماں جی۔

ماں :- نہیں کیا... لے میں جو مرضی آئے کروں... کنگھی نہیں نہ کی ٹھیک سے... اچھا پہلے روٹی کھا لے۔ خورشید خورشید بھائی کے لیے پانی لا جلدی سے۔

——— CUT ———

Marfat.com

تائیسواں منظر

شہریار کی حویلی۔ وہ حسب معمول بیٹھا ہوا ہے۔ ہم گفتگو کو درمیان میں پکڑتے ہیں۔

شہریار :- نازک گلدان کھردرے ہاتھوں میں آئیں تو وہ ٹوٹ سکتے ہیں۔

سویرا :- دراصل آپ نے فرید کو دیکھا نہیں ہے اس لیے۔

شہریار :- صرف دیکھنے سے کیا ہوتا ہے؟ کھرداپن تو دھیرے دھیرے وقت گزرنے سے عیاں ہوتا ہے... سویرا... سویرا... مجھے سوائے تمہارے چہرے پر کھیلتی مسکراہٹ کے اور کچھ نہیں چاہیئے... یہ (ہاتھ پھیلا کر) بہت کچھ ہے میرے پاس...

سویرا :- میرے پاس بھی تو بہت کچھ ہونا چاہیئے ابو...

شہریار :- یہ سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔

سویرا :- اس کے علاوہ ابّو... اس کے علاوہ...

شہریار :- اس کے علاوہ جو تم چاہو سویرا... لیکن میری بھی ایک شرط ہے۔

سویرا :- وہ کیا ابّو....

شہریار :- میں اس سے ملنا چاہتا ہوں... علیحدگی میں کچھ MAN TO MAN گفتگو کرنا چاہوں گا۔

سویرا :- (خوش ہوکر) ٹھیک ہے ابّو۔

شہریار :- اور سویرا۔

سویرا :- جی ابّو

شہریار :- آخری فیصلہ میرا ہوگا... اور تم اس کی پابند ہوگی.. ٹھیک ہے؟

سویرا :- مجھے معلوم ہے آپ میرے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتے۔

Marfat.com

تیزی سے جانے لگتی ہے ۔

شہریار :۔ کہاں جا رہی ہو ؟

سویرا :۔ فرید کو لینے ۔

شہریار :۔ لیکن اس وقت ؟ ۔ ۔ ۔ بیٹے ۔ ۔ ۔ صبح چلی جانا ۔

سویرا :۔ نہیں ابو اس کے لیے رات اور دن کا کوئی فرق نہیں اور میرے لیے اس کے بغیر رات اور دن ایک جیسے ہیں ۔ ۔ ۔

سویرا جاتی ہے ۔ رات کا وقت ۔ فرید اسی کونے میں بیٹھا ہے ۔ آہٹ ہوتی ہے ۔ وہ سر اٹھا کر دیکھتا ہے ۔ سمجھتا ہے کہ سویرا آئی ہے ۔ لیکن یہ اماں جی ہیں ۔

اماں جی :۔ بیٹے اٹھو بستر پر لیٹ جاؤ ۔ ۔ ۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں ؟

فرید :۔ جی اماں جی ۔

اماں جی :۔ پر اس کونے میں بیٹھے کر کیا رہے ہو ؟

فرید :۔ کچھ نہیں اماں جی ۔

اماں جی :۔ اچھا جیسے تمہاری مرضی ۔

——— CUT ———

چوبیسواں منظر

رات کے وقت سویرا گاڑی چلا رہی ہے شاہراہ پر

——— CUT ———

فرید سر جھکائے کونے میں بیٹھا ہے ۔

——— CUT ———

سویرا کار بہت تیز چلا رہی ہے

——— CUT ———

فرید بیٹھا ہے۔

CUT

سویرا کی کار۔ سامنے سے آتی ٹریفک کی روشنیاں۔

CUT

پچیسواں منظر

فرید کو لونگ میں رکھ کر آہستہ آہستہ زوم اِن کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ کار چلنے کی آواز... جس وقت فرید کے چہرے پر جاتے ہیں۔ کریش کی آواز آتی ہے۔ فرید اس طرح ری ایکٹ کرتا ہے، جیسے اس کا حادثہ ہو رہا ہو... ایمبولنس کا ہارن...

CUT

چھبیسواں منظر

ہسپتال میں سٹریچر پر ڈالے لیے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر۔ نرسیں۔ بھاگ دوڑ۔ کمرے کے باہر دو ڈاکٹر۔ ایک سینئر۔ ایک جونیئر۔

جونیئر :- سر کچھ امید ہے؟

سینئر :- ٹوٹلی سمیش اَپ ہے۔ ہڈیاں چُورا ہو چکی ہیں...

جونیئر :- تو پھر؟

سینئر :- (سر ہلاتا ہے) لواحقین کو اطلاع ہو چکی؟

جونیئر :- جی... کسی کو بھیجا ہوا ہے۔

سینئر :- تم درد کی اذیت کم کرنے کیلئے ایک انجکشن لگا دو۔

Marfat.com

جونیئر :- جی سر۔

اندر جاتا ہے ۔ انجکشن لگاتا ہے ۔ پھر کچھ سوچتا ہے ۔ اس کے کان کے قریب منہ لے جاتا ہے ۔

جونیئر :- مس سویرا ... مس سویرا .. کیا آپ سن سکتی ہیں ... میں ڈاکٹر ناصر ہوں ...

وہ کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن کہہ نہیں سکتی ۔

کیا آپ اذیت میں ہیں ؟

سویرا سر ہلاتی ہے اور پھر ڈاکٹر کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے ۔

سویرا :- میں ... ختم ہو چکی ہوں ...

جونیئر :- نہیں آپ ... ٹھیک ...

سویرا :- میں جانتی ہوں ...

جونیئر :- مس سویرا میں آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں ... زندگی موت خدا کے ہاتھ میں ہے ... لیکن آپ کی آنکھیں آپ کی موت کے بعد بھی زندہ رہ سکتی ہیں ...

سویرا :- آنکھیں ... کس کی ؟

جونیئر :- آپ کی .... اس انسانی برادری کا کوئی ایک فرد جو اس وقت اندھیروں میں ہے ۔ آپ کی آنکھوں کے عطیے سے روشنی اور رنگوں کو دیکھنے لگے گا ... آپ کے جسم کا ایک حصہ زندہ رہے گا مس سویرا ۔

سویرا :- میری آنکھیں ... زندہ رہیں گی ... اور ... اگر میں .. میری خواہش ہے کہ ایک شخص کو .. اُسے ۔

جونیئر :- جی بالکل ... آپ جسے کہیں گی آپ کی آنکھیں دے دی جائیں گی ۔ میں

Marfat.com

فارم لاتا ہوں۔ نرس دھیان رکھنا۔

ڈاکٹر جاتا ہے۔

سویرا... کے چہرے پر... ایک سوچ کی آواز "تمہاری آنکھیں زندہ رہیں گی۔ زندہ ... زندہ... فرید میں... فرید میں.... لیکن کیا یہ قربانی ہے؟ نہیں ... یہ قربانی نہیں ہے... یہ تو خود غرضی ہے کہ اپنی پسند کے شخص کے لیے... قربانی تو تب ہے اگر یہ انسانیت کے لیے ہو۔ کسی بھی شخص کے لیے.. کسی بھی شخص کے لیے"

ڈاکٹر آتا ہے۔

ڈاکٹر :- جی... آپ کس شخص کو اپنی آنکھیں دینا چاہتی ہیں؟

سویرا :- سب کو۔ پوری انسانیت کو... ایک شخص کو نہیں ... سب کے لیے ... میری آنکھیں سب کے لیے۔

ڈاکٹر فارم آگے رکھتا ہے۔ وہ سائن کرتی ہے اور مر جاتی ہے۔

———— CUT ————

شہریار اپنے وسیع ڈرائینگ روم میں بیٹھا ہے۔ گھنٹی بجتی ہے۔ بھنویں چڑھا کر دیکھتا ہے۔

———— CUT ————

ستائیسواں منظر

فرید اسی کونے میں بیٹھا ہوا ہے اور صبح ہو چکی ہے۔ اماں آتی ہے۔

اماں :- پُتر اٹھو صبح ہو گئی ہے... اور ہاں تحصیل ہسپتال سے ایک آدمی آیا ہے۔

فرید :- (اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے) کیا کہتا ہے؟

Marfat.com

اماں :- پُتر وہاں میں نے درخواست دی ہوئی تھی چوری چوری ... وہ کہتے ہیں بندوبست ہوگیا ہے ... تو چل تو سہی۔

CUT

اٹھائیسواں منظر

فرید ہسپتال میں ۔پٹی اترتی ہے۔ دیکھتا ہے اسے سویرا کی شبیہہ نظر آتی ہے۔ اور ..... وہ اماں جی ہے۔

فرید :- کیا مجھے اس شخص کا نام معلوم ہو سکتا ہے، جس نے مجھے ان خوبصورت آنکھوں کا تحفہ دیا۔

ڈاکٹر :- کوئی ایک شخص جو انسانی برادری سے محبت کرتا تھا ... وصیت میں تحریر ہے کہ نام نہ بتایا جائے۔

جاتا ہے، بستر سے اٹھتا ہے۔

اماں :- بیٹے کیا کر رہے ہو ابھی ... ابھی آنکھیں کچی ہیں ... کہاں جا رہے ہو؟

باہر نکل جاتا ہے۔

CUT

اُنتیسواں منظر

حویلی میں ۔ڈرائینگ روم میں ۔گھنٹی بجتی ہے۔کیمرہ شہریار پر ۔کوئی ملازم دروازہ کھولتا ہے۔فرید آتا ہے۔

فرید :- شہریار صاحب ... میرا نام فرید ہے۔

شہریار :- چائے پیو گے ؟ لیکن اب چائے میں سویرا کی انگلیوں کی خوشبو

Marfat.com

نہیں ہوگی.

فرید :- جی...

شہریار :- تمہاری آنکھیں بہت خوب صورت ہیں. دیکھی ہوئی لگتی ہیں.

فرید :- یہ میری نہیں کسی کی ہیں.

شہریار :- کس کی.

فرید :- پتہ نہیں... سویرا کہاں ہے؟

شہریار اس کی جانب دیکھتا ہے. اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں.

——— CUT ———

تیسواں منظر

فرید اسی جنگل میں۔ اُن درختوں میں چل رہا ہے. جہاں وہ اور سویرا آئے تھے. اس مقام پر پہنچتا ہے. جہاں انہوں نے پکنک منائی تھی. جلی ہوئی موم بتی گھاس پر پڑی ہے. فرید وہاں بیٹھ جاتا ہے، اور اس پر گانا اوور لیپ ہوتا ہے.

"I JUST CALLED TO SAY THAT I LOVE YOU"

اختتام

Marfat.com

مستنصر حسین تارڑ

Rs. 150.00

www.sang-e-meel.com

ISBN 969-35-0002-4

9 789693 500028

Marfat.com